اسلام کی سچّائی

اور سائنس کے اعترافات

آئی۔اے۔ابراہیم / محسن فارانی

اسلام کی سچائی
اور سائنس کے اعترافات

سنريهم آياتنا في الآفاق وفي أنفسهم حتى يتبين لهم أنه الحق

© مكتبة دارالسلام ١٤٢٧ هـ
فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
مكتبة دارالسلام
صدق الاسلام واعتراف علماء العلم الحديث له / مكتبة دارالسلام - الرياض، ١٤٢٧هـ
ص: ٣٣٦ مقاس: ١٤×٢١ سم
ردمك: ٨-٤-٩٨٢٥-٩٩٦٠
(الكتاب باللغة الاردية)
١-الاسلام والعلم ٢- الكون أ-العنوان
ديوي ٢١٤،٥ ١٤٢٧/٥٨١٦
رقم الإيداع: ١٤٢٧/٥٨١٦
ردمك: ٨-٤-٩٨٢٥-٩٩٦٠

سعودی عرب (ہیڈ آفس)
پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 21659
E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com
Website: www.darussalam.com

● طریق مکہ۔ العلیا۔ الریاض فون: 4614483 1 00966 فیکس: 4644945 ● الملز۔ الریاض فون: 4735220 فیکس: 35221
● سویلم فون: 2860422 1 00966 ● جدہ فون: 6879254 2 00966 فیکس: 6336270
● مدینہ منورہ موبائل: 503417155 00966 فیکس: 8151121 ● قصیم: 0503417156 خمیس مشیط موبائل: 500710328
● الخبر فون: 8692900 3 00966 فیکس: 8691551 ● ینبع البحر موبائل: 0500887341

شارجہ فون: 5632623 6 00971 **امریکہ** ❶ ہوسٹن فون: 7220419 713 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 ❷ نیویارک فون: 6255925 718 001

پاکستان (ہیڈ آفس ومرکزی شوروم)
❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ شاپ، لاہور
فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 42 0092 فیکس: 7354072
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com
❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703 ❸ موُن مارکیٹ اقبال ٹاؤن۔ لاہور فون: 7846714

کراچی شوروم (D.C.H.S) Z-110,111 مین طارق روڈ کراچی
فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937 Email: darussalamkhi@darussalampk.com

اسلام آباد شوروم F-8 مرکز، اسلام آباد فون: 051-2500237

آئی۔اے۔ابراہیم / محسن فارانی

نام کتاب : اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات

مصنّف : آئی۔ اے۔ ابراہیم / محسن فارانی

منتظمِ اعلیٰ : عبدالمالک مجاہد

مجلسِ انتظامیہ : حافظ عبدالعظیم اسد (مینجر دارالسلام لاہور) محمد طارق شاهد

مجلسِ مشاورت : حافظ صلاح الدین یوسف ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر پروفیسر محمد یحییٰ مولانا محمد عبدالجبار

ڈیزائننگ اینڈ السٹریشن : زاہد سلیم چودھری (آرٹ ڈائریکٹر)

خطاطی : اکرام الحق

اشاعت اوّل: 2007

مضامین

باب 1

قرآن مجید اور سائنس کے اعترافات

باب 2

1400 سال قبل کے 14 قرآنی انکشافات

3
باب

قرآن کا عظیم چیلنج

4
باب

قرآنی واقعات کی تصدیق عہدِ جدید میں

5
باب

قرآن میں مستقبل کی اہم واقعاتی پیش گوئیاں

6
باب

نبی ﷺ کے معجزاتِ کریمہ

باب 7

احادیثِ نبوی اور سائنس کے اعترافات

باب 8

دُنیا میں اسلام کی غیر معمولی پیشرفت

باب 9

اسلام کا تعارف

10
باب

قبولِ اسلام کی برکات

11
باب

قبول اسلام کے چند ایمان افروز واقعات

فروغِ اسلام اور سائنس کی ترقی

باب 13

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ

باب 14

اسلام اور انسانی صحت

نقشوں کی فہرست

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم کرنے والا خوب مہربان ہے

عرضِ ناشر

اسلام ابدی صداقتوں اور سائنسی مسلّمات کا ترجمان ہے۔ ہر عہد کی دانش وبینش نے دین اسلام کے حوالے سے جن سوالات کو اٹھایا ہے یا جن اعتراضات کو پیش کیا ہے، مسلم دانش وروں نے ہر عہد میں اس کے مثبت اور مسکت جوابات فراہم کیے ہیں۔ یہ حقیقت ایک امر مسلّم ہے کہ اسلام سے بڑھ کر اسرار فطرت کو کھولنے اور رموز کائنات کو جاننے کی تعلیم کسی اور مذہب یا تہذیب میں نہیں ملتی۔ خود قرآن مجید کی سیکڑوں آیات اس حقیقت کی نقاب کشائی کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں کئی مغربی سائنس دانوں نے حیرت اور استعجاب کا اظہار کیا ہے کہ بعض سائنسی حقائق جو صدیوں کے تجربات کے نتیجے میں سامنے آئے ہیں، قرآن مجید نے چودہ سو سال قبل ہی ان کا انکشاف کر دیا تھا۔ ایسے انکشافات نے سیکڑوں ملحد اور بے دین سائنس دانوں اور غیر مسلم دانش وروں کو اسلام کی نعمت حاصل کرنے میں مدد دی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جیسے جیسے سائنس دان اور ماہرینِ علوم قرآن مجید کی آیاتِ بینات پر غور کریں گے، انھیں اس کائنات کے خالق اور مالک کی حکمتوں اور قدرتوں کا ادراک حاصل ہوتا چلا جائے گا۔ اب تک بہت سی ایسی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں بعض عظیم شخصیات کے اعترافات موجود ہیں کہ کس طرح انھوں نے قرآن مجید کی تعلیمات کو سائنسی مشاہدات اور تجربات کے ہم رنگ اور ہم آہنگ دیکھا ہے۔

پیش نظر ''اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات'' ایک جداگانہ اور منفرد موضوع پر

عرضِ ناشر

ایک مستند کتاب ہے۔ اس کتاب میں قرآن مجید کی صداقت اور اس کے ناقابلِ تردید اور مبنی برحقیقت بیانات، اسلام کے بطور دین الٰہی اثبات اور محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی شہادت اور سچائی کے لیے سائنسی و علمی حقائق کے تناظر میں نہایت اہم مطالعات پیش کیے گئے ہیں۔ آپ اس کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے ایمان و یقین کی دولت میں اضافہ محسوس کریں گے۔ دارالسلام نے اس موضوع پر اولاً ایک مختصر کتاب انگریزی زبان میں A BRIEF ILLUSTRATED GUIDE TO UNDERSTANDING ISLAM کے نام سے شائع کی۔ اس سلسلے کی قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہمارے کسی علمی اور تصنیفی منصوبے پر اتنے زیادہ عالموں اور دانش وروں کی ٹیم نے کام نہیں کیا جس قدر اس مختصر کتاب کے سلسلے میں مسلسل غور وفکر ہوا۔ یہی باعث ہے کہ یہ کتاب یورپ اور امریکہ میں مقبولیت کے ریکارڈ قائم کر رہی ہے۔ ایک مدت سے اس مفید کتاب کو اردو زبان کے قالب میں ڈھالنے کا ارادہ تھا، چنانچہ اس منصوبے کے لیے ممتاز اور کہنہ مشق صحافی محترم محسن فارانی کی خدمات حاصل کی گئیں۔ انگریزی زبان میں سائنسی اصطلاحات کا ترجمہ ایک جانگسل اور مشکل مرحلہ ہوتا ہے مگر وہ اس سے بخوبی عہدہ برا ہوئے ہیں۔ ترجمے کے ساتھ ساتھ قوسین میں اصل انگریزی اصطلاحات کو بھی برقرار رکھا گیا ہے تاکہ اہل علم اس سے خاطر خواہ استفادہ کرسکیں۔

لیکن زیرِ نظر کتاب مذکورہ مختصر کتاب (انگریزی) کا محض ترجمہ نہیں بلکہ محسن فارانی صاحب نے اپنے علمی رسوخ کو بروئے کار لاتے ہوئے جہاں بیشتر موضوعات کی وضاحت کی ہے، وہیں بہت سے نئے موضوعات ومباحث اور قرآن وحدیث کے اقتباسات کے متن مع تخریج اور بعض نقشے بھی اس میں شامل کر دیے ہیں، خصوصاً دوسرا، تیسرا (بیشتر)، چوتھا، پانچواں، ساتواں، آٹھواں، گیارھواں اور بارھواں باب اُن کی فکری کاوش اور تحقیق کا نتیجہ ہیں۔ انھوں نے تیرھویں باب کا عنوان ''بائبل: انسانی تصنیف'' مشہور نومسلم سکالر گلزار احمد

سے لکھوایا۔ اس طرح یہ اپنی جگہ ایک الگ اور مستقل کتاب کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ حافظ محمد فاروق نے اس کی تخریج کی تکمیل کی اور پروف دیکھنے کی ذمہ داری محسن فارانی، حافظ محمد فاروق اور مولانا محمد عثمان منیب نے یکے بعد دیگرے نبھائی۔

آخری مرحلے میں ہماری ریاض کی علمی کمیٹی کے فاضل ارکان قاری محمد اقبال اور قاری عبدالحلیم نے بھی کتاب کا مراجعہ کیا۔ اس طرح یہ کام اور زیادہ معتبر ہو گیا ہے۔ اس کے فنی مراحل ڈیزائننگ اور کمپوزنگ وغیرہ میں جناب زاہد سلیم چودھری، محمد عامر رضوان، ہارون الرشید، ابومصعب، آصف فراز اور افضال احمد نے اسے خوب سے خوب تر بنانے میں بھرپور محنت کی ہے۔ عزیزم حافظ عبدالعظیم اسد خاص طور پر میرے شکریے کے مستحق ہیں کہ یہ سارا کام ان کی نگرانی میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ مجھے یقین ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب تفہیم دین میں معاون ثابت ہوگی، قرآن فہمی کے نئے نئے زاویے کھولے گی اور متنِ قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے لیے صداقت و شہادت کے نئے معیار قائم کرے گی۔ اس کتاب کا اسلوب بہت رواں اور شگفتہ ہے۔ ہمارے علمائے کرام بھی اپنے مواعظ میں اس سے استفادہ کریں گے۔ تعلیمی اداروں کے معلمین اور ان کے کتب خانے اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔ ہمارے ملک کے وہ ادارے جہاں سائنسی تحقیقات کا کام جاری ہے، وہ سب سے بڑھ کر اس کتاب کی تحسین کر سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ دارالسلام کی اس کوشش کو غیر مسلموں کے قبولِ اسلام اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کی ایمان افروزی کے لیے مشعل راہ بنائے۔ آمین یارب العالمین!

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو پسند فرمائیں تو رب العالمین سے ہمارے حق میں قبولیت اور بخشش کی دعا فرمائیں۔

خادم کتاب سنت

عبدالمالک مجاہد

رمضان المبارک 1427ھ / اکتوبر 2006ء — مدیر دارالسلام۔ الریاض، لاہور

عرض مؤلف

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا اور خالص دین اسلام اور صرف اسلام ہے جس کی کھری اور سچی تعلیمات قیامت تک بنی نوع انسان کی رہنمائی کرتی اور ان کی دنیاوی اور اُخروی نجات کا ذریعہ بنتی رہیں گی مگر باطل کے علمبردار اپنے جھوٹے نظریات کے فروغ کے لیے اسلام کے متعلق مسلسل منفی پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ باطل ادیان کے پیروکار اسلام کے بارے میں بدظن ہو کر اس سچے دین سے دُور رہیں اور ان کے گمراہ کن عقائد کے سحر میں بدستور گرفتار رہیں۔ حال ہی میں کیتھولک مسیحیت کے پیشوا پاپائے روم نے توہین رسالت کا ارتکاب کرتے ہوئے اسلام کے تصورِ جہاد کو تشدد اور دہشت گردی سے جوڑنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

پاپائے روم بینی ڈکٹ شانز دہم بجائے اس کے کہ جارج بُش، ٹونی بلیئر اور برلسکونی جیسے صلیبی جنگجوؤں، اسرائیلیوں اور ہندوؤں کو نصیحت کرتے کہ وہ افغانستان، عراق اور فلسطین اور کشمیر کے مسلمانوں پر ظلم ڈھانے اور اُن کا خون بہانے سے باز آ جائیں اور ان ممالک پر اپنا غاصبانہ قبضہ ختم کر دیں، کیتھولک عیسائیوں کے پیشوا نے اسلام ہی کو نشانہ بنانے کی روش اپنالی ہے۔ اپنے آبائی علاقے بوریا (جرمنی) کی ریگنز برگ یونیورسٹی کے طلبہ سے ''عقائد اور منطق'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے انھوں نے یہ منطق بگھاری کہ اسلام کا تصور جہاد بقول ان کے خدا کے مقاصد کے مخالف ہے۔ پوپ نے اسلام کے تصور جہاد کو چیلنج کیا اور چودھویں صدی کے بازنطینی شہنشاہ مینوئل دوم کا حوالہ دیتے ہوئے پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کی اور یہ گھسا پٹا الزام دُہرایا کہ اسلام دنیا میں

بنوکِ شمشیر پھیلایا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اور اس کا تصور جہاد بھی ظلم کے خاتمے اور اپنے دفاع کے لیے ظالموں کا مقابلہ کرنے کے احکام پر مبنی ہے۔ جزیرہ نمائے عرب نے پُر امن طور پر اسلام قبول کیا تھا اور قبائل عرب کے وفود نے جوق در جوق مدینہ منورہ آ کر اسلام کے حلقہ بگوش ہونے کا اعلان کیا تھا۔ اس سے پہلے مشرکین مکہ اور مشرکین عرب ہی بار بار مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور انھوں نے ہر بار ہزیمت اٹھائی تھی۔ پھر صلح حدیبیہ کے دو برس بعد 8ھ میں مسلمانوں نے پُر امن طور پر مکہ فتح کر لیا تھا۔ انھی دنوں نواحِ شام میں مسیحی غسانی حکمران شُرحبیل بن عمرو نے سفیرِ نبوت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور پھر قیصر روم نے مدینہ کی اسلامی حکومت پر حملے کے لیے ایک لاکھ کا لشکر تیار کیا تو مسلمانوں اور رومی عیسائیوں میں جنگوں کا آغاز ہوا جن کے نتیجے میں شام، مصر اور طرابلس وغیرہ فتح ہوئے۔ ان ملکوں کے مسیحی اور دیگر باشندے برضا و رغبت اسلام کے سایۂ عاطفت تلے آ کر مسلمان ہوتے چلے گئے۔ اور فلسطین تو ایک پُر امن معاہدے کے تحت اسلام کے پرچم تلے آیا تھا جو خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بیت المقدس (یروشلم) کے مسیحی بطریق کے مابین طے پایا تھا۔

اگر اسلام دشمنی اور تعصب میں مبتلا پوپ کے بقول اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہوتا تو آج لبنان، مصر، شام اور فلسطین میں لاکھوں میرونی اور قبطی عیسائی آباد نہ ہوتے۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر آٹھ سو سال حکومت کی، اس کے باوجود ہندوستان میں مسلم آبادی ایک چوتھائی سے نہ بڑھ سکی حتی کہ سلاطین ہند کا دارالحکومت دہلی غیر مسلم اکثریت کا شہر ہی رہا۔ اور تاریخ بتاتی ہے کہ مشرقی اور وسطی افریقہ، جنوب مشرقی ایشیا اور جزائر شرق الہند (ایسٹ انڈیز) میں کوئی اسلامی فوج نہیں گئی تھی اور یہ اسلام کی سچی اور انسانیت نواز تعلیمات ہی تھیں جنھوں نے وہاں فروغ اسلام کی راہیں ہموار کیں۔ اور جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہوئیں وہاں غیر مسلم رعایا کو ہر طرح کی آزادی دی گئی اور کہیں مسلمانوں نے غیر مسلموں پر اس نوع کے مظالم نہ کیے جیسے پاپائے روم کے پیروکاروں کا خاصہ

رہا ہے۔اس سلسلے میں چند مثالیں حاضر ہیں:

- جب پوپ اربن دوم کے خاص چیلے پیٹر راہب نے یورپ میں جھوٹ افسانے سنا کر اشتعال پیدا کیا کہ ارض مقدس (فلسطین) میں عیسائیوں پر ظلم کیا جا رہا ہے تو یورپی عیسائیوں کے لشکر ساحلِ شام اور فلسطین پر چڑھ دوڑے اور انھوں نے 492ھ/1099ء میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے 70 ہزار بے گناہ شہریوں کا خون بہایا حتی کہ عیسائی مورخین کے بقول مسیحی جنگجوؤں کے گھوڑوں کے قدم گلیوں میں بہنے والے انسانی خون میں ڈوبے جاتے تھے۔
- تیسری صلیبی جنگ (92-1189ء) میں جب انگلستان کے شاہ رچرڈ نے فلسطین کے ساحلی شہر عکّہ کا محاصرہ کیا اور مسلمان شہریوں نے ہتھیار ڈال دیے تو رچرڈ نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے تین ہزار مسلمانوں کو زنجیروں میں جکڑ کر وحشیانہ طریقوں سے شہید کر ڈالا۔یاد رہے انگریز اس سنگدل اور ظالم بادشاہ کو شیر دل (Lion-hearted) کہتے ہیں، حالانکہ وہ بزدل تھا اور سلطان صلاح الدین ایوبی سے شکست کھانے کے بعد صلح کرنے اور اپنی بہن کو صلاح الدین کے بھائی الملک العادل سے بیاہنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

اور فاتح اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی کا کردار یہ تھا کہ اس نے 1187ء میں جب بیت المقدس کو عیسائیوں کے 88 سالہ غاصبانہ قبضے سے چھڑایا تھا تو شہر کے کسی عیسائی کی نکسیر تک نہیں پھوٹی تھی۔عیسائیوں کو پُر امن طور پر معمولی فدیے کے عوض شہر چھوڑنے کی اجازت دے دی گئی تھی اور ضعیفوں اور ناداروں کا فدیہ خود سلطان نے اپنی جیب سے ادا کیا تھا۔

- 1492ء میں سقوط غرناطہ کے بعد ہسپانوی عیسائیوں نے اندلس (اسپین) کے مسلمانوں پر جو لرزہ خیز مظالم کیے، ان کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔لاکھوں مسلمانوں کو زندہ جلا دیا گیا اور انھیں جبرًا عیسائی بنایا گیا حتی کہ 1609ء تک اسپین میں ایک بھی مسلمان باقی نہ رہا۔اور یہ سب ظلم طور قماچہ جیسے متعصب عیسائی پادریوں کی نام نہاد "احتسابی عدالتوں" کے ذریعے کیا گیا تھا جنھیں پاپائے روم کی مکمل آشیر باد حاصل تھی۔

- چارلس پنجم (1516 تا 1556ء) جو اسپین اور یورپ کے بڑے حصے کا حکمران تھا، اس نے 1535ء کے لگ بھگ جب تیونس پر قبضہ کیا تو مہدیہ شہر میں قتل و غارت کی انتہا کر دی۔ ایورسلے کے بیان کے مطابق 30 ہزار بے گناہ مسلمان شہید کر دیے گئے اور 10 ہزار غلام بنا کر فروخت کر دیے گئے۔ مسجدیں اور کتب خانے برباد کر دیے گئے اور لوگوں کو جبراً عیسائی بنایا گیا۔
- پاپائے روم کی عقیدت مند اور فرانس کی حکمران ملکہ کا ترین کے حکم پر 24 اگست 1572ء کو پیرس کے پروٹسٹنٹ عیسائیوں کا قتل عام کیا گیا۔ رات بھر پیرس میں خون کی ہولی اس طرح کھیلی گئی کہ شہر کے ہر گوشے سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے لاشے گلیوں میں تڑپ رہے تھے، دوشیزاؤں کے برہنہ جسموں میں نیزے گھونپے جا رہے تھے اور معصوم بچوں کو ماؤں کی گود سے چھین کر آگ میں ڈالا جا رہا تھا۔ اور خونی ملکہ کا ترین جب اس منظر کو دیکھنے قصر شاہی سے باہر نکلی تو ایک مقتول کی لاش سے ٹھوکر کھا کر گری اور اس کے گھٹنے خون آلود ہو گئے۔
- یورپی عیسائیوں اور پوپ کے پیروکاروں نے ایک کروڑ کے لگ بھگ افریقیوں کو جن میں 30 فیصد سے زیادہ مسلمان تھے، غلام بنا کر نئی دنیا (امریکہ) لے جا کر بیچ دیا جہاں دو اڑھائی صدیوں تک ان کو نسل در نسل غلام بنا کر رکھا گیا۔ ان بیکسوں کو زنجیروں میں باندھ کر رکھا جاتا۔ ان پر وحشیانہ مظالم ڈھائے جاتے اور انھیں ان کے دین اسلام سے محروم کر دیا گیا۔ اور ان ظالم مسیحی گوروں نے امریکہ کے اصل باشندوں کا تقریباً صفایا ہی کر دیا جنھیں کولمبس نے ریڈ انڈینز کا نام دیا تھا۔

یورپی عیسائیوں نے صدیوں تک ایشیا و افریقہ کے ممالک کو غلام بنا کر یہاں جو ظلم و ستم ڈھائے وہ سب تاریخ میں رقم ہیں اور اب امریکہ، برطانیہ اور ان کے حواریوں نے اسلامی ممالک پر ظالمانہ قبضہ کرنے کی جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے، وہ دنیا کے ہر ضابطے اور ہر قانون کی رُو سے شرمناک ہے جس کی مذمت کرنے کی پوپ کو کبھی توفیق نہیں ہوئی۔ پوپ نے غلط طور پر اسلام کو تشدد سے منسوب کیا ہے۔ اور یہ جو انھوں نے مسلمانوں سے کہا ہے کہ وہ ”اس وحشیانہ پن کے اندھیرے سے باہر نکلیں جو

سے باہر نکلیں جو انھیں گھیرے ہوئے ہے" تو یہ نصیحت تو انھیں یورپی ممالک اور امریکہ کو کرنی چاہیے جو سامراجی وحشیانہ پن کے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہیں اور جنھوں نے دنیا بھر میں مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ چھیڑ رکھی ہے۔

آج ہر کہیں مسلمانوں ہی کا خون بہایا جا رہا ہے۔ رہا نائن الیون کا حادثہ تو اسے خود مسیحی مصنفین اور مغربی دانشور امریکیوں اور یہودیوں کی اپنی ہی سازش قرار دے رہے ہیں۔ یہ بفرض محال بعض ناراض نوجوان عرب مسلمانوں کی کارروائی ہو بھی تو نصف صدی سے زیادہ عرصے سے فلسطین میں جو خونریزی ہو رہی ہے اور غاصب یہودی مسلمانوں کے جان و مال اور آبرو کو پامال کرتے چلے آ رہے ہیں، کیا اس کی ذمہ داری بدمعاش اسرائیلی ریاست کے سرپرستوں امریکہ اور برطانیہ پر عائد نہیں ہوتی جنھوں نے لبنان پر حالیہ اسرائیلی حملے کے دوران میں یو این او کے ذریعے ایک ماہ تک جنگ بندی کی قرارداد منظور نہ ہونے دی تاکہ یہودی زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کا خون بہا سکیں! ویسے بش حکومت نے سانحہ نائن الیون کی کھلی انکوائری نہیں کرائی اور کسی عالمی فورم پر ثبوت پیش نہیں کیے کہ القاعدہ کے افراد کس حد تک اس سانحے کے ذمہ دار تھے۔ امریکی قیادت نے جوش غضب میں ایک غلط فیصلہ کیا، پاکستان کے عسکری حکمرانوں کو دھمکا کر اپنا اتحادی بنایا اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر امریکی و اتحادی افواج نے افغانستان پر دھاوا بول دیا اور اڑھائی سال بعد عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی جس کے نتیجے میں ایک دنیا کا امن خاکستر ہو کے رہ گیا ہے۔

ان حالات میں جبکہ اسلام کے خلاف تعصب میں مبتلا یہود و نصاریٰ کی سیاسی و مذہبی قیادتیں اسلام پر مختلف پہلوؤں سے حملہ آور ہیں، "اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات" کے نام سے ہماری یہ کاوش ایک انقلابی اقدام ہے جس میں قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ میں بیان کردہ ان حقائق و معارف کا تذکرہ ہے جن کا چودہ سو برس بعد جدید سائنس اعتراف کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ کلیسا اور مستشرقین گزشتہ کئی صدیوں سے اسلام کے بارے میں جو جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے آ رہے ہیں اس کا احسن انداز میں رد کیا گیا ہے، نیز بنیادی اسلامی تعلیمات بہت جامع انداز میں پیش کی گئی

عرض مؤلف

ہیں جو غیر مسلموں کو اسلام میں داخل ہونے کی راہ دکھاتی ہیں۔

اس کتاب کا اولین انگریزی ایڈیشن 1997ء میں دارالسلام نے A BRIEF ILLUSTRATED GUIDE TO UNDERSTANDING ISLAM کے نام سے شائع کیا تھا۔ جناب آئی اے ابراہیم کی اس گرانقدر تحقیقی تصنیف کی ایڈیٹنگ درج ذیل اصحابِ علم وفضل نے کی تھی:

جنرل ایڈیٹرز: ڈاکٹر ولیم (داؤد) پیچی۔ مائیکل (عبدالحکیم) تھامس۔ ٹونی (ابوخلیل) سلویسٹر۔ ادریس پامر۔ جمال زرابوزو۔ علی التمیمی

سائنس ایڈیٹرز: پروفیسر ہیرلڈ سٹیورٹ کوفی۔ پروفیسر ایف اے سٹیٹ۔ پروفیسر محجوب اوطا۔ پروفیسر احمد علاّم۔ پروفیسر سلمان سلطان۔ ایسوسی ایٹ پروفیسر ایچ اوسندھی

محترم مولانا عبدالمالک مجاہد نے جناب آئی اے ابراہیم سے انگریزی کتاب کے اردو ترجمے کی خصوصی اجازت حاصل کی اور یہ ذمہ داری راقم الحروف کو سونپ دی۔ میں نے اس کا ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ مناسب اضافے کیے اور کئی نئے ابواب اس میں شامل کیے۔ اب یہ خوبصورت کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے!

رب کریم سے دعا ہے کہ ہماری اس ادنیٰ کاوش کو قبول ومنظور فرمائے! آمین!

محسن فارانی

ریسرچ سکالر، دارالسلام، لاہور

22 شعبان المعظم 1427ھ/16 ستمبر 2006ء

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی تمام کتابوں میں سے اس وقت صرف قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دین کونسا ہے۔ بائبل میں عہد نامہ قدیم کے سارے صحیفے پڑھ جاؤ، عہد نامہ جدید کی انجیلیں اور ملحقات دیکھتے جاؤ، کہیں یہ نہیں لکھا پاؤ گے کہ اللہ تعالیٰ کا دین یہودیت ہے یا عیسائیت ہے۔ اسی طرح کسی بھی مذہب کی مقدس کتاب میں یہ نہیں ملتا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی دین ہے جو کہ اس کے ماننے والوں کا ہے! ہاں، صرف قرآن مجید ہی میں یہ آیت الٰہی پکار پکار کر لوگوں کو بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین اسلام ہی ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾

”تحقیق دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔“ [1]

چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ دین ہمارے لیے، فرشتوں کے لیے، رسولوں کے لیے، انبیاء کے لیے، تمام مخلوقات کے لیے اور جن و بشر کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ اسی وجہ سے ہم دشمنوں کے اُکسانے کے باوجود اپنے آپ کو محمدی یا احمدی نہیں کہلاتے کیونکہ اس نے ہمارا نام پہلی کتابوں میں بھی اور اس قرآن مجید میں بھی مسلمان رکھا ہے:

﴿هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا﴾

”اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا تھا، پہلے بھی اور اس قرآن مجید میں بھی۔“ [2]

[1] آل عمران 19:3 [2] الحج 78:22

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام انسانوں کو سیدھی راہ سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین!

معجزات کے بارے میں بات دراصل یہ ہے کہ سب کسی ایک کتاب کے احاطۂ تحریر میں جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ معجزات کئی قسم کے تھے۔ یہ ادبی بھی تھے، بیانی بھی تھے، چنانچہ قرآن مجید 1400 برس سے زیادہ عرصے سے چیلنج کر رہا ہے کہ کوئی ہے تو ذرا مقابلہ کر کے دیکھ لے! یہ معجزات خرق عادت بھی تھے۔ اگر عصائے موسیٰ علیہ السلام سانپ بن سکتا تھا تو کھجور کی ایک ٹہنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں تلوار بن گئی، اور جس صحابی کو دی گئی وہ ساری عمر اس سے لڑتے رہے۔ بحیرۂ قلزم نے بنی اسرائیل کو دشمنوں سے دور بھاگنے میں مدد دی تو عہد فاروقی میں دریائے دجلہ نے مسلمانوں کے لیے دشمنوں پر چڑھائی کی راہ ہموار کی اور مدائن فتح ہو گیا۔ مُردہ قُم باذن اللہ کی صدا سے اٹھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چند باتیں کر لیا کرتا یا کچھ دیر کے لیے زندہ ہو جاتا تھا لیکن خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم حنانۂ محمدی کو اگر منبر سے اُتر کر چپ نہ کراتے تو وہ قیامت تک روتا رہتا۔ اگر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو برآمد کرنے میں پہاڑ کام آیا تھا تو چاند محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے دولخت ہو کر پھر جڑ گیا تھا۔ دراڑ یا کریک تو لوگوں نے 37 برس پہلے چاند کی ان تصویروں میں دیکھا جو امریکی خلائی جہاز اپالو 11 نے بھیجی تھیں۔ اور جب اس کریک یا شق القمر کا واقعہ کسی مذہبی کتاب میں نہ ملا بلکہ صرف قرآن مجید میں ملا تو لوگ اسے (Arab Crack) کا نام دینے پر مجبور ہو گئے۔

اب یہی معجزات علمی میدانوں کو فتح کر رہے ہیں اور ساری دنیا میں سائنس دان قرآن مجید کی حقانیت پر ایمان لا رہے ہیں، خواہ وہ اپنے ذاتی حالات کی بنا پر اظہار کر سکیں یا نہ کر سکیں۔

اس کی ابتدا یورپ میں اس طرح ہوئی کہ جب تحریف شدہ بائبل کی باتیں سائنس کی علمی روشنی کا مقابلہ نہ کر سکیں اور لوگ خدا، رسول، وحی، کتاب ہر چیز کے منکر ہو کر الحاد اور دہریت کی راہ چلنے لگے تو اس وقت خود عیسائیوں کے علمائے دین نے ہی یہ طرح ڈالی کہ قرآن مجید کی

آیات جو کہ امور سائنس سے متعلق ہیں، ان کی تحقیق کی جائے ، چنانچہ جب قرآن مجید کے بیانات الٰہی کی روشنی میں سائنس کی روشنی بھی ماند پڑنے لگی تو اس وقت سے لوگ دوبارہ خدا، رسول، کتاب اور وحی پر ایمان لانے لگے۔اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ان شاء اللہ!

پیش نظر کتاب میں ہمارے محترم دوست جناب محسن فارانی ﷾ جو کہ ہمارے احباب میں انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر روز کسی نہ کسی مقالہ، مضمون، کتاب یا جرائد و رسائل میں نمایاں رہتے ہیں اور اہل علم کی دلچسپی کا مرکز ہیں، انھوں نے جس محبت، جذبے اور لگن سے ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور بڑی تحقیق و تفحص کے ساتھ اس میں اضافے کیے ہیں اور پورے پورے نئے باب لکھ ڈالے ہیں، یہ ان ہی کا کام ہوسکتا تھا۔انھوں نے جس عرق ریزی سے علمی اصطلاحات کو سلیس اُردو قالب میں ڈھالا ہے یہ بھی ان ہی کا کمال ہے۔ ایک چھوٹی سی کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کر کے پھیلا دیا ہے اور دعوت و تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے کہ کس طرح ایک غیر مسلم، اسلام میں داخل ہوسکتا ہے اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ علمی طور پر ایک مسلمان کس مقدار کے علم کو فرض عین کے طور پر حاصل کرنے کا پابند ہے۔اسلام کا مختصر تعارف، رسول اللہ ﷺ کے متعلق چند اوراق، مسلمانوں کے علمی کارنامے، اور بہت سی چیزوں کو یکجا کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی یہ محنت قبول و منظور فرمائے، آمین ثم آمین!

ہر نکتۂ تحقیق اپنے میدان میں آخری نکتہ نہیں ہوتا بلکہ اپنے سے نیچے والے نکات کا سرا اور اپنے سے اوپر کی تحقیقات کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔قرآن و حدیث کے معجزات اور دیگر مباحث کو جس اختصار سے انھوں نے اُردو دان عوام کے سامنے پیش کیا ہے، اسلام کی حقانیت پر حجت کے لیے یہی کچھ کافی ہے۔ مجھے بعض تفاصیل میں ہوسکتا ہے اختلاف بھی ہو جس کا ان شاء اللہ اگلی سطور میں ذکر آجائے گا لیکن صد آفرین کہ ان کی علمی شخصیت سے تو ہم پہلے ہی متاثر تھے، مگر ان کی خندہ پیشانی سے تنقید برداشت کرنے کی قوت نے ہمیں مزید متاثر کیا ہے۔

یہ کتاب دراصل اس پروپیگنڈے کی مدلل تردید کرتی ہے جس کے ذریعے ارباب کلیسا اور ابلیس کے شاگرد مغربی سیاست دان اس دور میں فرعونِ مصر کی سفاکانہ اور جابرانہ سیاست کو فروغ دے رہے ہیں۔ ایک طرف تو انھوں نے مسلمانوں کو، معاذ اللہ، جاہل، ان پڑھ اور گنوار شمار کر رکھا ہے اور دوسری طرف وہ فرعونی سیاست پر حرف بحرف عمل کر رہے ہیں۔

﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَآءَهُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ④﴾

''یقیناً فرعون نے زمین (مصر) میں سرکشی کی اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا اور ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور رکھا تھا۔ وہ ان کے لڑکوں کو تو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بے شک وہ فسادیوں میں سے تھا۔''[1]

فرعون کی پیروی میں آج کے سرکشوں نے زمین پر اپنی تھانے داری قائم کر لی ہے۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو انھوں نے Divide and Rule (تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو) کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بانٹ رکھا ہے اور ان سے علیحدہ علیحدہ وعدے کر رکھے ہیں۔ فرعونی سیاست کا سرخیل امریکہ اور اس کے حواری ملت اسلامیہ کو ضعیف سمجھ کر باری باری مسلم ممالک پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ مسلمان مرد، قتل کر دیے جاتے ہیں۔ عورتوں کی عصمت دری کی جاتی ہے اور پھر ان کو بھی قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہود و نصاریٰ فرعونی فساد فی الارض کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

یہاں چند سطور میں مجھے یورپ ہی کو نہیں بلکہ امریکہ کو بھی آئینہ دکھانا ہے کہ اسلام سے پہلے یونان اور اٹلی کو چھوڑ کر یورپ مکمل طور پر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور لوگ بالعموم جاہل، ان پڑھ اور وحشی اور گنوار تھے۔ اسلام سے پہلے عربوں کی بھی یہی حالت تھی۔ اسلام نے انھیں عزت دی

[1] القصص 28:4

اور وہ دنیا کی امامت کے حقدار ٹھہرے لیکن جب مسلمانوں کے فرمانرواؤں نے اسلام سے گریز کی روش اختیار کی، بدعات کا دورانیہ بڑھتا گیا اور سنت کی پابندی میں کمی ہوتی گئی حتی کہ وہ نام کے مسلمان رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت نافذ فرمائی کہ جاہل، ان پڑھ اور وحشی تاتاری اُن پر مسلط کر دیے اور انھوں نے فرعونی سیاست ایک دفعہ پھر دُہرائی۔ اور جب ان تاتاریوں کی حکومت قائم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے مخلص اہل علم وعمل اور اسلام کے سچے داعی پیدا کر دیے جن کی محنت شاقہ سے تاتاری مسلمان ہو گئے تو نئے سرے سے نئے لوگوں کے ہاتھوں اسلام پھیلا۔ کریمیا اور قازان کے تاتاری اور مغل ایسی ہی اقوام تھیں جن کی قوت اسلام کی قوت تھی لیکن مرورِ ایام کے ساتھ ان کی کمزوریوں نے غیر مسلموں کو دوبارہ جرأتمند بنا دیا حتی کہ مسلمانوں کے کئی صدیوں پر محیط انتشار وافتراق کے بعد اقوام یورپ کو مسلمان قوموں کو تہ تیغ کرنے اور غلام بنانے کا موقع مل گیا۔ اسلام کے نام پر قائم چھوٹی چھوٹی ریاستیں سب کی سب غلام بنا لی گئیں اور ڈیڑھ دو صدیوں کے دور غلامی کے بعد وہ ''آزاد'' بھی ہوگئیں مگر اُمت کا وقار اور دبدبہ بحال نہ ہوسکا۔ لیکن اسلام بہر حال ایک قوت ہے، اس نے اب پھر پہلے کی طرح امریکہ اور یورپ کے ایوانوں میں اپنی صدا بلند کرنا شروع کر دی ہے اور کچھ بعید نہیں کہ سارا یورپ اور امریکہ یا ان کے اکثر لوگ ایشیا اور افریقہ کی طرح ایک پکے ہوئے پھل کی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن رحمت میں آ گریں۔

اس سلسلے میں الحمدللہ مکتبہ دارالسلام نے وہ کام کیا ہے جو دوسرے مکاتب فکر نہ کر سکتے تھے۔ اور وہ تھا اسلام کا اصل آئینہ دکھانا جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے نام سے ہے اور جو رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمانے سے پہلے مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور ساری دنیا کے لیے بالعموم وراثت میں چھوڑا تھا اور حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرما دیا تھا کہ جب تک کتاب وسنت کو تھامے رکھو گے، کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

اور یہ سعادت الحمدللہ اہل حدیث وسنت ہی کو حاصل ہے کہ وہ لوگوں کی قیل وقال کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے بعد تیسرا درجہ دیتے ہیں، جب کہ دوسرے لوگ ائمۂ ہدایت کے اقوال ہی کو کتاب وسنت کی تشریح سمجھتے ہیں، اس لیے کتاب وسنت کو بطور بنیاد پیش کرنے کے بجائے بطور تائید پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دارالسلام کو یہ سعادت بخشی کہ وہ میدان میں آئے اور لوگوں کو اسلام کا اصلی چہرہ دکھائے تاکہ کوئی شخص اسلام لانا چاہتا ہو تو اس کا اسلام کلیسا کے مسموم پروپیگنڈے سے پاک، گمراہ کن آلودگیوں سے مبرا اور صاف ہو۔ اور واقعی دارالسلام کے ذریعے جو بات بالخصوص سامنے آئی وہ تھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اصلی تصویر جس کو دیکھ کر یورپ اور امریکہ کے نوجوان فدا ہو گئے اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہونے لگے۔ ان میں بہت بڑی تعداد حقیقت کی متلاشی لڑکیوں اور خواتین کی بھی ہے۔

ارباب کلیسا اور مذہبی اختلافات

مغرب کے اہل کلیسا غیروں بالخصوص مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگیں لڑتے چلے آرہے ہیں کیونکہ وہ صلیب کو مقدس مانتے ہیں، حالانکہ اگر صلیب نامی کوئی چیز قاتل عیسیٰ علیہ السلام تھی تو وہ تو دنیا کا منحوس ترین لکڑیوں کا ڈھیر ہوگا۔ اور قتل عیسیٰ علیہ السلام کو کفارہ گناہ کہنا تو معاذ اللہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ کے کسی دشمن کو قتل کر دینے سے مجاہد کے ذہن میں کفارۂ گناہ کا خیال آئے۔ دراصل یہودیوں نے اپنے زعم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا کر ان کے پیروکاروں کو کفارۂ گناہ کا سبق دے دیا جسے عیسائی اپنی علمی مرعوبیت کی وجہ سے اب تک تسلیم کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور مسلمانوں سے تو وہ ناراض ہی رہیں گے کہ مسلمان یہ کیوں کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مقتول ہونا تو درکنار، ابھی تو وہ فوت بھی نہیں ہوئے اور آسمانوں میں خروج دجال کا انتظار کر رہے ہیں جو کہ یہودیوں کا قومی لیڈر ہوگا۔ اس لیے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر اسے بھی قتل کریں گے اور

تمام یہودیوں کا بھی صفایا کر دیں گے۔عیسائیوں کے نزدیک مسلمانوں کا اس سے بڑا گناہ کیا ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے کفارے کی بنیاد ہی کو ختم کر رہے ہیں۔ اسی لیے صلیب کے نام پر مسلمانوں سے جنگ کی جارہی ہے۔دوسری طرف یہودیوں سے بڑھ کر عیسائیوں کا محسن کون ہوسکتا ہے جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ''قتل'' کروا کے بھی ان کے پیروکاروں کو کفارۂ گناہ کا معصومانہ سبق پڑھا دیا ہے۔ دراصل یہ یونانی یہودی پولس کی سازش تھی ۔یہ اسی سازش کا شاخسانہ ہے کہ پولس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر معاذ اللہ لعنت بھی بھیجے تو بھی روم شہر میں مقتول ہو کر سینٹ پال بن جائے اور مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ اور رسول بھی کہیں تو بھی معتوب رہیں۔ یہ ہے دلیل اس بات کی کہ ''اَلْحَقُّ مُرٌّ''......سچ کڑوا ہوتا ہے۔

مسیحی کلیسا جو دنیا میں بظاہر امن قائم کرنا چاہتا ہے، عراق، فلسطین، شام، افغانستان، بوسنیا، فلپائن، چیچنیا وغیرہ پر حملہ آور ہونے والوں کو کبھی عیسائیت سے خارج کرنے کے پروانے جاری نہیں کرے گا، حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معصومانہ الفاظ بائبل میں یہ ہیں کہ اگر کوئی تمھارے ایک رخسار پر طمانچہ مارے تو دوسرا رخسار بھی پیش کر دو کہ اس پر بھی مار لے، لیکن مسلمانوں کے معاملے میں عیسائیوں کو کوئی بات یاد نہیں رہتی۔ انہیں یاد نہیں آتا کہ عیسیٰ علیہ السلام فرما گئے تھے کہ ''دنیا کا سردار آرہا ہے! جب تک میں نہ جاؤں گا، وہ نہیں آئے گا۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس پیغمبر کا نام احمد بتا گئے وہ فارقلیط کے نام سے ان کی کتابوں میں موجود رہا۔لیکن پھر بھی عیسائی دنیا کو دھوکہ دیتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جو میرے بعد آئے گا میں اس کے جوتے کے تسمے کھولنے کو بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں لیکن انھوں نے تحریف کر کے یہ عبارت حضرت یحییٰ علیہ السلام کے نام کر دی تاکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صادق آسکے لیکن انجیل برنباس نے بھانڈا پھوڑ دیا، تاہم کلیسا اس انجیل کو مانتا ہی نہیں۔ اس طرح ارباب کلیسا نے سینکڑوں برسوں سے لوگوں کو گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔

انجیل کا لغوی معنیٰ ''بشارت'' ہے، اور بشارت آنے والی شخصیت کے متعلق ہوتی ہے نہ کہ اس کے متعلق جو کہ تاریخ کا حصہ بن گئی ہو۔ دراصل مبشرین کی یہ ڈیوٹی تھی کہ دنیا بھر کی قوموں کو محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق بشارت دیں کہ دنیا کا سردار آنے والا ہے، میں اس لیے جا رہا ہوں کہ وہ آ جائے۔ یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی قرآن کے الفاظ میں ایک مبشر تھے جنھوں نے اپنے بعد آنے والے احمد ﷺ کی آمد کی بشارت دی۔

اربابِ کلیسا اور نصرانیوں پر مظالم

عام عیسائیوں نے جب یہ دیکھا کہ پاپائے روم علم، حقائق اور صلاحیت ایمان وعمل کے دشمن ہیں تو انھوں نے مختلف فرقے بنا کر اپنے آپ کو پاپائی استبداد سے بچانے کی کوشش کی۔ لیکن چرچ نے لاکھوں کروڑوں عیسائیوں کو تہ تیغ کروا دیا۔ بعض زندہ جلا دیے گئے۔ تفصیل دیکھنے کے لیے ملاحظہ ہو: مناظرة بين الإسلام و النصرانية، مطبوع رياسة ادارات بحوث علمية رياض

اربابِ کلیسا کی سنگ دلی اور علم دشمنی

جناب محسن فارانی نے اہل کلیسا کی علم دشمنی کے کچھ واقعات جمع کر دیے ہیں جبکہ ''نوائے رابطہ'' کی حالیہ اشاعتوں میں بھی ان کی تفصیل چھپ چکی ہے۔ اور یہ بھی مسلّم ہے کہ کس طرح یہ لوگ اندلسی مسلمانوں کو زندہ جلاتے رہے اور انھوں نے پناہ لینے کے لیے مراکش جانے والے سینکڑوں مسلمانوں کو سمندر میں غرق کر کے اپریل فول منایا۔ بزدل شاہ انگلستان رچرڈ نے (جسے انگریز شیر دل رچرڈ کہتے ہیں) فلسطینی شہر عکہ (Acre) کے تین ہزار شہریوں کو، جو ہتھیار ڈال چکے تھے، میدان میں لا کر ہلاک کر دیا۔ ہسپانیہ کے چارلس پنجم نے تونس پر قبضہ کر کے 30 ہزار مسلمان شہید کر دیے اور ماضی قریب میں، برطانیہ کی سرپرستی میں یورپی

یہودیوں نے فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کرنے کے لیے دہشت گردی کی بدترین مثالیں پیش کیں مگر اب خود معصوم بن کر یہود و نصاریٰ مسلمانوں کو دہشت گرد کہہ رہے ہیں۔اب ان کی پالیسی یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان سائنس دان نے کسی وقت کسی مسلمان قوم، ملک یا فرد کے لیے کوئی کام کیا تو اسے گرفتار کر لیا جائے اور موت سے پہلے چھوڑا نہ جائے تا کہ آئندہ کوئی مسلمان کسی اسلامی ملک کے لیے قوت کا سبب نہ بن سکے۔انگریزوں نے جب ہندوستان پر یلغار کی تو وہ اہل علم اور اہل ہنر کو مروا دیتے تھے۔علماء کو تختہ دار سے لٹکایا گیا۔ڈھاکے کی نفیس ململ تیار کرنے والے کاریگروں کے انگوٹھے کاٹ دیے گئے تاکہ مانچسٹر کی ملوں کا کپڑا یہاں کھپ سکے۔جب اہلِ مغرب، علم، علماء، حقیقت، محققین، عقل اور سائنس دانوں سے اس قدر نفور اور ان کے دشمن ہوں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگوں کو حقیقت اسلام سے آگاہ ہونے دیں۔

لیکن یہ تو رب کائنات ہے جس نے علم کو انٹرنیٹ کے ذریعے ہر گھر میں پہنچا دیا ہے۔اسلام کے نام سے اب وہاں خدمت اسلام ہو رہی ہے جہاں پہلے صرف باطل قوتیں بدمعاشی پھیلا رہی تھیں۔اب اسلام کے حقائق کی چھان بین رصدگاہوں میں بھی ہو رہی ہے اور لیبارٹریوں میں بھی اسلام کے دعووں کا تجزیہ کیا جا رہا ہے۔

ذیل میں چند واقعات لکھوں گا کہ مجھے بھی اس مقدس فریضے کی بجا آوری میں حصہ ڈالنے کا موقع مل سکے۔اس کی ضرورت یوں پڑی کہ بعض تفاصیل جو مجھے نظر آئیں ان میں تکلف کا انداز معلوم ہو رہا تھا۔اکثر بات وہی ہے جو کہ فارانی صاحب نے لکھی ہے لیکن ایک بات جس زاویے سے لکھی وہ ذرا دقیق تھا اور قارئین کو جلد سمجھ نہ آ سکتا تھا۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور کتے کے لعاب کی سائنسی تحقیق

کتے کے لعاب سے آلودہ پانی اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق عصر حاضر کی سائنسی تحقیقات سامنے آئی ہیں۔چوک دالگراں (لاہور) مسجد قدس کا واقعہ ہے کہ حضرت محدث حافظ

محمد عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کے سامنے ہم زانوئے تلمذ تہ کیے بیٹھے تھے۔ وہ مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں فرمانے لگے کہ مصر میں ایک ڈاکٹر نے اس پانی کی، جس میں کتے نے منہ ڈالا تھا، خرد بین کے ذریعے تحقیق کی اور پتہ چلایا کہ اس پانی میں کتے کے لعاب کے جو جراثیم آ جاتے ہیں وہ مٹی کے سوا کسی اور چیز سے نہیں مرتے کیونکہ اس میں نوشادر ہوتا ہے۔ یہ جراثیم صرف نوشادر سے مرتے ہیں اور چونکہ زمین میں وافر مقدار میں نوشادر موجود رہتا ہے، اس لیے نبیٔ حکمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کا نام لے دیا تا کہ بازاروں میں نوشادر تلاش نہ کرنا پڑے۔

بعدازاں میں نے ''الرسالۃ المنار'' کے حوالے سے بعض مضامین پڑھے اور مجھے تفصیل معلوم ہوئی کہ ایک ڈاکٹر اور اس کی ڈاکٹر بیٹی دونوں فرانسیسی تھے اور مصر میں مقیم تھے۔ جب باپ نے یہ حدیث پڑھی تو فوری طور پر کتے کے سامنے ایک برتن میں پانی رکھ دیا۔ جب وہ اس کو پی چکا تو انھوں نے خردبین میں سے دیکھا کہ اس میں جراثیم موجود تھے۔ پانی گرا کر کئی بار دھویا گیا۔ ہر بار جراثیم برتن میں تھے حتی کہ جب مٹی سے مانجھا گیا اور اس کے بعد چیک کیا تو جراثیم نہ صرف مر چکے تھے بلکہ برتن بھی پاک ہو گیا تھا۔ اس پر دونوں فرانسیسی ڈاکٹر باپ بیٹی مسلمان ہو گئے۔

مکھی کے پروں والی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سائنسی تحقیق

فقہ اور قانون کے استاد شیخ عطیہ سالم رحمہ اللہ مدینہ یونیورسٹی میں ہمارے استاد فقہ اور مسجد نبوی میں استاد حدیث اور تفسیر تھے اور المحکمۃ الکبریٰ مدینہ منورہ میں جج تھے۔ انھوں نے ہمیں بتایا کہ ایک امریکی مسلمان ہو کر سفارت خانے کے ذریعے حکومت سعودیہ کا مہمان حاجی بن کر آیا اور میری ڈیوٹی لگی کہ میں اس کے ساتھ حج کروں۔ حج سے فارغ ہو کر ہم ایک دن منیٰ میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ میری پیالی میں ایک مکھی آ پڑی۔ میں نے ڈبو کر اسے باہر پھینک دیا اور چائے پینے لگ گیا۔ اس نے حیران ہو کر پوچھا کہ یہ کیا کیا؟ میں نے کہا کہ اس بارے

میں حدیث آئی ہے۔اس نے یہ سن کر زور زور سے تکبیر پڑھنی شروع کر دی۔اب تعجب کرنے کی میری باری تھی تو اس نے بتایا کہ دوسری جنگ عظیم میں کچھ زخمی لائے گئے جن کے زخم ایک ہی نوعیت کے تھے لیکن بعض کو جلد آرام آ گیا اور دوسرے زخمیوں کے زخم دیر سے مندمل ہوئے۔اس پر ڈاکٹروں کے دل میں خیال آیا کہ ان وجوہ کی تلاش کی جائے جن کی بنا پر کچھ کو جلد آرام آ گیا اور دوسروں کو ابھی آرام نہیں آیا۔غور کرنے سے پتہ چلا کہ جن کو جلد آرام آ گیا،ان کے زخموں میں پیپ تھی جس پر مکھیوں کی آمد ہوتی ہے۔بس پھر کیا تھا،مکھی کا پوسٹ مارٹم اور تجزیہ(Analysis) شروع ہو گیا حتی کہ ڈاکٹر اس فارمولہ پر پہنچے کہ مکھی کے ایک پر میں ایسا زہر پایا جاتا ہے جس کا تریاق صرف دوسرے پر میں ہوتا ہے۔ اگر مکھی مشروب میں پڑ جائے تو اسے ڈبو دیں،اس سے مشروب جراثیم سے پاک ہو جائے گا۔اس کے بعد آپ برتن استعمال کریں اور مشروب پی جائیں یا بہا دیں،اور نہ پئیں تو آپ کی مرضی کیونکہ برتن اور پانی دونوں صاف ہو چکے ہیں۔بصورت دیگر دنیا کی کوئی چیز اس زہر کا تریاق نہیں بن سکتی۔کتنی ہی کوشش کر لیں،نہ برتن صاف ہو گا نہ مشروب۔

زمینی پلیٹوں کے بارے میں قرآنی سبقتِ علم

آج جیالوجی کے ماہرین زمین کی پلیٹوں کا ذکر کر رہے ہیں جنھیں پہاڑوں کی میخوں سے اپنی جگہ پر قائم کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ﴾

”زمین میں ایک دوسرے کے ہمسایہ قطعات (پلیٹیں) ہیں۔“[1]

سطح زمین پر آج جو الگ الگ براعظم ہیں، یہ سب پہلے یکجا تھے اور ایک دوسرے سے

[1] الرعد 4:13

جڑے ہوئے تھے یعنی تمام خشکی علیحدہ تھی اور اس کے ہر طرف پانی تھا۔ پھر یہ براعظم ٹوٹ کر ایک دوسرے سے دور ہوتے گئے، جیسے مغربی افریقہ کی خلیج گنی کے نقشے سے صاف ظاہر ہے کہ جنوبی امریکہ کے ملک برازیل کا شمال مشرقی کونا افریقہ کے ساحل گنی سے ٹوٹ کر الگ ہوا ہوگا۔ یوں امریکہ دور جا بیٹھا۔ اسی طرح آسٹریلیا پاؤں میں جالگا اور یورپ جزیرہ نما بن کر رہ گیا۔

یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ زمینی پلیٹوں کے نظریے کا انکشاف قرآن مجید نے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے کر دیا تھا۔ یہ اللہ سبحانہ کی نوبہ نو حکمتیں ہیں جو آشکار ہو رہی ہیں۔

ایٹمی قوت کا انکشاف

"مناظرة بين الإسلام و النصرانية" جو کہ خرطوم میں ہوا تھا اور اس کے بعد تمام عیسائی مناظر مسلمان ہو گئے تھے، اس میں علمائے اسلام نے مناظرے کے دوران میں اس بیان کا انکشاف کیا تھا کہ سب سے پہلے ایٹمی طاقت کا انکشاف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے دیکھنے میں آیا ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا: اگر ذرے کو پھاڑیں تو اس سے سورج نکلے گا۔ اور بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ کے کلام سے یہ حوالہ بھی انھوں نے دیا کہ کسی ذرّے کو چیریں تو اس سے عالم اصغر نکلے گا۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ نے بھی اپنی مشہور نظم "طلوع اسلام" میں کہا تھا:

لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

پانی کی دو قسموں کا آپس میں نہ ملنا

یہ تو قارئین آگے دیکھیں گے ہی لیکن ایک اور حقیقت بھی اب مسلمان انجینئر لوگ بتا رہے ہیں کہ گندا پانی لے کر اگر اس میں سے کسی طریقے سے گندگی کے آثار اور جراثیم دور کر دیے جائیں تو پانی دوبارہ پاک ہو جاتا ہے۔ اور ایک دوسرے پروفیسر کہہ رہے تھے کہ اگر بہت بڑی طاقتور خردبین سے دیکھیں تو آپ کو صاف پانی کے دھارے علیحدہ نظر آئیں گے جبکہ گندگی کے

کے دھارے علیحدہ دکھائی دیں گے۔ ان انکشافات کے پس منظر میں رسول اللہ ﷺ کا ڈیڑھ ہزار سال پہلے بتایا ہوا نسخہ آج بھی اپنی صحت کا لوہا منوا چکا ہے:

اَلْمَاءُ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ.

”پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز پلید نہیں کر سکتی۔“[1]

فارانی صاحب کے مطابق سمندروں اور جھیلوں وغیرہ سے کروڑوں ٹن کی مقدار میں پانی اوپر اٹھ کر بالائی فضا میں ٹھنڈا ہونے کے بعد بعینہ واپس برستا ہے لیکن قرآن مجید کے حوالے اور احادیث کی روایات کے مطابق ان بادلوں میں الوہی پیغام بھی ہوتے ہیں کہ فلاں جگہ جا کر بارش برسا دو اور ہواؤں کے ذریعے بھی، جو بادلوں کو دھکیل رہی ہوتی ہیں، بہت سی قوتیں اور کھادیں آسمان سے اتر کر بادلوں میں اور بادلوں سے اتر کر زمین میں داخل ہو جاتی ہیں۔

جیسا کہ فارانی صاحب نے پودوں کے بارے میں لکھا ہے کہ پودوں کا حمل ہواؤں اور مکھیوں اور بھونروں وغیرہ کے ذریعے قرار پاتا ہے، اسی طرح یہ آسمانی رزق جو ہواؤں کے ذریعے اور بارش کے ساتھ نازل ہوتا ہے وہ بھی اس بات پر ایمان لانے کو فرض قرار دیتا ہے:

﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ﴾

”تمھارا رزق آسمانوں میں ہے۔“[2]

آخر میں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ سائنس نے ساری فضا طے نہیں کی کہ رصدگاہوں کے ذریعے جو کچھ انھیں دکھائی دیتا ہے وہ مکمل طور پر اس طرح دکھائی نہیں دے سکتا جس طرح کہ ہدف پر پہنچ کر انھیں کسی چیز کا پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح آسمانوں کے وجود کے بارے میں تحقیقات سامنے آئی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ زمین کے اردگرد سات خولوں کی شکل

---

[1] سنن أبي داود، الطهارة، باب مَاجَاءَ فِيْ بِئْرِ بُضَاعَةَ، حديث: 66

[2] الذاريات 51:22

میں جو کچھ ہے وہی آسمان ہیں، یہ غلط ہے کیونکہ یہ زیادہ سے زیادہ سبع طرائق ہو سکتے ہیں، یعنی سات راستے، جبکہ آسمان ٹھوس چیز ہیں۔ ان کے دروازے ہیں جن پر پہرے دار ہیں۔ وہ ایک ہزار نوری سال کی مسافت پر بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

مَسِيرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ

"پانچ سو برس کی مسافت۔"[1]

اور آنے جانے کی دونوں راہیں طے کرنے کے لیے ایک ہزار سال درکار ہیں۔

لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ میسرہ یا مسافت کس چیز کی ہوگی۔ اونٹ کی ہے، گاڑی کی ہے یا کسی ہوائی جہاز کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پردۂ راز میں رکھا ہے۔ ہوسکتا ہے سواری کی پہلی اقسام کے پیش نظر جیسے جیسے لوگ اپنی تحقیقات میں سواریوں میں آگے جا رہے ہیں، ویسے ویسے یہ آسمان بھی ہم سے اتنی ہی سرعت سے دور ہوتے جا رہے ہوں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴾ (47)

"ہم نے آسمان کو قوت سے بنایا ہے اور ہم اسے وسعت دے رہے ہیں۔"[2]

یعنی جب لوگ اونٹ پر سفر کرتے تھے، ممکن ہے آسمان اس وقت اونٹ کے پانچ صد برس کے فاصلے پر ہوں اور جب لوگوں نے راکٹوں میں سفر شروع کر دیا تو ممکن ہے یہ راکٹوں کی رفتار کے اعتبار سے پانچ سو برس کے فاصلے پر چلے گئے ہوں۔ اور اگر انسان نے نوری سالوں کے حساب سے بہت تیز سفر کرنا سیکھ لیا تو اللہ کے فرشتے تو اور بھی زیادہ تیز دوڑ سکتے ہیں، اس لیے ہمارے لیے آخر میں یہ کہنا ہی روا ہوگا کہ اَلعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ (علم اللہ ہی کے پاس ہے۔!)

---

[1] جامع ترمذی، صفة الجنة، باب ماجاء في صفة ثياب أهل الجنة، ح: 2540، بقول شیخ البانی ؒ استنادی حیثیت سے یہ روایت مرفوعاً کمزور ہے لیکن سلف میں چند علماء نے سورۃ السجدہ کی آیت نمبر ۵ کی تفسیر میں یہی مفہوم پیش کیا ہے۔ واللہ اعلم! (کیلانی سپرا) [2] الذاریات 47:51

آخر میں پھر دارالسلام اور مولانا فضیلۃ الشیخ عبدالمالک مجاہد اور حافظ عبدالعظیم اسد کے اس عظیم منصوبے کی داد دیتا ہوں کہ انھوں نے فارانی صاحب سے نہایت ضروری کام لیا جو کہ وقت کی اشد ضرورت تھا۔ اللہ تعالیٰ سب کی کاوشیں قبول و منظور فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ وَ بَارَكَ عَلٰى نَبِيِّنَا وَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ .

ابو محمد عبدالسلام کیلانی مدنی سپرا
(فاضل مدینہ یونیورسٹی)
(سابق مدرس علماء اکیڈمی، بادشاہی مسجد، لاہور، پاکستان)
مدیر مرکز عائشہ الاسلامی جنجا، یوگنڈا (افریقہ)
مدیر فاطمہ اکیڈمی، چاندی کوٹ، ضلع ننکانہ، پاکستان

14 شعبان المعظم 1427ھ / 8 ستمبر 2006ء

باب 1

قرآن مجید اور سائنس کے اعترافات

قرآن: تحریف سے پاک دنیا کی واحد کتاب

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو کئی معجزے اور کئی شواہد عطا کیے جو اس امر کا ثبوت ہیں کہ آپ اللہ کے بھیجے ہوئے سچے نبی ہیں۔ اللہ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید کو بھی کئی معجزوں کے ساتھ نازل کیا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قرآن اللہ کی وحی ہے جو اس نے انھی الفاظ میں نبی ﷺ پر نازل کی اور کسی انسان نے اسے تصنیف نہیں کیا۔ اس باب میں ایسے ہی معجزاتی شواہد زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے فرشتہ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے آخری نبی محمد ﷺ پر نازل کیا۔ حضرت محمد ﷺ اسے یاد کر لیتے اور پھر اپنے اصحاب کو لکھوا دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے یاد کرتے، تحریر کر لیتے اور نبی ﷺ کے ساتھ ساتھ دہرایا کرتے تھے۔ مزید براں رسول ﷺ سال میں ایک بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید دہرایا کرتے اور اپنی زندگی کے آخری سال آپ نے دو بار ایسا کیا۔ جب قرآن پاک کا نزول ہوا، اس وقت سے اب تک ہمیشہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد رہی ہے جنھوں نے پورا قرآن مجید لفظ بہ لفظ حفظ کیا۔ ان میں سے بعض نے تو دس برس کی عمر سے پہلے سارا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اور یہ قرآن مجید کا معجزہ ہے کہ اس دوران میں اس کا ایک لفظ بھی تبدیل نہیں ہوا۔ حفظ و حفاظت کی یہ خوبی صرف قرآن مجید کے ساتھ خاص ہے اور دنیا کی کوئی اور کتاب اس خصوصیت کی حامل اور تحریف و تبدل سے پاک نہیں۔

قرآن کریم جو چودہ صدیاں پہلے نازل کیا گیا تھا، اس میں ایسے حقائق بیان کیے گئے ہیں جو حال ہی میں سائنسدانوں نے دریافت کیے ہیں یا انھیں تجرباتی طور پر ثابت کیا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا اور یہ کہ قرآن کو نبی ﷺ یا کسی اور انسان نے تصنیف نہیں کیا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ حقیقتاً اللہ کے مبعوث نبی ہیں کیونکہ یہ بات عقل سے بالا ہے کہ کوئی شخص چودہ صدیاں پہلے ان حقائق کا علم رکھتا ہو جو حال ہی میں ترقی یافتہ سازوسامان اور جدید ترین سائنسی طریقوں سے دریافت یا ثابت ہوئے ہیں۔

انسانی جنین کا ارتقا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ انسانی جنین کے ارتقا کے مراحل یوں بیان فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝﴾

''بلاشبہ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ قرار گاہ (رحم مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم نے نطفے کو خون کی پھٹکی بنایا، پھر ہم نے پھٹکی کو لوتھڑے میں ڈھالا، پھر ہم نے لوتھڑے سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے اسے ایک اور ہی صورت دے دی، چنانچہ بڑا بابرکت ہے اللہ جو سب سے عمدہ بنانے والا ہے۔''[1]

لغوی اعتبار سے عربی لفظ عَلَقَة کے تین معنی ہیں: (3) جونک (2) معلق شے (1) خون کی پھٹکی۔ علقہ یعنی خون کی پھٹکی کے مرحلے میں جنین(Embryo) کا جونک سے موازنہ کریں تو ان دونوں میں ہمیں مشابہت نظر آتی ہے، جیسا کہ ہم شکل(1) میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس مرحلے میں جنین ماں کے خون سے غذائیت حاصل کرتا ہے، اور یہ عمل جونک کے طرزِ عمل سے مشابہ

---

[1] المؤمنون 23:12-14
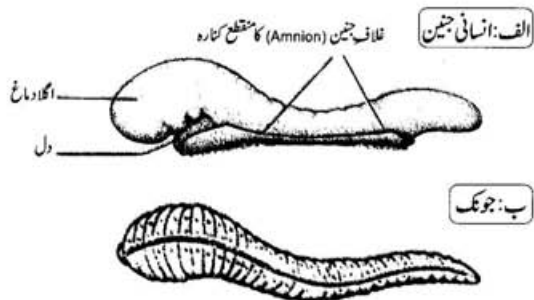
شکل 1

مرحلۂ علقہ میں انسانی جنین اور ایک جونک کے مابین ظاہری مشابہت

شکل 2

مرحلۂ علقہ میں جنین ماں کے رحم کے اندر معلق ہے

شکل 3

مرحلۂ علقہ میں تقریباً 15 روز پرانا جنین (B) رحم (A) کے اندر معلق ہے

ہے جو دوسروں کے خون سے غذا حاصل کرتی ہے۔

علقہ کے دوسرے معنی ''معلق چیز'' کے ہیں۔ شکل (2) اور شکل (3) میں ہمیں جنین رحم مادر کے اندر مرحلۂ علقہ کے دوران میں لٹکا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ شکل (3) ایک فوٹو مائیکروگراف ہے، اس میں نظر آنے والا علقہ تقریباً 15 دن کا ہے اور اس کی اصل جسامت تقریباً 0.6 ملی میٹر ہے۔

علقہ تیسرے معنی میں ''خون کی پھٹکی'' ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس مرحلے میں جنین کی بیرونی شکل اور اس کی تھیلیاں خون کی پھٹکی سے مشابہ ہیں (دیکھیے شکل نمبر 4)۔ اس شکل میں مرحلۂ علقہ کے دوران میں جنین کے اندر ابتدائی قلبی عروقی نظام (Cardiovascular System) دیکھا جاسکتا ہے۔ اس مرحلے میں جنین کے اندر خون گردش نہیں کرتا اور تیسرے ہفتے کے اختتام تک یہی صورت حال رہتی ہے۔ یوں اس مرحلے میں جنین خون کی پھٹکی جیسا ہوتا ہے۔

اس طرح علقہ کے تین معانی اس مرحلے میں جنین کی تین ہیئتوں سے ٹھیک ٹھیک مطابقت رکھتے ہیں۔ آیت قرآنی میں بیان کردہ تیسرا مرحلہ مضغہ ہے۔ عربی لفظ مُضْغَہ کے معنی ''چبایا ہوا مواد'' کے ہیں۔ اگر ہم گوند (Gum) کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھ کر چبائیں اور پھر اس کا مرحلۂ مضغہ کے جنین سے موازنہ کریں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اس مرحلے میں جنین کسی چبائے ہوئے مواد کی شکل سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ جنین کی پشت پر ننھے سومائٹس (Somites) کی موجودگی ہے جو کسی چبائے ہوئے مواد میں
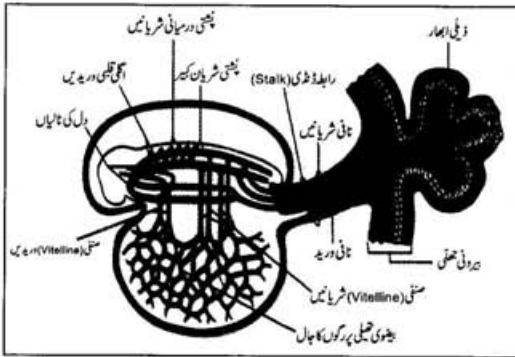
شکل 4- مرحلۂ علقہ میں ابتدائی قلبی عروقی نظام دکھایا گیا ہے۔ جنین میں بڑی مقدار میں خون موجود ہونے کے باعث جنین اور اس کی تھیلیوں کی بیرونی شکل خون کی پھٹکی سے مشابہ ہے۔

دانتوں کے نشانات سے قدرے مشابہ ہوتے ہیں۔(دیکھیے اشکال نمبر 5 اور 6)

سوال یہ ہے کہ تقریباً چودہ سو برس پہلے حضرت محمد ﷺ کو یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہوسکتی تھیں جو سائنسدانوں نے حال ہی میں ترقی یافتہ سازوسامان اور طاقتور خُرد بینیں استعمال کر کے دریافت کی ہیں اور جو اُس زمانے میں موجود نہ تھیں؟ ہام اور لیون ہاک پہلے یورپی سائنسدان تھے جنھوں نے 1677ء میں (نبی ﷺ سے 1045 سال بعد) ایک ترقی یافتہ خردبین استعمال کر کے انسانی منوی خلیات (Spermatazoa) کا مشاہدہ کیا۔

شکل 5- مرحلۂ مضغہ میں 28 دن کے جنین کا فوٹو۔ اس مرحلے میں جنین چبائے ہوئے مواد کے مشابہ ہوتا ہے۔ جنین کی اصل جسامت 4 ملی میٹر ہوتی ہے۔

شکل 6- مرحلۂ مضغہ میں جنین اور چبائی ہوئی گوند میں مشابہت

(الف) مرحلۂ مضغہ میں جنین کا خاکہ۔ جنین کی پشت پر دانتوں کے نشانات جیسے سومائٹس (Somites) نظر آتے ہیں جن سے ریڑھ کی ہڈی تشکیل پاتی ہے۔

(ب) چبائی ہوئی گوند کا فوٹو
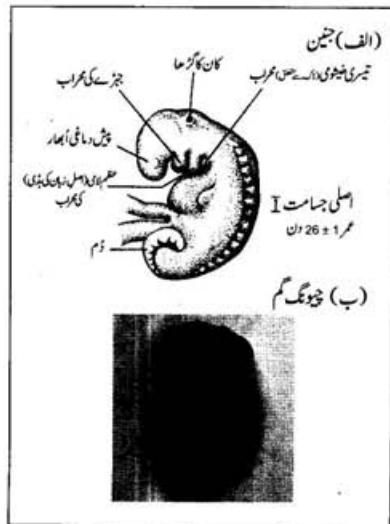
انھوں نے غلط طور پر یہ خیال کیا کہ منوی خلیے میں ایک بہت چھوٹا پیشگی ساختہ انسان پنہاں ہوتا ہے جو اس وقت نشوونما پانے لگتا ہے جب وہ نسوانی تناسلی نالی (Female Genital Tract) میں داخل ہوتا ہے۔ [1]

پروفیسر ایمریطس کائتھ ایل مور علم تشریح اعضا (Anatomy) اور علم جنین (Embryology) کے شعبوں میں دنیا کے نمایاں ترین سائنسدان ہیں اور ''ترقی پذیر انسان'' (The Devloping Human) نامی کتاب کے مصنف ہیں جس کا آٹھ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ کتاب سائنسی حوالے کی تصنیف ہے اور امریکہ میں ایک خصوصی کمیٹی نے اس کا انتخاب کر کے اسے ایک شخص کی تصنیف کردہ بہترین کتاب قرار دیا۔ ڈاکٹر کائتھ کینیڈا کی ٹورونٹو یونیورسٹی میں ''علم تشریح اعضا اور خلوی حیاتیات'' (Anatomy and Cell Biology) کے پروفیسر ایمریطس ہیں۔ وہ وہاں مبادیاتی سائنسوں (Basic Sciences) کے ایسوسی ایٹ ڈین تھے اور آٹھ سال شعبۂ علم تشریح اعضا کے چیئرمین رہے۔ 1984ء میں انھیں کینیڈا میں علم تشریح اعضا کے شعبے میں ممتاز ترین ایوارڈ ''جے سی بی گرانٹ ایوارڈ'' دیا گیا جو کینیڈین ایسوسی ایشن آف اناٹومسٹس نے پیش کیا۔ وہ کئی بین الاقوامی انجمنوں کے ڈائریکٹر رہے، مثلاً کینیڈین اینڈ امریکن ایسوسی ایشن آف اناٹومسٹس اور کونسل آف دی یونین آف بائیولوجیکل سائنسز۔

1981ء میں دمام (سعودی عرب) میں ساتویں طبی کانفرنس کے اجلاس میں پروفیسر مُور نے کہا:

''انسانی ارتقا کے بارے میں قرآن کے بیانات کی وضاحت میں مدد لیتے ہوئے مجھے بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ مجھ پر یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ یہ بیانات محمد ﷺ پر اللہ کی طرف سے القا ہوئے ہوں گے کیونکہ یہ تمام علم کئی صدیاں بعد دریافت ہوا۔ اس سے میرے نزدیک ثابت ہوتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔''

---

[1] ڈویلپنگ ہیومن، مور اینڈ پرساد، پانچواں ایڈیشن، ص 9

اس کے بعد پروفیسر مُور سے سوال پوچھا گیا: ''کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے؟'' انھوں نے جواب دیا: ''یہ حقیقت تسلیم کرنے میں مجھے کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔''

ایک اور کانفرنس کے دوران میں پروفیسر مُور نے کہا:

''چونکہ انسانی جنین کے ارتقا کے دوران میں تبدیلی کے مسلسل عمل کے باعث اس کے مختلف مراحل خاصے پیچیدہ ہیں، یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ قرآن اور سنت [1] میں بیان کردہ اصطلاحات استعمال کرتے ہوئے ان مراحل کی درجہ بندی کا ایک نیا نظام وضع کیا جائے۔ مجوزہ نظام سادہ، جامع اور موجودہ علم الجنین سے ہم آہنگ ہے۔ گزشتہ چار سال میں قرآن اور حدیث [2] کے بالاستیعاب مطالعے سے مجھ پر انسانی جنین کے مختلف مراحل کی درجہ بندی کے جس نظام کا انکشاف ہوا ہے وہ اس لیے حیران کن ہے کہ یہ ساتویں صدی عیسوی میں ریکارڈ ہوا تھا۔ اگرچہ علم الجنین کے بانی ارسطو نے چوتھی صدی قبل مسیح میں مرغی کے انڈوں کے مطالعے سے یہ نتیجہ نکالا کہ چوزے کا جنین مراحل میں ارتقا پاتا ہے مگر وہ ان مراحل کی کوئی تفصیل پیش نہ کر سکا۔ جہاں تک علم الجنین کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے، بیسویں صدی تک انسانی جنین کے مراحل اور اُن کی درجہ بندی کے بارے میں بہت کم معلومات حاصل تھیں۔ اس وجہ سے قرآن میں بیان کردہ انسانی جنین کی تفصیلات ساتویں صدی کے محدود علم پر مبنی نہیں ہوسکتیں۔ اس سے ایک ہی بدیہی نتیجہ نکلتا ہے: یہ تفصیلات اللہ نے محمد ﷺ پر وحی کی تھیں اور آپ ﷺ کو اس سے پہلے ان کا علم نہ تھا کیونکہ آپ اُمّی تھے اور آپ نے کوئی سائنسی تربیت نہ لی تھی۔''

---

[1] نبی ﷺ نے جو فرمایا، جو کیا یا جس کی تائید کی وہ اصطلاحی طور پر ''سنت'' کہلاتا ہے۔

[2] نبی ﷺ نے جو فرمایا، جو کیا یا جس کی تائید کی اور کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اسے بیان کیا، اس کی باسند روایت پر ''حدیث'' کا اطلاق ہوتا ہے۔

جیسا کہ اُوپر ذکر ہوا سترھویں صدی عیسوی کے سائنسدان جنھوں نے پہلی بار انسانی نطفے کا تفصیلی خردبینی مطالعہ کیا، وہ غلط طور پر یہ سمجھتے تھے کہ انسانی خلیۂ منویہ کے اندر ہی ایک نہایت چھوٹا انسان پنہاں ہوتا ہے جو رحم مادر میں نشوونما پا کر مکمل انسانی بچہ بن جاتا ہے جبکہ آج کی میڈیکل سائنس قطعی طور پر کہتی ہے کہ جب مرد کا نطفہ (خلیۂ منویہ) عورت کے بیضہ میں داخل ہو کر اسے بارور کرتا ہے تو نئے انسان کا پہلا خلیہ یا جفتہ (Zygote) وجود میں آتا ہے۔ قرآن رحم مادر کے اندر جفتے کو نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ ''مخلوط نطفہ'' کہتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝﴾

''یقیناً (ہر) انسان پر زمانے کا ایک دور ایسا بھی گزرا جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ بے شک ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں اور اس (غرض کے) لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔''[1]

گویا جس طبی حقیقت کا اثبات میڈیکل سائنس نے تھوڑا عرصہ پہلے کیا، قرآن مجید نے اس کا انکشاف چودہ صدیاں پہلے کر دیا تھا۔

قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ انسان کو حقیر پانی کے ست (سُلالہ) سے پیدا کیا گیا ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ۚ﴾

''پھر اس (انسان) کی نسل حقیر پانی کے ایک جوہر سے چلائی۔''[2]

قرآن کے بیان کے مطابق وہ رطوبت (ماء مهين) نسوانی انڈے کو بارور نہیں کرتی جس میں نطفے کے جرثومے یا تولیدی خلیے (Spermatozoa) تیر رہے ہوتے ہیں بلکہ یہ

---

[1] الدهر 76:1-2 [2] السجدة 32:8

تو اس کا صرف ست (Extract) یعنی ایک جرثومہ ہوتا ہے جو انڈے کو بارور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات یقینی ہے کہ مرد کا نطفہ اس کی مرضی اور اختیار سے پیدا نہیں ہوتا اور نہ عورت کے جسم میں بیضہ اس کی مرضی واختیار سے پیدا ہوتا ہے بلکہ انھیں تو اس سارے عمل کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ لَا تُصَدِّقُوْنَ ○ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ○﴾

"ہم نے تمھیں پیدا کیا، پھر تم اس کا اقرار کیوں نہیں کرتے؟ کبھی تم نے غور کیا کہ یہ نطفہ جو تم ڈالتے ہو، اس سے وہ (بچہ) تم بناتے ہو یا اس کے بنانے والے ہم ہیں؟"[1]

مرد اور عورت کے تولیدی خلیات کی تخلیق، ان کا ملاپ اور پھر اس مخلوط خلیے کو انسانی شکل دینا خالق کائنات کا عظیم معجزہ ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات بہت حیران کن ہے کہ انسانی نطفہ مرد کے جسم کے "باہر" خصیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نطفے یا مادۂ منویہ کی پیدائش اس وقت ممکن ہوتی ہے جب اس کے لیے عام جسمانی درجۂ حرارت کی نسبت دو درجے کم حرارت والا ماحول میسر ہو۔ درجۂ حرارت کو اس سطح پر قائم رکھنے کے لیے مرد کے خصیوں کے اوپر ایک خاص قسم کی کھال ہوتی ہے جو کم درجۂ حرارت پر سکڑتی اور زیادہ درجۂ حرارت پر پھیلتی ہے۔ ظاہر ہے مرد دو درجے کے فرق کا نازک توازن خود قائم نہیں رکھ سکتا اور نہ اس میں باقاعدگی لا سکتا ہے بلکہ اسے تو اس عمل کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

انسانی نطفہ (مادۂ منویہ) خصیوں میں 1000 خلیات فی منٹ کی شرح سے پیدا ہوتا ہے اور عورت کی بیضہ دانی تک پہنچنے کے لیے ہر خلیے (جرثومے) کو ایک خاص شکل دی جاتی ہے،

[1] الواقعة 56:57-59

پھر جنسی ملاپ کے وقت نطفے کا سفر یوں طے پاتا ہے جیسے وہ اس جگہ سے ''واقف'' ہو جہاں اسے پہنچنا ہے۔ نطفے کے ہر خلیے کا ایک سر، ایک گردن اور ایک دم ہوتی ہے۔ اس کی دم رحم مادر میں داخل ہونے میں مچھلی کے مانند اس کی مدد کرتی ہے۔ اس کے سر والے حصے میں بچے کے مُورثی کوڈ (Genetic Code) کا ایک حصہ ہوتا ہے جو ایک خاص حفاظتی جھلی میں لپٹا ہوتا ہے۔ یہ حفاظتی ڈھال اس وقت کام آتی ہے جب نطفہ رحم مادر میں داخل ہونے والے راستے میں پہنچتا ہے جہاں کا ماحول تیزابی ہوتا ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ نطفے کے جرثوموں کو حفاظتی ڈھال سے ڈھانپنے والا خالق کائنات ہی ہے اور اسی نے رحم مادر کے راستے کو تیزابی ماحول فراہم کیا ہے تاکہ ماں کو مُضر خردبینی جراثیم سے تحفظ دیا جائے۔

جب بیضے (انڈے) کو بارور کرنے والا نطفہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو انڈہ ایک خاص رطوبت خارج کرتا ہے جو نطفے کے ایک جرثومے کی حفاظتی جھلی کو تحلیل کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس جرثومے کی سطح پر موجود خامروں (Enzymes) کی تھیلیوں کے منہ کھل جاتے ہیں اور ان سے خارج ہونے والے خامرے بیضے کی جھلی میں سوراخ کر دیتے ہیں تاکہ جرثومہ اندر داخل ہو سکے۔ انڈے کے اردگرد موجود نطفے کے جرثومے (خلیات) اندر داخل ہونے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں مگر عموماً ایک جرثومہ بیضے کو بارور کرتا ہے۔

باروری کے نتیجے میں جو مخلوط نطفہ یا جفتہ بنتا ہے وہ رحم مادر سے چمٹ کر غذائیت حاصل کرنے لگتا ہے اور اس کی تقسیم در تقسیم کے عمل سے خلیات نشوونما پا کر آخر کار ''گوشت کا ٹکڑا'' بن جاتے ہیں۔ انسانی جنین کی ساخت اور اس کے تدریجی مراحل چودہ صدیاں پہلے کسی کے علم میں نہ تھے مگر قرآن حکیم نے اس کے بارے میں واضح اشارے بیان کیے، چنانچہ قرآن میں رحم مادر کے اندر نشوونما پانے والے ''جفتے'' کو علق (جمے ہوئے خون کا لوتھڑا) کہا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴾

''پڑھیں (اے نبی!) اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیں اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔''[1]

﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی ؕ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ۙ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ۙ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ؕ﴾

''کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ ایک حقیر پانی کا نطفہ نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر وہ خون کا ایک لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اس کا جسم بنایا اور اس کے اعضا درست کیے، پھر اس سے مرد اور عورت کا جوڑا بنایا۔''[2]

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا عربی لفظ ''علق'' کے معنی ہیں جونک یا کوئی ایسی چیز جو کسی جگہ سے چمٹ جائے، چنانچہ رحم مادر کی دیوار سے جفتے کے چمٹنے اور پرورش پانے کا مفہوم ادا کرنے کے لیے قرآن میں یہ لفظ استعمال کیا گیا۔ رحم مادر سے پوری طرح چمٹ جانے کے بعد جفتے کی نشوونما شروع ہوتی ہے اور اس دوران میں رحم مادر ایک ایسے سیال مادے سے بھر جاتا ہے جس کا کام بچے کو باہر کی ضربوں اور چوٹوں سے محفوظ رکھنا ہے۔ قرآن کریم میں یہ طبی حقیقت یوں بیان کی گئی ہے:

﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۙ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۙ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۙ﴾

''کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ اور ایک مقررہ مدت تک ہم نے اس (جنین) کو ایک محفوظ جگہ ٹھہرائے رکھا۔''[3]

---

[1] العلق 96:1-3 [2] القیامة 75:36-39 [3] المرسلات 77:20-22

بارآوری (Fertilization) کے بعد بچے کی نشوونما تین جگہ ہوتی ہے:

- فیلوپی نالی: یہاں انڈا اور نطفے کا جرثومہ یکجا ہوتے ہیں۔
- رحمِ مادر کی اندرونی دیوار جس سے جفتہ چمٹ کر نشوونما حاصل کرتا ہے۔
- سیال مادے سے بھری تھیلی جس میں جنین نشوونما پاتا رہتا ہے۔

اس کا ذکر کلام الٰہی میں یوں آیا ہے:

﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○﴾

''وہ تمھیں ماؤں کے پیٹوں میں یکے بعد دیگرے تین تین پردوں کے اندر پیدا کرتا ہے۔ وہی اللہ تمھارا رب ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کدھر بھٹک رہے ہو؟''[1]

قرآن مجید میں انسانی جنین کی مرحلہ وار تخلیق کی جو تفصیل دی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تخلیق ایک ایسی قوت کے ہاتھوں عمل میں آتی ہے جو اس کی جزئیات تک سے واقف ہے۔ ظاہر ہے وہ قوت، وہ منبع حیات ذات باری تعالیٰ ہے جس نے اپنے پاکیزہ کلام میں 14 صدیاں پہلے وہ دقیق طبی حقائق اشارتاً بیان کر دیے جو بنی نوع انسان پر حال ہی میں آشکار ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن فی الحقیقت اللہ کا کلام ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن کریم کوئی سائنس یا طبیعی علوم کی کتاب نہیں بلکہ یہ تو کتاب ہدایت ہے جو انسان کو خالق کون و مکان کی معرفت و اطاعت اور کرۂ ارض پر زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہے، تاہم انسانوں کو سمجھانے کے لیے اس میں جا بجا بطور دلیل و نصیحت سابقہ اقوام کے احوال، مستقبل کے اشارات اور طب و سائنس کے بعض دقیق

---

[1] الزمر 6:39

نکات بیان کر دیے گئے ہیں۔

رحم مادر میں جنین کے ارتقائی مراحل بھی حیران کن ہیں۔ ابتدا میں ایک جیسے خلیات ہوتے ہیں مگر ارتقا کے ساتھ ساتھ کچھ خاص خلیے تشکیل پانے لگتے ہیں۔ روشنی کے لیے حساس کچھ خلیے آنکھ کی بناوٹ میں کام آتے ہیں اور کچھ اور خلیے سردی، گرمی اور درد کے لیے حساس ہوتے ہیں۔ اور کچھ خلیے آواز کی لہروں کے لیے بڑے حساس ہوتے ہیں جو کان کا پردہ تشکیل دیتے ہیں۔ یہ سارا فرق ان خلیوں میں خود بخود پیدا نہیں ہو جاتا بلکہ صانع فطرت اللہ تعالیٰ کی کارسازی ہے اور وہی یہ فیصلہ کرتا ہے کہ سب سے پہلے انسانی دل بنے یا انسانی آنکھ۔ بچہ رحم مادر میں ابتدا سے لے کر انتہا تک تمام مراحل سے گزر کر اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے۔ اب وہ ابتدائی جفتے کے مقابلے میں دس کروڑ گنا بڑا اور چھ ارب گنا بھاری ہوتا ہے۔ انسان کی پیدائش کے یہ سارے پیچیدہ کام اس کی مرضی اور ارادے سے وقوع پذیر نہیں ہو جاتے بلکہ ایک ایک مرحلہ اللہ کی نگرانی میں طے پاتا ہے اور ایک ایک خلیہ اور ایک ایک عضو اس کی صنعت تخلیق کا شاہکار ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝﴾

''یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔''[1]

[1] التین 4:95

اخراج نطفہ کا مقام اور قرآن کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝﴾

''پھر انسان ذرا یہی دیکھ لے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔اسے ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔''[1]

ان آیات کی تفسیر میں سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''اصل میں (یہاں) صُلب اور ترائب کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔صُلب ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں اور ترائب کے معنی ہیں سینے کی ہڈیاں، یعنی پسلیاں۔ چونکہ مرد اور عورت دونوں کے مادۂ تولید انسان کے اس دھڑ سے خارج ہوتے ہیں جو صُلب اور سینے کے درمیان واقع ہے، اس لیے فرمایا گیا کہ انسان اس پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔یہ مادہ اس صورت میں بھی پیدا ہوتا ہے جبکہ ہاتھ اور پاؤں کٹ جائیں، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں کہ یہ انسان کے پورے جسم سے خارج ہوتا ہے۔ درحقیقت جسم کے اعضائے رئیسہ اس کے ماخذ ہیں اور وہ سب

---

[1] الطارق 86:5-7

آدمی کے دھڑ میں واقع ہیں۔ دماغ کا الگ ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ صُلب دماغ کا وہ حصہ ہے جس کی بدولت ہی جسم کے ساتھ دماغ کا تعلق قائم رہتا ہے۔'' [1]

اس سلسلے میں دو ڈاکٹروں نے مولانا موصوف کو درج ذیل معلومات بہم پہنچائیں:

''علم الجنین (Embryology) کی رو سے یہ ثابت شدہ ہے کہ جنین (Foetus) کے اندر اُنْثَیَیْن (Testes)، یعنی وہ غدود جن میں مادۂ منویہ پیدا ہوتا ہے، ریڑھ کی ہڈی اور پسلیوں کے درمیان گردوں کے قریب ہوتے ہیں جہاں سے بعد میں یہ آہستہ آہستہ فوطوں (Testicles) میں اتر جاتے ہیں۔ یہ عمل ولادت سے پہلے اور بعض اوقات اس کے کچھ بعد ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی ان کے اعصاب اور رگوں کا منبع ہمیشہ وہی مقام بین الصلب و الترائب ہی رہتا ہے بلکہ ان کی شریان (Artery) پیٹھ کے قریب شہ رگ (Aorta) سے نکلتی ہے اور پورے پیٹ کا سفر طے کرتی ہوئی ان کو خون مہیا کرتی ہے۔ اس طرح حقیقت میں اُنْثَیَیْن پیٹھ کا جز ہیں جو جسم کا زیادہ درجہ حرارت برداشت نہ کرنے کی وجہ سے فوطوں میں منتقل کر دیے گئے ہیں۔ علاوہ بریں مادہ منویہ اگرچہ اُنْثَیَیْن پیدا کرتے ہیں اور وہ کیسۂ منویہ (Seminal Vesicles) میں جمع ہو جاتا ہے مگر اس کے اخراج کا مرکزِ تحریک بین الصلب و الترائب ہی ہوتا ہے اور دماغ سے اعصابی رو جب اس مرکز کو پہنچتی ہے تب اس مرکز کی تحریک (Trigger Action) سے کیسۂ منویہ سکڑتا ہے اور اس سے ماء دافق پچکاری کی طرح نکلتا ہے، اس لیے قرآن کا بیان ٹھیک علم طب کی جدید تحقیقات کے مطابق ہے۔'' [2]

---

1. تفہیم القرآن جلد ششم، ص: 304
2. تفہیم القرآن جلد ششم ضمیمہ نمبر 4 صفحہ 584

پہاڑوں کی میخیں زمین میں گڑی ہوئی ہیں

روئے زمین کی کئی یونیورسٹیوں میں Earth (زمین) نامی کتاب ایک بنیادی حوالے کی کتاب کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کے دو مصنفین میں سے ایک پروفیسر ایمریطس فرینک پریس ہیں۔ وہ سابق امریکی صدر جمی کارٹر کے سائنسی مشیر تھے اور 12 سال نیشنل اکیڈمی آف سائنسز واشنگٹن ڈی سی کے صدر رہے۔ ان کی کتاب کہتی ہے کہ پہاڑوں کے نیچے ان کی جڑیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ یہ جڑیں زمین کی گہرائی میں اتری ہوئی ہیں اور پہاڑوں کے لیے ان کی حیثیت یوں ہے جیسے میخیں یا کھونٹے (Pegs) گڑے ہوں جو انھیں مضبوطی اور استحکام عطا کرتے
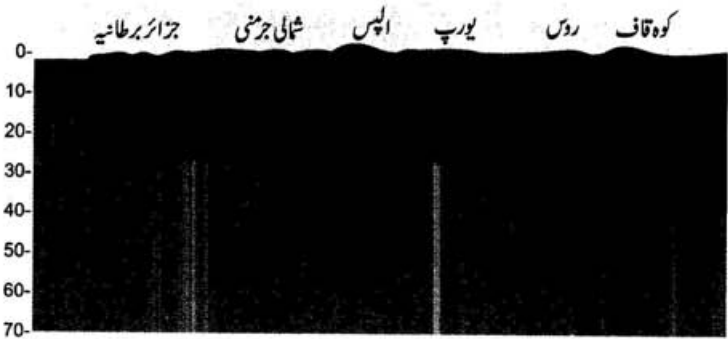
شکل 7-زمین میں دھنسی ہوئی پہاڑوں کی میخیں۔ کوہ الپس اور کوہ قاف کی جڑیں میخوں کی طرح 60 کلومیٹر سے بھی زیادہ گہرائی میں اُتری ہوئی ہیں۔

ہیں۔[1] لیکن اسلام کی الہامی کتاب میں پہاڑوں کے متعلق یہ بات صدیوں پہلے بتا دی گئی کہ وہ میخوں کی طرح زمین میں گڑے ہیں، چنانچہ پہاڑوں کی مضبوطی اور ''ثابت قدمی'' کے سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝ ﴾

''کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا؟ اور پہاڑوں کو کھونٹے نہیں بنایا؟''[2][3]

موجودہ ارضی سائنس نے ثابت کیا ہے کہ پہاڑ سطح زمین کے نیچے گہری جڑیں رکھتے ہیں اور یہ جڑیں سطح زمین پر ان کی بلندی سے کئی گنا زیادہ گہرائی میں اتری ہوئی ہیں، لہٰذا پہاڑوں کی اس کیفیت کو بیان کرنے کے لیے مناسب ترین لفظ ''کھونٹے'' (Pegs) ہے کیونکہ ٹھیک طور گاڑے ہوئے کھونٹے کا بیشتر حصہ بھی زمین کی سطح کے نیچے ہوتا ہے۔

سائنس کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ پہاڑوں کے گہری جڑیں رکھنے کا نظریہ صرف ڈیڑھ صدی پہلے 1865ء میں اسٹرانومر رائل (برطانوی شاہی فلکیات دان) سر جارج ایرّی نے پیش کیا تھا جبکہ قرآن نے یہ بات ساتویں صدی عیسوی میں بتا دی تھی۔

پہاڑ قشر ارض (Crust of The Earth) کو مستحکم بنانے میں بھی اہم کردار ادا کرتے

---

[1] دیکھیے: شکل 7

[2] النباء 78:6-7

[3] ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی 774ھ) نے جدید سائنسی دریافتوں سے صدیوں پہلے ان آیات کی تفسیر میں لکھا تھا:

«أَيْ جَعَلَ لَهَا أَوْتَادًا أَرْسَاهَا بِهَا وَثَبَّتَهَا وَقَرَّرَهَا حَتّٰى سَكَنَتْ، وَلَمْ تَضْطَرِبْ بِمَنْ عَلَيْهَا»

''اور پہاڑوں کو اس (زمین) کی میخیں بنایا ہے یعنی ان کو زمین میں میخوں کی طرح گاڑ دیا ہے تاکہ وہ ان سے جمی رہے اور تھمی رہے اور (پہلے کی طرح) ہلے جلے نہیں اور اپنے اوپر بسی ہوئی مخلوق کو پریشان نہ کرے۔'' [تفسیر ابن کثیر (دارالسلام)، جلد: 4، ص: 2972] (م ف)

ہیں۔ وہ زمین کے ہلنے کو روکتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

﴿وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ﴾

''اوراس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے ہیں تا کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے۔''[1]

اسی طرح زمینی پلیٹوں (Plate Tectonics) کا جدید نظریہ کہتا ہے کہ پہاڑ زمین کے لیے سٹیلائزرز (Stablizers) ہیں، یعنی اسے استحکام اور توازن بخشتے ہیں۔ پہاڑوں کے اس کردار کا علم عشرہ 1960ء کے اواخر میں ہوا جب زمینی پلیٹوں کا نظریہ سامنے آیا۔ اس نظریے کے مطابق اگر پہاڑ نہ ہوں تو زمین کی سطح میں اس قدر تیزی سے تبدیلیاں آئیں کہ براعظم ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جائیں۔

کیا کوئی نبی ﷺ کے عہد میں پہاڑوں کی حقیقی شکل کے بارے میں جان سکتا تھا؟ کیا کوئی تصور کرسکتا تھا کہ ٹھوس اور بلند وبالا پہاڑ جو آسمان کو چھوتے نظر آتے ہیں، دراصل زمین کے اندر بہت گہرائی میں اترے ہوئے ہیں اور مضبوط جڑیں رکھتے ہیں، جیسا کہ آج کے سائنسدان اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ مثلاً کوہ قاف (قفقاز) کی بلند ترین چوٹی 5642 میٹر یعنی تقریباً 5.6 کلومیٹر اُونچی ہے مگر اسی کوہ قاف کی جڑیں زمین کے اندر تقریباً 65 کلومیٹر تک گڑی ہوئی ہیں۔ یوں جدید علم الارض نے قرآنی آیات کی صداقت کا اعتراف کرلیا ہے۔

[1] النحل 15:16

تخلیق کائنات اور ارض وسما کی اصل حقیقت

جدید علم کائنات، مشاہداتی ہو یا نظریاتی، واضح طور پر بتاتا ہے کہ ایک وقت تھا جب پوری کائنات دھویں کا بادل تھی، یعنی یہ ساخت میں غیر شفاف، انتہائی کثیف اور گرم گیسوں سے عبارت تھی۔ یہ جدید علم کائنات کا ایک مسلمہ اور غیر متنازع اصول ہے۔ اب سائنسدان اس ''دھویں'' سے وجود میں آنے والے نئے ستاروں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ وہ روشن ستارے جو رات کو ہمیں نظر آتے ہیں وہ بھی ابتدا میں پوری کائنات کی طرح اس ''دھواں دھواں'' مادے میں شامل تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ﴾

''پھر وہ (اللہ) آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ (آسمان) دھواں دھواں تھا۔''[1]

چونکہ زمین اور اوپر کے افلاک (سورج، چاند، ستارے، سیارے، کہکشائیں وغیرہ) سب اسی ''دھویں'' سے بنے ہیں، اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زمین اور دیگر اجرام فلکی ایک ہی مربوط مادے کا حصہ تھے۔ پھر اس یکساں مادے پر مشتمل ''دھویں'' سے ان سب کی تشکیل ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ اس حقیقت کو قرآن حکیم ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

﴿اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ﴾

[1] حم السجدة 11:41

''کیا کافر لوگوں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انھیں جدا جدا کر دیا؟'' [1]

ڈاکٹر الفریڈ کرونر دنیا کے مشہور ماہر ارضیات ہیں۔ وہ جو ہانس گوٹن برگ یونیورسٹی، مینز، جرمنی کے ادارۂ ارضی سائنس کے چیئر مین اور پروفیسر ارضیات ہیں۔ انھوں نے ایک لیکچر میں کہا:

''محمد ﷺ جس معاشرے سے تعلق رکھتے تھے، اسے ذہن میں رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ تقریباً ناممکن ہے کہ وہ کائنات کی مشترکہ ابتدا جیسی باتوں کے بارے میں کچھ جانتے ہوں، کیونکہ سائنسدانوں کو بہت پیچیدہ اور ترقی یافتہ فنی طریقوں سے گزشتہ چند برسوں کے اندر یہ معلوم ہوا ہے کہ ابتدا میں کائنات کی حقیقی صورت حال کیا تھی...... میں سمجھتا ہوں کہ ایک ایسے انسان جو چودہ سو سال پہلے نیوکلیئر فزکس (ایٹمی طبیعیات) کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے، اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ اپنے ذہن سے معلوم کر سکتے کہ زمین اور آسمانوں کی اصل ایک ہی ہے۔''

جہاں تک دھویں سے وجود میں آنے والے نئے ستاروں کا تعلق ہے، سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ جس ''دھویں'' سے پوری کائنات کی ابتدا ہوئی تھی، اس دھواں دھار مادے کی باقیات گیس اور گرد کے بادل پر مشتمل ہوتی ہیں جسے فلکیات کی اصطلاح میں نیبولا (Nebula) کہتے ہیں۔ ہر نیبولا سے نئے ستارے وجود میں آتے رہتے ہیں۔ ''لاگون نیبولا'' بھی گیس اور گرد کا ایک بادل ہے جس کا عرض 60 نوری سال ہے۔ اس کے مادے کے اندر حال ہی میں جو گرم ستارے بنے ہیں ان سے خارج ہونے والی بالائے بنفشی شعاعیں (Ultraviolet Radiation) اسے تاباں کیے رکھتی ہیں۔ یاد رہے روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے ایک سال سفر کرتی رہے تو اس طرح جو فاصلہ طے ہوتا ہے وہ ایک نوری سال کہلاتا ہے۔

---

[1] الأنبیاء 30:21

مُخ دماغ اور جھوٹی خطا کار پیشانی کا تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک بدخو کافر کا ذکر کیا ہے جس نے نبی ﷺ کو حرم کعبہ میں نماز پڑھنے سے روک دیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝﴾

''یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی (کے بالوں) سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ ایسی پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔''[1]

قرآن نے یہاں پیشانی کو جھوٹی اور خطا کار قرار کیوں دیا؟ قرآن نے یہ کیوں نہ کہا کہ وہ شخص جھوٹا اور خطا کار ہے؟

پیشانی اور جھوٹ بولنے اور گناہ گاری میں کیا تعلق ہے؟

اگر ہم سر کی کھوپڑی کے اگلے حصے کا بغور معاینہ کریں تو ہمیں مُخ یا بڑے دماغ (Cerebrum) کا اگلا حصہ ''پیش جبہی علاقہ'' (Prefrontal Area) دکھائی دیتا ہے۔[2] طب کی ایک کتاب Essentials of Anatomy & Physiology (علم تشریح اعضاء اور علم فعلیات کے لوازمات) میں لکھا ہے: ''عضوی حرکات کا منصوبہ بنانے اور آغاز کرنے کے لیے تحریک (Motivation) اور پیش بینی (Foresight) دماغ کے جبہی فصوص

---

[1] العلق 96:15-16
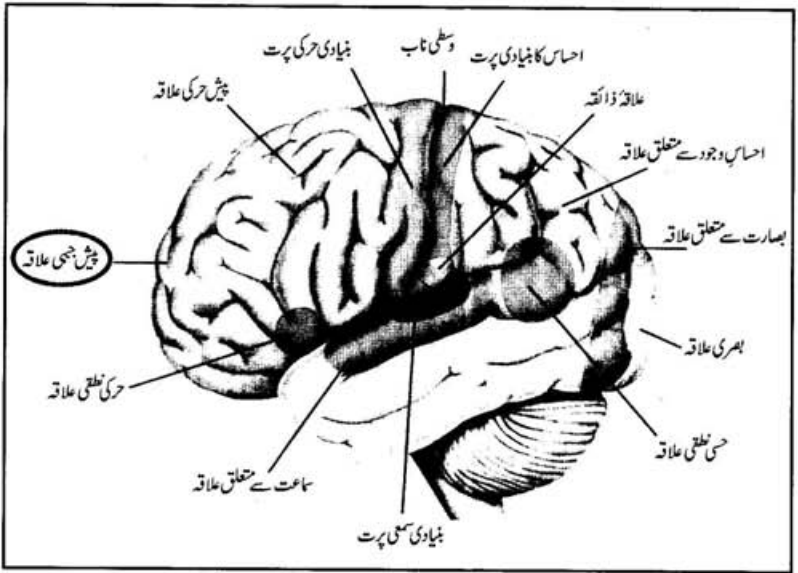
شکل 8- بڑے دماغ کے بائیں نصف کے بروئے کار حصے۔ پیش جبہی علاقہ بڑے دماغی پرت کے اگلے حصے میں واقع ہے۔

(Frontal Lobes) کے اگلے حصے، یعنی پیش جبہی علاقہ (Prefrontal Area) میں واقع ہوتی ہیں۔" یہ تلازمی پرت (Association Cortex) کا خطہ ہے۔" اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے: "تحریک دینے میں ملوث ہونے کے لحاظ سے پیش جبہی علاقے کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ جارحانہ رویوں کا عملی مرکز ہے۔"

الغرض مخِ دماغ کا یہ حصہ نیکی اور بدی کے افعال کی منصوبہ بندی کرنے، ان افعال کی تحریک دینے اور ان کا آغاز کرنے کا ذمہ دار ہے اور جھوٹ بولنے اور سچ کہنے کی ذمہ داری بھی اسی پر ہے۔ یوں جب کوئی جھوٹ بولے یا کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو یہ کہا جائے گا کہ

---

❶ دیکھیے شکل : 8

اس کی پیشانی نے جھوٹ بولا اور گناہ کیا ہے، جیسا کہ قرآن کہتا ہے:

﴿نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝﴾

''پیشانی جو جھوٹی اور خطار کار ہے۔''[1]

پروفیسر کائتھ ایل مور الاعجاز العلمی فی الناصیہ (The Scientific Miracles in the Front of the Head) میں لکھتے ہیں: ''سائنسدانوں نے دماغ کے پیش جبہی علاقے کے یہ افعال پچھلے ساٹھ سال میں دریافت کیے ہیں مگر قرآن پاک نے اس ضمن میں واضح اشارات تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے بیان کر دیے تھے۔''

[1] العلق 16:96

دریاؤں اور سمندروں کے برزخی دھاروں کا انکشاف

جدید سائنس کہتی ہے کہ جن مقامات پر دو سمندر باہم ملتے ہیں، وہاں ان کے پانیوں کے مابین ایک پردہ حائل رہتا ہے۔ یہ پردہ انھیں اس طرح تقسیم کرتا ہے کہ ہر سمندر کے پانی کا درجۂ حرارت، نمکینی اور کثافت دوسرے سے الگ ہوتے ہیں، مثلاً بحیرۂ روم کا پانی گرم، نمکین اور کم کثیف ہے جبکہ بحراوقیانوس کے پانی کی کیفیات اس سے مختلف ہیں۔ جب بحیرۂ روم کا پانی آبنائے جبل الطارق یا جبرالٹر کی زیرِ آب ''کوہان'' سے گزر کر بحراوقیانوس میں داخل ہوتا ہے تو کئی سو کلومیٹر تک تقریباً 1000 میٹر کی گہرائی میں اس طرح بہتا چلا جاتا ہے کہ اس کی گرم، نمکین اور کم کثیف ہونے کی خصوصیات برقرار رہتی ہیں۔ اس گہرائی میں بحیرۂ روم کا پانی
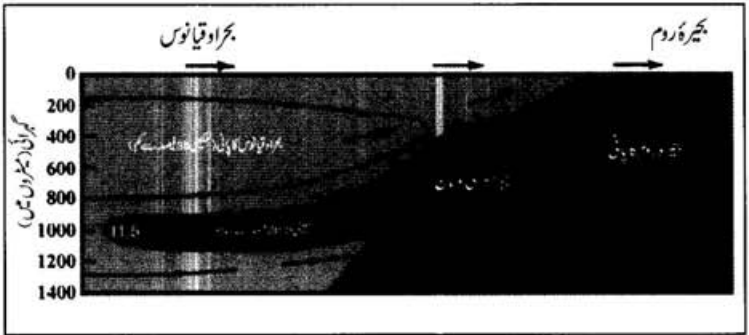
شکل 9- جب بحیرۂ روم کا گرم، نمکین اور کم کثیف پانی آبنائے جبل الطارق (جبرالٹر) کی کوہان سے بحراوقیانوس میں داخل ہوتا ہے تو اس کا دھارا دور تک اپنی خصوصیات برقرار رکھتا ہے۔

اپنا دھارا قائم رکھتا ہے۔ [1]

مشرق سے بحیرۂ روم کا پانی جب آبنائے جبرالٹر کی کوہان سے بحر اوقیانوس میں اترتا ہے اس وقت اس کا درجۂ حرارت 11.5 سینٹی گریڈ اور نمکینی 36.5 اجزائی ہزار سے زیادہ ہوتی ہے جبکہ اس کے اوپر اور نیچے کا بحر اوقیانوس کا پانی نسبتاً ٹھنڈا یعنی 10 سینٹی گریڈ درجۂ حرارت رکھتا ہے۔ درجۂ حرارت میں یہ فرق کینری (Canary) کی سرد رو کے باعث ہوتا ہے جو بحر اوقیانوس میں شمال سے جنوب مغرب کو بہتی ہے۔ بحیرۂ روم کے دھارے کے اوپر اور نیچے بحر اوقیانوس کے پانی کی نمکینی 36 اجزائی ہزار سے قدرے کم ہوتی ہے جبکہ اندر اس کا تناسب 36.5 اجزائی ہزار سے قدرے زیادہ ہوتا ہے۔ [2] نمکینی کے اس فرق کی وجہ سے بحیرۂ روم کا پانی بحر اوقیانوس کی نسبت زیادہ کڑوا ہے۔

اگرچہ ان سمندروں میں بڑی بڑی موجیں، طاقتور روئیں اور مدوجزر کی لہریں اٹھتی ہیں مگر ان کے پانی سینکڑوں کلومیٹر تک خلط ملط نہیں ہوتے اور بیچ میں حائل غیر مرئی پردے کو نہیں توڑتے، چنانچہ قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ دو سمندر جو ملتے ہیں ان کے مابین ایک برزخ یا پردہ (Barrier) ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝﴾

"رحمٰن نے دو سمندر جاری کیے جو باہم ملتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے، وہ دونوں (اس سے) تجاوز نہیں کرتے۔" [3]

لیکن جب قرآن کریم تازہ اور نمکین پانی کے مابین پردے کی بات کرتا ہے تو "ایک

---

[1] Principles of Oceanography, Davis, P.93

[2] دیکھیے: شکل 9

[3] الرحمٰن 55:19-20

مضبوط آڑ'' کا ذکر کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا﴾

''اور وہی ہے جس نے دو سمندر باہم ملا دیے ہیں۔ ادھر میٹھا اور مزیدار ہے اور ادھر کھاری اور کڑوا، اور اس نے ان کے درمیان ایک پردہ اور ایک مضبوط آڑ رکھی ہے۔''[1]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن نے تازہ اور نمکین پانی کے مابین پردے کی بات کی تو ''مضبوط آڑ'' کا ذکر کیوں کیا جبکہ دو سمندروں کے مابین پردے کی بات کرتے ہوئے آڑ کا ذکر نہیں کیا؟

جدید سائنس نے دریافت کیا ہے کہ وہ کھاڑی جہاں دریا کا تازہ پانی اور نمکین سمندری پانی ملتے ہیں، اس کی صورت حال اس مقام سے مختلف ہوتی ہے جہاں دو سمندر ملتے ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ کھاڑیوں میں جو چیز تازہ پانی کو نمکین پانی سے ممیّز کرتی ہے وہ ایک کثافتی زون (Pycnocline Zone) ہے جس کی نمایاں کثافت دونوں تہوں کو ایک دوسری سے الگ کر دیتی ہے (Oceanography, Gross, P.2 42)۔ دونوں آبی تہوں کو علیحدہ کرنے والے اس زون کی نمکینی تازہ دریائی پانی اور نمکین سمندری پانی سے مختلف ہوتی ہے۔

یہ معلومات حال ہی میں دریافت ہوئی ہیں اور اس کے لیے درجۂ حرارت، نمکینی، کثافت، آکسیجن کی غیر حل پذیری وغیرہ ناپنے کے ترقی یافتہ آلات استعمال کیے گئے ہیں۔ انسانی آنکھ باہم ملنے والے دو سمندروں کے مابین فرق کو نہیں دیکھ سکتی بلکہ دونوں سمندر ہمیں ایک متجانس (Homogenous) سمندر نظر آتے ہیں۔ اسی طرح انسانی آنکھ کھاڑیوں

[1] الفرقان 53:25

میں تین اقسام کی آبی تقسیم، یعنی تازہ پانی، نمکین پانی اور انھیں علیحدہ کرنے والی پٹی کو الگ الگ نہیں دیکھ سکتی۔

سورۃ الرحمٰن کی آیات 19-20 میں ''بحرین'' یعنی دو سمندروں کے متعلق بیان کردہ کیفیت دریاؤں کے سنگم پر بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے، مثلاً دریائے نیل ابیض اور دریائے نیل ازرق جب خرطوم کے مقام پر ملتے ہیں تو ان دونوں کے دھارے بہت دور تک الگ الگ بہتے چلے جاتے ہیں اور دیکھنے والا صاف دیکھ سکتا ہے کہ نیل ابیض کا سفید دھارا اور نیل ازرق کا گدلا دھارا باہم ملنے کے باوجود الگ الگ بہہ رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیل ازرق، ایتھوپیا کی پہاڑی ڈھلانوں سے اپنے ساتھ خاصی گاد بہا کر لاتا ہے۔ اسی لیے اسے ازرق یا نیلا (Blue) کہتے ہیں۔ اس کے برعکس نیل ابیض جھیل وکٹوریہ اور جھیل البرٹ وغیرہ کا نسبتاً صاف پانی لاتا ہے، اس لیے اسے ابیض (White) کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ عربی میں بحر کے معنی ''سمندر'' بھی ہیں اور ''دریا'' بھی۔ اسی لیے دریائے نیل کو عربی میں نہر النیل یا بحر النیل کہتے ہیں۔ اسی طرح فارسی میں سمندر کو ''دریا'' بھی کہا جاتا ہے۔

روز نامہ ''جناح'' سنڈے میگزین (26 جون 2005ء) میں ''دو سمندری لہریں'' کے زیر عنوان ناصرہ نعیم، نو مسلم بلال کی زبانی، سورۂ فرقان کی آیت 53 کے حوالے سے لکھتی ہیں: ''اس بات سے لوگ ضرور واقف ہوں گے کہ سمندر میں اس طرح لہریں آپس میں نہیں ملتیں لیکن ان میں رکاوٹ اور پردے کے حائل ہونے اور اس کی وجہ سے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ اور یہ بات سبھی مورخ جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے پوری زندگی میں سمندر کا سفر نہیں کیا۔ پھر وہ کون سی ہستی تھی جس نے آپ ﷺ کو یہ بات بتائی؟ اگر برائے بحث یہ بات مان بھی لی جائے کہ عرب کے عام لوگوں کو یہ بات معلوم تھی تو بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ ان لہروں کے آپس میں نہ ملنے کی وجہ اس وقت تک کسی عرب کو معلوم نہ تھی، کسی عرب کو تو کجا کسی

بھی انسان کو معلوم نہ تھی۔

''کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جنھیں یہ باتیں وحی کے ذریعے سے بتائی گئیں؟ اور عرب کے قریب ترین علاقہ جس میں دو دریا ملتے ہیں، جنوبی عراق ہے جہاں شط العرب کی صورت میں دجلہ اور فرات کے دریا آپس میں ملتے ہیں۔ اس میں ایک دریا کا پانی میٹھا اور دوسرے کا کڑوا ہے۔ کھاری پانی اور میٹھے پانی کا آپس میں نہ ملنا انسان کے لیے قدرت کی ایک نشانی سمجھا جائے گا لیکن قرآن مجید یہاں یہ بتا رہا ہے کہ یہ دونوں سمندر (یا دریا) آپس میں ایک رکاوٹ یا پردے کے حائل ہونے کی وجہ سے نہیں مل پاتے۔ یہ انکشاف اس لیے حیرت انگیز ہے کہ یہ وجہ قرآن نے اس وقت بیان کی جب کوئی بھی اس سے واقف نہیں تھا لیکن قرآن کو نازل کرنے (اور دریا بہانے) والی ہستی اس سے واقف تھی۔''

قرآن میں گہرے سمندروں کی موجوں کی کیفیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا ؕ﴾

''یا (کافروں کے اعمال) گہرے سمندر میں اندھیروں کی طرح ہیں جسے ایک موج ڈھانپتی ہو، اس کے اوپر ایک اور موج ہو، اس کے اوپر بادل ہو، غرض اوپر تلے اندھیرے ہی اندھیرے ہوں۔ جب وہ (غوطہ خور) اپنا ہاتھ نکالے تو لگتا نہیں کہ اسے دیکھ سکے۔''[1]

یہ آیت گہرے سمندر میں پائی جانے والی تاریکی کا ذکر کرتی ہے جہاں اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ آگے بڑھائے تو اسے دیکھ نہیں پاتا۔ سمندر کی کم وبیش 200 میٹر کی گہرائی میں اور اس کے نیچے اندھیروں کا راج ہوتا ہے۔ اس گہرائی میں روشنی تقریباً نہیں پائی جاتی۔ دراصل 3 تا 30 فیصد شمسی روشنی سطح سمندر ہی سے منعکس ہو جاتی ہے۔ جو روشنی سطح بحر سے نیچے اترتی بھی ہے، اس کے 200 میٹر کی گہرائی تک جاتے جاتے نوری طیف (Light Spectrum) کے تقریباً ساتوں رنگ جذب ہو جاتے ہیں، سوائے نیلے رنگ کے جس کی وجہ سے سمندر نیلا نظر آتا ہے۔ اور 1000 میٹر کی گہرائی سے نیچے تو روشنی کا گزر ہوتا ہی نہیں۔[2]

---

[1] النور 40:24

[2] Oceans, Elder and Pernetta, P.27

جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے وہ سمندر میں آبدوز یا خصوصی سازوسامان کی مدد کے بغیر 40 میٹر سے زیادہ گہرائی میں غوطہ نہیں لگا سکتے۔ وہ سمندر کے زیادہ گہرے حصے، مثلاً 200 میٹر کی گہرائی، میں بیرونی مدد کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ سائنسدانوں نے حال ہی میں ایسے خصوصی سازوسامان اور آبدوزوں کے ذریعے سے اس تاریکی کو کھنگالا ہے جن کی مدد سے وہ سمندروں کی گہرائیوں میں اتر سکتے ہیں۔ مذکورہ بالا آیت کے یہ الفاظ قابلِ غور ہیں:

﴿فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ط﴾

''گہرے سمندر میں جسے ایک موج ڈھانپتی ہو، اس کے اوپر ایک اور موج ہو، اس کے اوپر بادل ہو۔''

آیت کے ان الفاظ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سمندروں کے گہرے پانیوں کو موجیں ڈھانپ
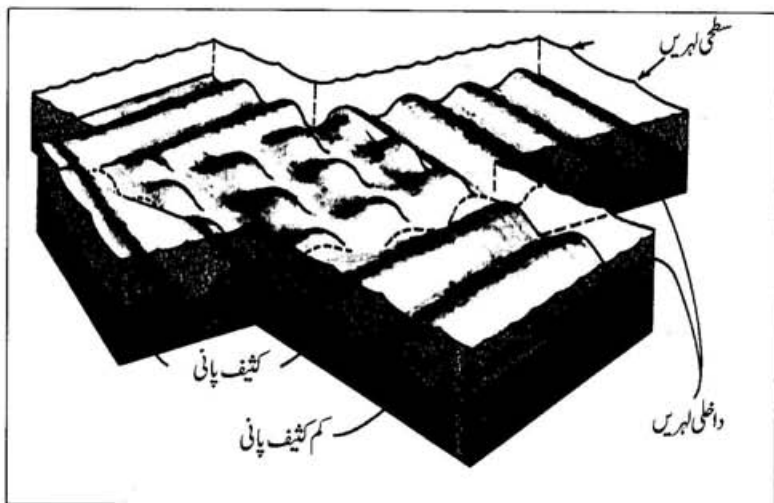
شکل 10۔ مختلف کثافتوں کے پانی کی دو تہوں کے مابین داخلی لہروں کا باہمی ملاپ۔ ایک تہ (نچلی) کثیف ہے اور دوسری (بالائی) کم کثیف ہے۔

لیتی ہیں اور ان موجوں کے اوپر دوسری موجیں ہوتی ہیں ۔ یہ واضح ہے کہ دوسری قسم کی موجیں سطحی موجیں ہیں جو ہمیں نظر آتی ہیں کیونکہ آیت بتاتی ہے کہ دوسری قسم کی موجوں کے اوپر بادل ہوتے ہیں ۔لیکن پہلی قسم کی موجوں کی کیفیت کیا ہے؟ سائنسدانوں نے حال ہی میں دریافت کیا ہے کہ اندرونی لہریں مختلف کثافتوں کی لہروں کے درمیان واقع ہوتی ہیں۔[1] اندرونی لہریں سمندر کے گہرے پانیوں کو ڈھانپے ہوتی ہیں کیونکہ گہرے پانیوں کی کثافت ان کے اوپر کے پانیوں سے زیادہ ہوتی ہے۔اندرونی موجیں سطحی موجوں کی طرح کام کرتی ہیں۔ وہ بھی سطحی موجوں کے مانند ٹوٹ سکتی ہیں۔اندرونی لہروں کو انسانی آنکھ دیکھ نہیں سکتی لیکن کسی مقام پر درجہ حرارت یا نمکینی کی تبدیلیوں کا مطالعہ کرکے ان کو شناخت کیا جاسکتا ہے۔[2]
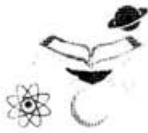
[1] دیکھیے شکل 10

[2] Oceanography,Gross,P.205

بادلوں کی تشکیل اور اولوں کے پہاڑوں کا بیان

سائنسدانوں نے بادلوں کی قسموں کا مطالعہ کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بارش برسانے والے بادل ایسے متعینہ نظاموں اور مخصوص مراحل کے مطابق بنتے اور تشکیل پاتے ہیں جو ہواؤں اور بادلوں کی خاص اقسام سے تعلق رکھتے ہیں۔ بارانی بادلوں کی ایک قسم کُمولونمبس (Cumulonimbus) یعنی گرجنے والا بادل کہلاتی ہے۔ماہرین موسمیات نے مطالعہ کیا ہے کہ کس طرح کُمولونمبس بادل تشکیل پاتے ہیں اور کس طرح بارش، ژالہ باری اور آسمانی بجلی کوندنے کا سبب بنتے ہیں۔ انھوں نے دریافت کیا ہے کہ اس قسم کے بادل بارش برسانے کے لیے درج ذیل مرحلوں سے گزرتے ہیں:

بادلوں کو ہوا لیے چلتی ہے

کُمولونمبس بادل اس وقت بننے شروع ہوتے ہیں جب ہوا بادلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں (Cumulus Clouds) کو دھکیل کر ایسے علاقے کی طرف لے جاتی ہے جہاں وہ مرتکز ہونے لگتے ہیں۔[1] شکل 11 کی مصنوعی سیارے (سیٹلائٹ) سے لی گئی تصویر میں بادلوں کو ارتکازی علاقوں بی، سی اور ڈی کی طرف حرکت کرتے دکھایا گیا ہے۔ تیر ہوا کی سمتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ شکل 12 میں کُمولس بادلوں کے چھوٹے ٹکڑے افق پر ایک

---

[1] دیکھیے: اشکال 11 اور 12

ارتکازی خطے کی طرف حرکت کر رہے ہیں۔

شکل:12-بادلوں کے چھوٹے ٹکڑے (کُمولس) افق کے قریب مقامِ ارتکاز کی طرف حرکت کر رہے ہیں جہاں ایک بڑا کمولونمبس بادل نظر آتا ہے۔
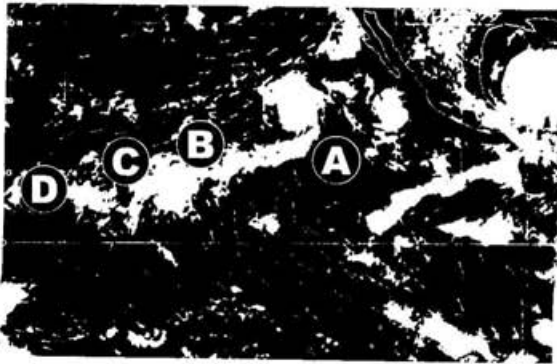
شکل 11-اس سیٹلائٹ فوٹو میں بادل ارتکازی مقامات بی، سی اور ڈی کی طرف حرکت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ تیر ہوا کی سمتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ خلیج میکسیکو پر (دائیں اوپر کی طرف) بادلوں کا خاصا ارتکاز ہے۔ اسی طرح وسطی امریکہ اور میکسیکو کے جنوب اور جنوب مغرب میں اور کیلیفورنیا کے مغرب میں بادلوں کے ارتکاز نظر آتے ہیں۔

بادل جڑنے لگتے ہیں

چھوٹے بادل جڑ کر ایک بڑے بادل کو تشکیل دیتے ہیں۔ اس عمل میں چھوٹے چھوٹے کُمولس بادلوں کا ڈھیر (Stack) لگنا شروع ہو جاتا ہے۔

بادل بھر جاتے ہیں
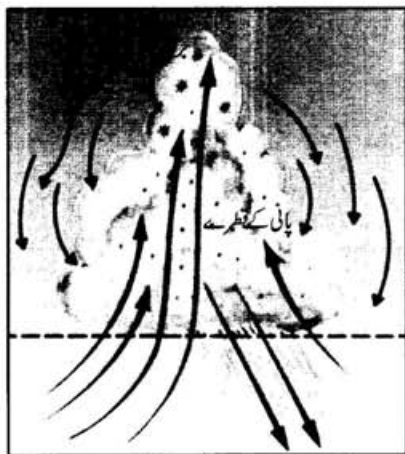
شکل13- کمولونمبس بادل جب بھر جاتا ہے تو اس میں سے بارش برسنے لگتی ہے۔

جب چھوٹے چھوٹے بادل باہم جڑتے ہیں تو بڑے بادلوں کے اُوپر اُٹھنے کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ ان کے مرکز کے قریب اٹھان میں زیادہ شدت ہوتی ہے اور کناروں کی طرف کم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بادل کا مرکز اس کے بیرونی حصے کے سرد اثرات سے محفوظ ہوتا ہے۔ اس اٹھان کے نتیجے میں بادل عمودی سمت میں افزائش پانے لگتا ہے حتیٰ کہ وہ تہ بہ تہ ہو کر آبی بخارات سے بھر جاتا ہے۔[1] اس طرح کا عمودی ابھار بادل کو کرۂ ہوائی (Atmosphere) کے سرد تر حصوں کی طرف کھینچ لے جاتا ہے جہاں آبی قطرے اور اولے بننے لگتے ہیں۔ جب یہ آبی قطرے اور اولے اتنے وزنی ہو جاتے ہیں کہ بادل کا ابھار انھیں مزید سہارا نہیں دے سکتا تو وہ اس میں سے بارش یا اولوں وغیرہ کی شکل میں زمین کی طرف گرنے لگتے ہیں۔[2]

---

[1] دیکھیے اشکال، 13 اور 14

[2] Elements of Meteorology, Miller and Thompson pp 141,142

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ ہی بادل چلاتا ہے، پھر وہ انھیں باہم ملاتا ہے، پھر انھیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان (بادلوں) میں سے مینہ نکلتا ہے۔''[1]

ماہرین موسمیات کو حال ہی میں بادلوں کی تشکیل، بناوٹ اور عمل کی یہ تفصیلات معلوم ہوئی ہیں جس کے لیے انھوں نے طیاروں، سیاروں، کمپیوٹروں، غباروں اور دوسرے جدید سازو سامان سے مدد لی تاکہ ہواؤں اور ان کی سمتوں کا مطالعہ کر سکیں، نمی کی پیائش کریں اور کرۂ ہوائی کے دباؤ کی سطحیں اور تغیرات معلوم کر سکیں۔[2]

شکل:14- کیمرے کی تصویر میں کمولونمبس بادل

[1] النور 24:43

[2] إعجاز القرآن الكريم فی وصف أنواع الرياح، السحب، المطر، مکی ودیگران، صفحہ:55

مذکورہ آیت بادلوں اور بارش کا ذکر کرنے کے بعد اولوں اور آسمانی بجلی کی بات کرتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴾

''اور وہ آسمان سے، (اولوں کے) پہاڑوں سے جو آسمان میں ہیں، اولے برساتا ہے، پھر انھیں جس پر چاہے گراتا ہے اور جس سے چاہے پھیر دیتا ہے۔ لگتا ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں (کی روشنی) کو اچک لے جائے۔'' [1]

ماہرین موسمیات نے معلوم کیا ہے کہ یہ کُمولونمبس بادل، جن سے اولے برستے ہیں، پہاڑوں کی طرح 25 تا 30 ہزار فٹ (4.7 تا 5.7 میل) کی بلندی تک پہنچ جاتے ہیں (دیکھیے: شکل 14) جیسا کہ مذکورہ بالا آیت میں کہا گیا ہے:

﴿ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ ﴾

''اور وہ آسمان سے، (اولوں کے) پہاڑوں سے جو آسمان میں ہیں، اولے برساتا ہے۔'' [2]

یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں اولوں کے حوالے سے بَرْقِهِ (اس کی بجلی) کیوں کہا گیا ہے؟ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اولے بجلی پیدا ہونے کے عمل میں بڑا عامل ہیں؟ آیئے دیکھیں کہ کتاب Meteorology Today (موسمیات عہد حاضر میں) اس کے بارے میں کیا کہتی ہے؟ وہ بتاتی ہے کہ جب اولے بادل کے اس حصے میں سے گرتے ہیں جس میں بہت ٹھنڈے ننھے ننھے آبی قطرے اور برفانی قلمیں ہوں تو بادل برقایا جاتا ہے۔ جب ننھے ننھے قطرے کسی اولے سے ٹکراتے ہیں تو وہ فوراً منجمد ہو جاتے ہیں اور مخفی

---

[1] النور 43:24 [2] النور 43:24
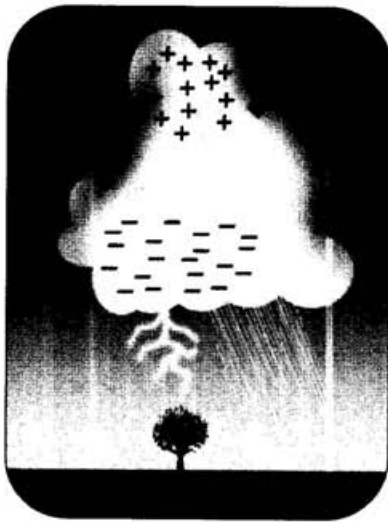
شکل15-بادل کے بالائی حصے کے مثبت برقی چارج اور زیریں حصے کے منفی برقی چارج کے ملاپ سے آسمانی بجلی پیدا ہوتی ہے۔

حرارت (Latent Heat) خارج کرتے ہیں۔ یوں ہر اولے کی سطح اردگرد کی برفانی قلموں کی نسبت گرم تر ہوتی ہے۔ جب اولا کسی برفانی قلم سے چھوتا ہے تو ایک اہم تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ الیکٹران سرد تر برفانی قلم سے گرم تر اولے کی طرف بہنے لگتے ہیں۔ اس طرح اولے پر منفی برقی چارج آ جاتا ہے۔ اس وقت بھی یہی کیفیت ہوتی ہے جب بہت ٹھنڈے قطرے کسی اولے سے چھوتے ہیں اور مثبت چارج والی برف کے ننھے ننھے پارچے ٹوٹ کر اس سے الگ ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ مثبت چارج والے ہلکے ذرات بالائی اچھال (Updrift) کے ذریعے بادل کے بالائی حصے کی طرف اٹھنے لگتے ہیں۔ اولے پر منفی چارج رہ جاتا ہے اور وہ بادل کے پیندے کی طرف گرتا ہے۔ یوں بادل کے نچلے حصے پر منفی چارج آ جاتا ہے۔ یہ سارے منفی چارج مل کر بجلی کی شکل میں ڈسچارج ہو جاتے ہیں (میٹیورالوجی ٹوڈے، اہرنز، صفحہ 437) اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اولے آسمانی بجلی کے پیدا ہونے میں اہم عامل ہیں۔[1]

آسمانی بجلی کے بارے میں یہ معلومات حال ہی میں حاصل ہوئی ہیں۔ 1600ء تک موسمیات پر یونانی فلسفی ارسطو کے نظریات غالب تھے، مثلاً اس نے کہا تھا کہ کرۂ ہوائی میں

---

[1] دیکھیے: شکل 15

مرطوب اور خشک دوقسم کے اخراج تنفس ہوتے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ بادل کی گرج خشک تنفس کے ہمسایہ بادلوں سے ٹکرانے کی آواز ہے، اور بجلی خشک تنفس کے دھیمی آگ کے ساتھ بھڑکنے اور جلنے کا نتیجہ ہے۔ موسمیات کے بارے میں اس قسم کے خیالات چودہ صدیاں پہلے نزول قرآن کے دنوں میں عام تھے۔ اس کے برعکس قرآن نے اولوں کے زیرِ اثر آسمانی بجلی پیدا ہونے کی طرف اشارہ کر کے یہ واضح کر دیا کہ وہ اس ذات باری تعالیٰ کا سچا کلام ہے جس نے اولے اور آبی بخارات پیدا کر کے آسمانی بجلی کوندنے کا مظہر تخلیق کیا ہے۔

گرجنے والے بادل میں 3 لاکھ ٹن پانی

اوپر گرجنے والے بادل کُمولونمبس (Cumulonimbus) کا ذکر ہوا۔ سائنسدانوں کے اندازے کے مطابق ایسے ایک بادل میں 3 لاکھ ٹن تک پانی جمع ہوتا ہے۔ کیا یہ حیرت انگیز نہیں کہ فضائے آسمانی میں ایک بادل کے اندر 3 لاکھ ٹن پانی کا عظیم ذخیرہ رکا رہے؟ یہ حقیقت قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کی ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾

”اور وہی (اللہ) ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لیے ہوئے بھیجتا ہے حتیٰ کہ وہ (ہوائیں) بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم انھیں کسی مردہ علاقے کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر ہم ان کے ذریعے سے پانی نازل کرتے ہیں، پھر ہم اس کے ذریعے سے (زمین سے) ہر طرح کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو (قبروں سے) نکالیں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔“[1]

---

[1] الأعراف 57:7

گویا بادلوں میں پانی کے عظیم ذخیرے کو قرآن نے سحاباً ثقالاً (بھاری بادل) سے تعبیر کیا ہے۔ سائنسدانوں کا اندازہ ہے کہ سطح زمین پر تقریباً ایک کروڑ 60 لاکھ ٹن پانی ایک سیکنڈ میں بخارات بنتا ہے۔ یہ مقدار پانی کی اس مقدار کے برابر ہے جو ایک سیکنڈ میں زمین پر برستا ہے۔ ایک سال میں آسمان سے زمین پر برسنے والے پانی کی مقدار 505×10^{12} ٹن ہے جبکہ سطح زمین سے تقریباً اسی مقدار میں آبی بخارات ہوا میں شامل ہوتے ہیں۔ پانی کا یہ چکر ایک ایسا توازن رکھتا ہے جسے صانع فطرت نے قائم کر رکھا ہے۔ یاد رہے جس طرح انسانوں کو پسینہ آتا ہے اسی طرح پودوں اور درختوں کے پتوں سے بھی آبی بخارات خارج ہوتے رہتے ہیں۔

بارش کا میٹھا پانی اور ماحولیاتی توازن

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاکیزہ کلام میں فرمایا ہے:

﴿وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ؕ﴾

''اور ہم نے تمھیں میٹھا پانی پلایا۔''[1]

اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ؕ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ○ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ○﴾

''بھلا بتاؤ تو! وہ پانی جو تم پیتے ہو، کیا وہ تم نے بادلوں سے نازل کیا ہے یا ہم (اسے) نازل کرنے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں، پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟''[2]

حقیقت یہ ہے کہ بارش کے پانی کا منبع آبی بخارات ہیں اور 97 فیصد بخارات نمکین یا کھاری سمندروں سے اٹھتے ہیں لیکن بارش کا پانی میٹھا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت کے تحت جب سمندروں کی سطح پر سورج کی حرارت سے آبی بلبلے بنتے ہیں تو ان میں سمندری نمک کے مہین ذرات بھی شامل ہو جاتے ہیں جو آبی بخارات کے

---

[1] المرسلٰت 27:77 [2] الواقعة 56:68-70

ساتھ فضا میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ اگرچہ کرۂ ہوائی اس طرح ایک دن میں تقریباً 27 ملین یعنی 2 کروڑ 70 لاکھ ٹن نمک جمع کر لیتا ہے مگر اس کے مقابلے میں تبخیر شدہ پانی اور زمین پر برسنے والے پانی کی بڑی کثیر مقدار میں یہ نمک بس اس قدر ہوتا ہے جو اس کو میٹھا بنانے کے لیے کافی ہوتا ہے اور آبی بخارات کی نمکینی قدرت کے طے شدہ تناسب سے بڑھنے نہیں پاتی۔

سمندر سے حاصل کردہ نمکینی کی وجہ سے بارش زمینی نباتات کے لیے کھاد کا کام بھی کرتی ہے۔ سمندری پانی میں سوڈیم کلورائڈ (خوردنی نمک) کے علاوہ فاسفورس، میگنیشیم، پوٹاشیم، تانبا، جست (Zink)، کوبالٹ اور سیسے (Lead) کے نمکیات بھی شامل ہوتے ہیں جو نباتات کی نشو ونما کے لیے بہت ضروری ہیں۔ آبی بخارات میں موجود نمکیات کے ذرات (Aerosols) اپنے اردگرد مزید بخارات جمع کر کے بارش کے قطرے بناتے ہیں۔ زمینی نباتات اور جنگلات سمندروں سے اٹھنے والے انھی ایروسولز سے پھلتے پھولتے اور خوراک حاصل کرتے ہیں۔ اندازہ ہے کہ اس طرح ہر سال 15 کروڑ ٹن کھاد پوری زمین پر گرتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں قدرتی زرخیزی کا مسلسل اہتمام نہ ہوتا تو زمین پر سبزہ وگل کی یہ بہتات نہ ہوتی اور ماحولیاتی توازن بگڑ گیا ہوتا۔

دوعورتوں کی گواہی: ایک حیران کن دریافت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ﴾

''اے ایمان والو! جب تم آپس میں ایک مقررہ مدت کے لیے ادھار کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو، اور لکھنے والے کو چاہیے کہ تمھارے درمیان انصاف کے ساتھ تحریر لکھے، اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے، جیسے اللہ نے اسے سکھایا ہے ویسے لکھے، اور وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے قرض ہو، اور اسے اپنے رب ''اللہ'' سے ڈرنا چاہیے، اور (لکھواتے وقت) وہ (مقروض) اس میں سے کوئی چیز کم نہ کرے، لیکن اگر وہ جس کے ذمے قرض ہے نادان یا کمزور ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کا مختار انصاف کے ساتھ لکھوائے، اور تم اپنے مسلمان مردوں میں سے دو گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو

ایک مرد اور دو عورتیں جنھیں تم گواہوں کے طور پر پسند کرو تاکہ ایک عورت اگر بھول جائے تو اُن میں سے دوسری اسے یاد دلا دے۔''[1]

اس آیت کے حوالے سے مخالفینِ اسلام اور بعض کم فہم مسلمان یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ قرآن کے نزدیک ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ہے۔ گویا قرآن عورت کو پورا نہیں آدھا انسان سمجھتا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں جناب نعیم احمد بلوچ ''ایک چونکا دینے والی دریافت'' کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:

''قرآن کی اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا ہرگز ٹھیک نہیں، انسان چاہے مرد ہو یا عورت، قرآن دونوں کی زندگی کا مقصد آزمائش بتاتا ہے اور دونوں کے لیے ایک ہی جزا یعنی جنت اور ایک ہی سزا یعنی جہنم کی خبر دیتا ہے۔ اس لحاظ سے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ درحقیقت دو مردوں اور دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کا جو ضابطہ سورۂ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت میں بیان ہوا ہے، اس کا ایک خاص موقع ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ واقعاتی شہادت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ صرف دستاویزی شہادت سے متعلق ہے کیونکہ دستاویزی شہادت کے لیے گواہ کا انتخاب ہم کرتے ہیں اور واقعاتی شہادت میں گواہ کا موقع پر موجود ہونا ایک اتفاقی معاملہ ہوتا ہے، یعنی ہم اگر کوئی دستاویز لکھتے ہیں، کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں اختیار ہے اس پر جسے چاہیں گواہ بنائیں۔ لیکن اگر کوئی ڈاکا پڑا ہے، چوری ہوئی ہے، زنا یا قتل کا جرم ہوا ہے تو اس طرح کے معاملے میں تو جو موقع پر موجود ہوگا، وہی گواہ قرار دیا جائے گا۔ اس میں عورت، مرد، بچے، بوڑھے کسی کی کوئی تخصیص نہیں، حتیٰ کہ انگلیوں کے نشان، قرائن اور جائے واردات یا جائے وقوع پر پڑی ہوئی بے جان چیزیں بھی گواہ بن جائیں گی۔ دوسری بات یہ کہ قرآن مجید نے یہ حکم عدالت کو نہیں دیا کہ وہ جب گواہ طلب کرے تو اس نصاب سے

[1] البقرۃ 282:2

کرے، چنانچہ کئی مفسرین نے واضح طور پر لکھا ہے کہ اس حکم کی حکمت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ بعض اوقات دستاویز پر گواہی کے لیے کوئی قابل اعتماد مرد میسر نہیں ہوتا، اس موقع پر آدمی کو اپنے گھر کی خواتین پر ہی تکیہ کرنا پڑتا ہے جو عام حالات میں عدالت کچہری کے ماحول سے بالکل ناواقف ہوتی ہیں، چنانچہ اس ہدایت کا مقصد صرف یہ ہے کہ گھر میں رہنے والی خواتین جو عدالت، پنچایت، جرگہ یا اس قسم کے فورم میں بوقت گواہی گھبراہٹ میں مبتلا ہوسکتی ہیں، انہیں ابہام اور اضطراب سے بچانے کے لیے ایک دوسری خاتون کا سہارا مل جائے۔

''موجود زمانے میں انسانی دماغ پر بہت زیادہ ریسرچ کی گئی ہے اور نئے نئے حقائق دریافت ہوئے ہیں۔ اس موضوع پر امریکی ماہرین کی ایک ٹیم کی سروے رپورٹ پڑھنے کا موقع ملا۔ یہ انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن کی پریس ریلیز ہے۔ اس ریسرچ میں برین اسکیننگ کی جدید ٹیکنیک(FMRI) استعمال کی گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ جاننا تھا کہ جب انسان کو کچھ بتایا جائے یا پڑھ کر سنایا جائے تو اس کے دماغ میں کس قسم کی اعصابی حرکات ہوتی ہیں۔ اس ریسرچ کے ذریعے سے یہ معلوم ہوا کہ مرد اپنے دماغ کے صرف ایک جانب سے سنتے ہیں جبکہ عورتیں اپنے دماغ کی دونوں سمتوں کو استعمال کرتی ہیں۔ اس ریسرچ میں 10 تندرست مردوں اور 10 تندرست عورتوں پر تجربات کیے گئے۔ اس ریسرچ سے معلوم ہوا کہ مرد اور عورت کے دماغ یقینی طور پر یکساں نہیں ہیں۔ یہ ریسرچ انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے اور اسے لاس اینجلس ٹائمز (Los Angeles Times) نے بھی 29 نومبر 2000ء کو شائع کیا تھا۔

''یہ ریسرچ بتاتی ہے کہ عورت اور مرد کے اس دماغی فرق کی بنا پر دونوں کے دیکھنے اور سننے میں فرق ہے۔ مرد اپنی دماغی بناوٹ کی بنا پر آسانی سے کسی ایک چیز پر توجہ فوکس کرسکتا ہے، وہ کسی ایک چیز کو زیادہ ارتکاز (Concentration) سے دیکھ سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں عورت اپنے دماغ کی بناوٹ کی بنا پر ایسا نہیں کرسکتی۔ اس کا فوکس پھیل جاتا ہے۔ وہ

بیک وقت مختلف چیزوں کو دیکھتی اور سنتی ہے۔ گویا مرد کا مرکز توجہ ایک چیز ہوتی ہے اور عورت کا مرکز توجہ کئی چیزیں۔ عورت اور مرد کے دماغ کا یہ تخلیقی فرق بے حد اہم ہے۔

''اس ریسرچ سے اس بات کا حتمی سائنٹیفک جواب ملتا ہے کہ اسلام میں عورت اور مرد کی گواہی کے درمیان فرق کیوں رکھا گیا ہے۔ اس فرق کا سبب یہ ہے کہ دونوں کے دماغ کی بناوٹ میں فرق ہے۔ مرد کا دماغ یک ارتکازی (Unifocal Mind) ہے۔ اس کے مقابلے میں عورت کا دماغ پیدائشی طور پر کثیر ارتکازی (Multifocal Mind) ہے۔ اس فرق کی بنا پر ہمیشہ یہ امکان رہے گا کہ جس دستاویز کی گواہی دینی ہے، اس کو مرد کے دماغ نے اس کی پوری صورت میں ذہن نشین کیا ہو جبکہ عورت کے معاملے میں یہ امکان ہے کہ مختلف فطری بناوٹ کی بنا پر اس کے دماغ نے کسی بات کو تمام اجزاء کے ساتھ ذہن نشین نہ کیا ہو۔ ایسی حالت میں ایک مرد کی جگہ دو عورتوں کو گواہ بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اگر واقعے کا ایک پہلو ایک عورت سے چھوٹ جائے تو دوسری عورت اس کی تلافی کر دے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو قرآن کی مذکورہ بالا آیت میں بیان کیا گیا ہے اور سائنسی تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا یہ حکم ایک ایسی ہستی کی ہدایت ہے جو انسان کی رگ رگ، نس نس اور خلیہ خلیہ سے واقف ہے اور جانتی ہے کہ اس کے لیے کیا مناسب اور کیا نامناسب ہے۔''[1]

[1] جناح سنڈے میگزین۔ 2 اکتوبر 2005ء

قرآنی وعدہ: ایک دانے سے 700 یا اس سے بھی زائد دانے

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝﴾

''جو لوگ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جو سات بالیاں نکالے (اور) ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ جس کے لیے چاہے اس سے بھی بڑھا دیتا ہے۔ اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔''[1]

امام ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''الجامع لأحکام القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''اس آیت کے الفاظ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کتنے شرف اور نیکی کی بات ہے اور اس ضمن میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہاں صدقہ کرنے والے کو کاشتکار اور صدقے کو بیج سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ ایک صدقے (نیکی) کے عوض سات سو (یا اس سے بھی زیادہ) نیکیوں کا ثواب عطا کرتا

[1] البقرة 2:261

ہے۔اگر کاشتکار خوب محنت کرے اور بیج اچھا ہو اور زمین زرخیز ہو تو پیداوار میں بڑھوتری ہوتی ہے۔اور یہی کیفیت خرچ کرنے والے کی ہے۔اگر وہ نیک ہو اور اس کا مال پاکیزہ ہو اور مال ٹھیک جگہ خرچ کرے تو ثواب بہت بڑھ جاتا ہے۔"

گندم کے دانوں بھرے خوشے

امام قرطبی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"یہاں حَبَّةٍ اسم جنس ہے۔اس سے مراد ہر وہ شے (اناج) ہے جسے آدمی کاشت کرے اور وہ اس کا رزق بنے۔اور اناج میں سب سے مشہور گندم ہے اور "حَبّ" سے زیادہ تر یہی مراد لی جاتی ہے، جیسے کہ جاہلی دور کا شاعر متلمس کہتا ہے:

آلَيْتُ حَبَّ الْعِرَاقِ الدَّهرَ أَطْعَمُهُ

وَالْحَبُّ يَأْكُلُهُ فِي الْقَرْيَةِ السُّوسُ

"میں نے ہمیشہ عراق کی گندم کھانے کی قسم کھائی ہے۔اور گندم تو بستی کے سردار ہی کھاتے ہیں۔"

"اور سنبلہ (بالی یا خوشہ) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد باجرے کا خوشہ ہے کیونکہ اس میں اس عدد 700 سے زیادہ دانے ہوتے ہیں لیکن باجرے کے حوالے سے یہ بات بے اصل ہے کیونکہ ہمارے مشاہدے کے مطابق باجرے کے خوشے میں 700 جبکہ دیگر اناجوں کے خوشے میں اس سے بھی زیادہ دانے پائے جاتے ہیں

لیکن یہ (قرآنی) مثال اسی قسم (گندم) کی ہے۔"[1]

امام ابی محمد حسین بن مسعود بغوی رحمہ اللہ "فی سبیل اللہ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "اس سے مراد اللہ کی راہ میں جہاد اور نیکی کے تمام کام ہیں۔ اور یُضٰعِفُ کے مفہوم کے سلسلے میں کہا گیا ہے کہ "اللہ جس کے لیے چاہے اجر بڑھا دیتا ہے۔" یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ اس اجر کو سات سو گنا سے بھی بڑھا دیتا ہے۔"[2]

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں تقریباً 1400 سال پہلے گندم کے دانوں کی پیداوار میں غیر معمولی اضافے کی جو نوید سُنائی وہ آج کے سائنسی حقائق سے بھی ثابت ہو رہی ہے۔ لیکن آج کا انسان تمام تر سائنسی تحقیق کے باوجود اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زرعی پیداوار کی خوشخبری کے مطابق پیداوار حاصل کرنے سے ابھی قاصر ہے اور اناج کی پیداوار کا وہ ہدف ابھی حاصل نہیں ہو سکا جس کا اشارہ سورۂ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت میں کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں ماہرِ زراعت جناب محمد اعجاز تبسم اپنی ایک رپورٹ بعنوان "کلامِ الٰہی کے مطابق گندم کی اوسط پیداوار 189 من فی ایکڑ" میں لکھتے ہیں:

"اس آیت مبارکہ (بقرہ:261) میں محققین کے لیے ایک ہدف، ایک نشان اور ایک منزل کا تعین بھی کیا گیا ہے کہ غلہ دار اجناس کے ایک دانے سے سات سو دانے یا اس سے بھی زیادہ اُگائے جا سکتے ہیں۔ قبل از سبز انقلاب (عشرہ 1960ء) گندم کی تحقیق اس وقت کی مروجہ دیسی اقسام پر مبنی تھی جن پر فی پودا اوسطاً اڑھائی خوشے (سٹے) لگتے تھے۔ کچھ دانے گر کر ضائع ہونے کے بعد ہر خوشے سے اوسطاً 20 تا 25 دانے ملتے تھے، یعنی اس وقت ہماری تحقیق گندم کے ایک دانے کی کاشت سے کم وبیش 40 تا 45 دانوں کے ملنے تک محدود تھی۔

"1960ء کی دہائی میں آنے والے سبز انقلاب کے بعد اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے فضل و کرم اور

---

[1] الجامع لأحکام القرآن، الجزء الثالث، ص: 197-198

[2] مختصر تفسیر البغوی، طبع دارالسلام، ص: 102

اس کے بعد ماہرین گندم [1] کی تحقیقی کاوشوں کی بدولت تادم تحریر ہماری تحقیق اس مقام تک پہنچ چکی ہے کہ ایک دانے سے ہم اوسطاً پونے دوخوشوں کے ذریعے 48 تا 54 دانے فی خوشہ کے حساب سے کل تقریباً 100 دانے حاصل کرنے میں الحمدللہ کامیاب ہو چکے ہیں۔ گویاارشادِ ربانی کے مطابق ہر دانے سے مزید 600 دانے پیدا کرنے کی گنجائش ابھی باقی ہے۔

''ایک دانے سے 100 دانوں تک پہنچنے کی تحقیق سے ہم یوں بھی ادراک حاصل کر سکتے ہیں کہ اس وقت ہمارے ملک کی مجموعی اوسط پیداوار 27 من فی ایکڑ ہے، یعنی ایک دانے کے ذریعے 100 دانوں تک پہنچتے ہوئے ہم اوسطاً 27 من فی ایکڑ پیداوار حاصل کر رہے ہیں اور اگر اپنی تحقیق، جستجو اور لگن سے ہم ایک دانے سے 700 (یعنی 7 گنا) دانوں تک پہنچ جاتے ہیں تو ہماری اوسط پیداوار 27×7 یعنی 189 من فی ایکڑ ہو سکتی ہے۔

''گویا ارشاد ربانی کے مطابق ابھی ہمیں تحقیق و جستجو سے زرعی اسرار کو منکشف کرتے ہوئے گندم کی پیداوار 27 من فی ایکڑ سے بڑھا کر 189 من فی ایکڑ تک لے جانی ہے، یعنی کلام الٰہی کے مطابق گندم کی پیداوار میں ابھی 162 من فی ایکڑ کا مزید اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ اضافہ خواہ کاشتی امور کی بہتری سے ہو یا اقسام کی جینیاتی ہیئت کی تبدیلی سے ممکن ہو، ابھی ہماری اوسط پیداوار میں 162 من فی ایکڑ تک مزید اضافے کی گنجائش بہر حال موجود ہے۔ گنجائش کا یہ ہدف صرف اور صرف ہمت، جذبے، لگن اور شبانہ روز محنت سے حاصل کیا جا سکتا

---

[1] ہم نے خود ایک مایۂ ناز زرعی سائنسدان ڈاکٹر سردار احمد قریشی کو ایوب زرعی تحقیقی ادارہ (فیصل آباد) میں سخت گرمی میں آستینیں چڑھائے اور پتلون کے پائنچے اوپر اُٹھائے کھیتوں میں پودوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کرتے دیکھا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم گندم اور گنے کے ماہر تھے۔ انھوں نے گندم کی زیادہ پیداوار دینے والی قسم ''چناب 70'' اور دیگر اقسام ایجاد کیں۔ وہ اللہ کے نیک بندے اور ملک و قوم کی بے لوث خدمت کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر سردار احمد قریشی کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے! (محسن فارانی)

ہے۔“ [1] بقول اقبال ؎

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

زرعی پیداوار میں اضافے کی قرآنی نوید کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«... ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ، فَيَغْسِلُ الْأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ، ثُمَّ يُقَالُ لِلْأَرْضِ: أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ، فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا»

”...... پھر اللہ بارش نازل کرے گا جس سے کوئی مکان اور کوئی جھونپڑا خالی نہیں رہے گا، چنانچہ زمین یوں دُھل جائے گی جیسے جھاڑو دی ہوئی زمین ہو، پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل اُگا اور اپنی برکتیں لٹا دے، پھر اس دن بہت سارے لوگ ایک انار کھائیں گے اور اس کے چھلکے کے سائے میں بیٹھیں گے......“ [2]

اس حدیث میں بہت بڑے بڑے جسم کے پھلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے جسم کے پھلوں اور سبزیوں کے کچھ نمونے تو اس زمانے میں بھی دیکھنے میں آ رہے ہیں، مثلاً تربوز اور حلوہ کدو وغیرہ عام جسم سے کہیں بڑے اگائے جانے کی خبریں اور تصویریں موصول ہوتی رہتی ہیں جن سے قرآن وحدیث میں بیان کردہ فزوں تر زرعی پیداوار کے امکانات کی تائید ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی ہر بات برحق ہے۔

---

[1] ”نوائے وقت“ لاہور، 4 اکتوبر 2005ء

[2] صحیح مسلم، باب ذکر الدجال، حدیث: 2937

قرآن مجید کے انکشافات پر سائنسدانوں کے تأثرات

قرآن حکیم میں جو انکشافات ہیں، ان پر سائنسدانوں کے بعض تأثرات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ تمام تأثرات "This is The Truth" (سچائی یہ ہے) نامی ویڈیو ٹیپ سے لیے گئے ہیں۔

(اس ویڈیو ٹیپ کی کاپی کے لیے براہ کرم www.islam-guide.com/truth پر وزٹ کریں تاکہ اسے آن لائن دیکھ سکیں یا ان تأثرات کی ویڈیو جھلکیاں آن لائن ملاحظہ کر سکیں)

❶ ڈاکٹر ٹی وی این پرساد، ونی پیگ (کینیڈا) کی یونیورسٹی آف مانیٹوبا میں تشریح اعضا (Anatomy) کے پروفیسر، امراض اطفال اور صحت اطفال کے پروفیسر اور نسوانی امراض اور تولیدی سائنس کے پروفیسر ہیں۔ وہ 16 سال وہاں شعبہ تشریح اعضا کے سربراہ رہے۔ اس میدان میں عالمی شہرت کے حامل ہیں۔ 22 نصابی کتابوں کے مصنف یا مدیر ہیں اور 181 سے زیادہ سائنسی پیپرز شائع کر چکے ہیں۔ 1991ء میں کینیڈین ایسوسی ایشن آف اناٹومسٹس کی طرف سے انھیں ''جے سی بی گرانٹ ایوارڈ'' دیا گیا جو کینیڈا میں تشریح اعضا (اناٹومی) کے میدان میں دیا جانے والا نمایاں ترین انعام ہے۔ جب ڈاکٹر پرساد سے قرآن کے سائنسی معجزوں کے متعلق پوچھا گیا، جس پر وہ تحقیق کر چکے ہیں، تو انھوں نے کہا:

''یہ (معجزہ) جس طرح مجھ پر آشکار ہوا، اس کا پس منظر یہ ہے کہ محمد ﷺ ایک عام شخص تھے۔ وہ پڑھ نہیں سکتے تھے اور لکھنا نہیں جانتے تھے۔ درحقیقت وہ ناخواندہ (اُمی) تھے جبکہ ہم تقریباً 12 صدیاں (دراصل تقریباً 14 صدیاں) پہلے کی بات کر رہے ہیں۔ اب آپ کے سامنے ایک شخص ناخواندہ ہے جو بڑے بڑے اعلانات اور بیانات جاری کر رہا ہے اور وہ سائنسی نقطۂ نظر سے حیرت انگیز طور پر درست ہیں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ محض ایک اتفاق ہو سکتا ہے۔ (نبی ﷺ کی بیان کردہ) بہت سی باتیں درست ثابت ہوئی ہیں اور ڈاکٹر مور کی طرح میرے ذہن میں اس بارے میں کوئی خلش نہیں کہ یہ اُلوہی الہام یا وحی ہے جس نے انھیں ان بیانات کی راہ دکھائی۔''

پروفیسر پرساد نے اپنی بعض کتابوں میں بعض قرآنی آیات اور حضرت محمد ﷺ کے فرمودات بھی شامل کیے ہیں۔ انھوں نے وہ آیات اور نبی ﷺ کے فرامین کئی کانفرنسوں میں بھی پیش کیے ہیں۔

❷ ڈاکٹر ای مارشل جانسن، تھامس جیفرسن یونیورسٹی (فلاڈلفیا، ریاست پنسلوینیا، امریکہ) میں تشریح اعضا اور ارتقائی حیاتیات کے پروفیسر ایمریطس ہیں۔ وہاں وہ 22 سال پروفیسر تشریح اعضا، چیئرمین شعبہ تشریح اعضا اور ڈینیل بوغ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائریکٹر رہے۔ وہ انجمن خرقیات (Teratology Society) کے صدر بھی تھے۔ انہوں نے 200 سے زیادہ مطبوعات تصنیف کی ہیں۔ 1981ء میں دمام (سعودی عرب) میں ساتویں میڈیکل کانفرنس کے دوران میں پروفیسر جانسن نے اپنے تحقیقی مقالے میں کہا:

''قرآن نہ صرف (انسان کی) بیرونی شکل وصورت کے ارتقا کو بیان کرتا ہے بلکہ اس کی تخلیق اور ارتقا کے اندرونی مراحل یعنی جنین کے اندر کے مراحل بھی بیان کرتا ہے اور اس میں رونما ہونے والی بڑی بڑی تبدیلیوں کی توثیق کرتا ہے جنھیں اس دور کی

سائنس تسلیم کرتی ہے۔"

انھوں نے مزید کہا:

"ایک سائنسدان کی حیثیت سے میں صرف ان امور سے نپٹ سکتا ہوں جن کا میں خاص طور پر مشاہدہ کر سکوں۔ میں علم الجنین اور ارتقائی حیاتیات کو سمجھتا ہوں۔ میں وہ قرآنی الفاظ سمجھ سکتا ہوں جن کا ترجمہ میرے مطالعے میں آیا ہے۔ جیسے کہ میں نے پہلے مثال دی ہے، اگر میں فرض کروں کہ میں اس دور میں پہنچ گیا ہوں (جس میں قرآن نازل ہوا) اور وہ باتیں میرے علم میں ہیں، جو میں چودہ سو سال بعد آج جانتا ہوں، اور میں اُنھیں بیان کروں تو اس طرح بیان نہ کر سکوں گا جس طرح (قرآن میں) بیان کی گئی ہیں۔ مجھے اس عقیدے کی تردید کے لیے کوئی دلیل نہیں ملتی کہ محمد ﷺ کو یہ معلومات کسی اور ذریعے سے مل رہی تھیں اور وہ ذریعہ ہدایتِ الٰہی تھا جس سے وہ لکھنے کے قابل ہوئے۔"[1]

3 ڈاکٹر ولیم ڈبلیو ہائے معروف بحری سائنسدان ہیں۔ وہ یونیورسٹی آف کولوریڈو (بولڈر، کولوریڈو، امریکہ) میں ارضیاتی سائنسوں کے پروفیسر ہیں۔ اس سے پہلے وہ بحری و فضائی سائنس کے روز ینسٹیل سکول کے ڈین تھے جو یونیورسٹی آف میامی (ریاست میامی، امریکہ) میں کام کر رہا ہے۔ پروفیسر ہائے سے سمندروں کے حال ہی میں دریافت شدہ حقائق کے قرآن میں ذکر پر گفتگو ہوئی جس کے بعد انھوں نے کہا:

"مجھے یہ بات بڑی دلچسپ لگی کہ اس نوع کی معلومات قرآن مجید کی قدیم الہامی

---

[1] غیر مسلم مقالہ نگار کو غلط فہمی ہوئی۔ قرآن مجید نبی ﷺ کی تحریر یا تصنیف نہیں بلکہ یہ اللہ کی وحی ہے جو فرشتہ جبرئیل کے ذریعے نازل کی گئی۔ نبی ﷺ اُمی تھے۔ آپ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے بلکہ آپ قرآن اپنے صحابیوں کو سُناتے تھے اور ان میں سے بعض کو لکھوا دیتے تھے۔

کتاب میں پائی جاتی ہیں اور میرے پاس یہ جاننے کا کوئی طریقہ نہیں کہ یہ معلومات کہاں سے آئیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ نہایت دلچسپ بات ہے کہ ایسی معلومات اس میں موجود ہیں اور یہ کہ اس کتاب کی بعض عبارات کے معانی دریافت کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔''

اور جب ان سے پوچھا گیا کہ قرآن (کی تعلیمات) کا سرچشمہ کہاں ہے تو انھوں نے جواب دیا:

''ہاں، میں سمجھتا ہوں کہ اس کا سرچشمہ ضرور بالضرور ذات باری تعالیٰ ہے۔''

4. ڈاکٹر جیرالڈ سی گوئرنگر، سکول آف میڈیسن، جارج ٹاؤن یونیورسٹی (واشنگٹن ڈی سی، امریکہ) کے شعبہ خلیاتی نباتات میں طبی علم الجنین (Medical Embryology) کے پروفیسر ہیں۔ ریاض میں انگلش سعودی میڈیکل کانفرنس میں پروفیسر گوئرنگر نے اپنا تحقیقی مقالہ پیش کرتے ہوئے اس میں کہا:

''چند ایک قرآنی آیات میں جنسی خلیات کے ملاپ کے وقت سے لے کر انسانی ارتقا کی جامع تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس سے پہلے انسانی ارتقا کا کوئی ایسا واضح اور مکمل ریکارڈ موجود نہیں تھا، جیسے: قسم بندی، اصطلاحات اور جزئیاتی تفصیل۔ اگر سب نہیں تو بیشتر صورتوں میں یہ تفصیل باقاعدہ سائنسی انکشافات سے کئی صدیاں پہلے بیان کی گئی اور اس کے بہت بعد کہیں انسانی جنینی ارتقا کے مختلف مراحل روایتی سائنسی لٹریچر میں ریکارڈ ہوئے۔''

5. ڈاکٹر یوشی ہیدے کوزائی، ٹوکیو یونیورسٹی (جاپان) میں پروفیسر ایمریطس ہیں۔ اس سے پہلے وہ متاکا (ٹوکیو) کی قومی فلکیاتی رصدگاہ کے ڈائریکٹر تھے۔ وہ کہتے ہیں:

''میں قرآن میں بیان کردہ ٹھیک ٹھیک فلکیاتی حقائق جان کر بہت متاثر ہوا جبکہ

ہمارے جدید دور کے ماہرین فلکیات (ان حقائق تک پہنچنے کے لیے) کائنات کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنی کوششیں اس کے بہت چھوٹے حصے کو سمجھنے پر مرکوز کر رکھی ہیں کیونکہ دوربینیں استعمال کر کے ہم پوری کائنات کے بارے میں سوچے بغیر آسمان کے بہت تھوڑے حصوں کو دیکھ سکتے ہیں، لہٰذا میں قرآن پڑھ کر اور اٹھائے جانے والے سوالوں کے جواب دے کر یہ سمجھتا ہوں کہ میں کائنات کی تحقیق و تفتیش کے لیے اپنا مستقبل کا راستہ معلوم کر سکتا ہوں۔"

❻ پروفیسر تیجاتت تیجاسن، چیانگ مائی یونیورسٹی (چیانگ مائی، تھائی لینڈ) کے شعبہ تشریح اعضا کے چیئرمین ہیں۔ اس سے پہلے وہ اسی یونیورسٹی کے شعبہ طب کے ڈین تھے۔ ریاض (سعودی عرب) میں آٹھویں سعودی میڈیکل کانفرنس میں پروفیسر تیجاسن کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہنا شروع کیا:

"پچھلے تین سال کے دوران میں مجھے قرآن سے دلچسپی رہی۔ اپنے مطالعے سے اور جو کچھ میں نے اس کانفرنس میں جانا ہے، اس سے مجھے یقین ہے کہ قرآن میں 14 سو سال پہلے جو چیز بھی ریکارڈ ہوئی ہے، ضرور سچ ہے جسے سائنسی ذرائع سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ حضرت محمد ﷺ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے، لہٰذا آپ ضرور ایک پیغمبر تھے جنھوں نے یہ سچائی آگے (بنی نوع انسان تک) پہنچائی جو ان پر اس ہستی نے نورِ ہدایت کے طور پر نازل کی جو بحیثیت خالق اس (ہدایت دینے) کی اہل ہے۔ وہ خالق بالیقین اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، لہٰذا میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کہنے کا وقت آ گیا ہے:

«لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ»

"اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

”میں، آخر میں، اس کانفرنس کے شاندار اور نہایت کامیاب انتظامات پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں نے نہ صرف سائنسی اور مذہبی نقطۂ نظر سے فائدہ اٹھایا ہے بلکہ مجھے کئی مشہور سائنسدانوں سے ملنے اور شرکائے کانفرنس سے نئی دوستیاں استوار کرنے کا بھی موقع ملا ہے۔ میں نے یہاں آکر جو سب سے قیمتی چیز حاصل کی ہے وہ کلمہ لا إله إلا الله محمد رسول الله اور میرا حلقہ بگوش اسلام ہونا ہے۔“

حاصلِ نکات

ان تمام مثالوں سے ہم پر قرآن مجید کے معجزات آشکار ہوئے ہیں اور ہم نے قرآن کے حوالے سے سائنسدانوں کے تاثرات ملاحظہ کیے ہیں، اس کے بعد یہ سوالات اٹھتے ہیں:

کیا یہ محض اتفاق ہے کہ مختلف شعبوں سے متعلق حال ہی میں دریافت شدہ سائنسی معلومات قرآن میں بیان کردی گئی ہیں جو کہ چودہ صدیاں پہلے نازل ہوا؟

کیا یہ ممکن ہے کہ قرآن محمد ﷺ نے یا کسی اور انسان نے تصنیف کیا ہو؟

ان دونوں سوالوں کا واحد ممکن جواب یہ ہے کہ یہ قرآن ضرور بالضرور اللہ کا کلام ہے جو اس نے نبی ﷺ پر نازل کیا، کسی انسان نے اسے ہرگز تصنیف نہیں کیا اور اس آسمانی کتاب میں بیان کیے گئے سائنسی حقائق اس کی حقانیت کی پختہ دلیل ہیں کیونکہ چودہ صدیاں پہلے نزول قرآن سے قبل یہ حقائق بنی نوع انسان میں سے کسی کے علم میں نہیں تھے۔

قرآن مجید میں سائنسی معجزات کے سلسلے میں مزید معلومات، آن لائن مضامین، کتابوں یا ویڈیو ٹیپس کے لیے ملاحظہ کیجیے:

www.ilsam-guide.com/science

باب 2

1400 سال قبل کے 14 قرآنی انکشافات
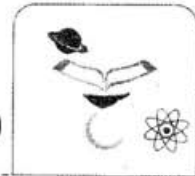
قرآنی اعجاز کے نئے اسلوب

یوں تو قرآن مجید ہر زمانے کے لیے ایک معجزہ ہے لیکن جدید سائنسی دور میں قرآنی اعجاز نئے اسلوب میں نکھر کر سامنے آئے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں سائنسی علم اور حکمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے، فہم قرآن کے افق اور واضح اور نمایاں ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ سائنس اور فلسفے کا طالبعلم جب اس دور میں قرآن مجید کا مطالعہ کرتا ہے تو آیات قرآنی اس سے عجیب و غریب انداز میں گویا ہوتی ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔

بہت سی باتیں ہیں جو ڈیڑھ ہزار سال پہلے قرآن میں بیان کر دی گئیں لیکن وہ اس لیے لوگوں کی سمجھ میں نہ آ سکیں کہ اس وقت انسان کا فہم اور تحقیق و تفتیش کا ذوق قرآنی بصیرت کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ بہت سی باتیں جو آج ہمارے لیے محض جدید انکشافات ہیں اور گزشتہ ایک ڈیڑھ صدی سے پہلے انسان کو ان کی ہوا بھی نہ لگی تھی، قرآن مجید میں صدیوں پہلے انتہائی صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی تھیں۔ کیا یہ اس بات کا کھلا ثبوت نہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام اور ایسا معجزہ ہے جو اپنی حقانیت اور اللہ تعالیٰ کے وجود کی بین شہادت دیتا ہے؟

قرآن کی مطالعۂ کائنات کی دعوت

دنیا میں قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے سے انسان کو
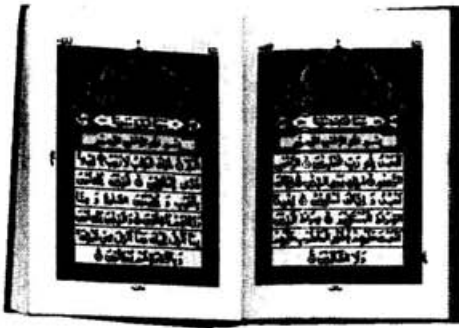
مطالعہ کائنات، علم وحکمت اور قراءت وکتابت کی طرف توجہ دلاتی آرہی ہے۔ اس سے پہلے صحرائے عرب میں کوئی کتاب تھی نہ کوئی صاحب علم مصنف تھا اور نہ پڑھنے لکھنے کا رواج تھا۔ اس وقت سارے عرب میں ایسے افراد کی تعداد تقریباً دو درجن تھی جو اپنا نام یا خط لکھ سکتے تھے، مگر حیرت ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوتی ہے تو اس طرح:

﴿اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴾

''(اے نبی) اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھیں جس نے (ہر شے کو) پیدا کیا، انسان کو جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیں اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔''[1]

پھر ایک جگہ قلم کی قسم کھائی جاتی ہے:

﴿نٓ وَ الۡقَلَمِ وَ مَا یَسۡطُرُوۡنَ ۙ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۚ﴾

''(اے نبی) قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں (یعنی قلم اور اس کا لکھا ہوا اس بات کے شاہد ہیں کہ) آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں۔''[2]

اور مطالعۂ کائنات کی یوں دعوت دی جاتی ہے:

---

[1] العلق 96:1-5 [2] القلم 68:1-2

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۚۙ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○﴾

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری آنے میں عقلمند لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار! یہ سب کچھ تو نے بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ تو پاک ہے، پس تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔" [1]

سائنس قرآن کے کسی بیان پر حرف گیری نہیں کر سکی

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے پہلے کیا کسی نبی، فلسفی یا حکیم نے مطالعۂ کائنات کی طرف اس قدر زوردار انداز سے توجہ دلائی تھی؟ کیا کوئی شخص اپنی طرف سے کسی ایسی بات کی دعوت دے سکتا تھا جس کا انکشاف بارہ تیرہ سو برس بعد ہونا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ ان آیات اور اس دعوت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ دانش، فراست اور بصیرت کارفرما تھی۔ عالمی شہرت یافتہ فرانسیسی سرجن اور مصنف مورلیس بکائے، اپنی کتاب "بائبل، قرآن اور سائنس" میں لکھتے ہیں:

"جب میں نے پہلے پہل قرآنی وحی وتنزیل کا جائزہ لیا تو میرا نقطۂ نظر کلیتاً معروضی تھا، پہلے سے کوئی سوچا سمجھا منصوبہ نہ تھا۔ میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ قرآنی متن اور

---

[1] آل عمران 3:190-191

جدید سائنس کی معلومات کے مابین کس قدر مطابقت ہے۔ تراجم سے پتہ چلا کہ قرآن ہر طرح کے قدرتی حوادث کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن اس مطالعے سے بہت مختصر سی معلومات حاصل ہوئیں۔ جب میں نے گہری نظر سے عربی زبان میں قرآنی متن کا مطالعہ کیا اور ایک فہرست تیار کی تو مجھے اس کام کو مکمل کرنے کے بعد اس شہادت کا اقرار کرنا پڑا جو میرے سامنے تھی۔ قرآن میں ایک بیان بھی ایسا نہیں ملا جس پر جدید سائنس کے نقطۂ نظر سے حرف گیری کی جا سکے۔ اسی معیار کو میں نے عہد نامہ قدیم اور اناجیل کے لیے آزمایا اور ہر بار وہی معروضی نقطۂ نظر قائم رکھا۔ اول الذکر میں مجھے پہلی ہی کتاب ''پیدائش'' (Genesis) سے آگے نہیں جانا پڑا اور اس میں ایسے بیانات مل گئے جو جدید سائنس کے مسلمہ حقائق سے کلی طور پر عدم مطابقت رکھتے ہیں۔''

یہی صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اناجیل کا مکمل طور پر مطالعہ کیا جائے تو عیسائیت انتہائی درجے کے فکری انتشار میں مبتلا نظر آتی ہے۔''

ان صفحات میں ہم مورلیس بکائے کی تصنیف ''بائبل، قرآن اور سائنس'' میں بیان کردہ بعض قرآنی انکشافات پیش کر رہے ہیں۔

کائنات دھواں دھواں تھی

آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل کسی کے تصور میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ کائنات ابتدا میں دھواں تھی اور اس میں سے اجرام فلکی پیدا کیے گئے۔ ہاں، جدید سائنس یہ کہتی ہے کہ کائنات کی تشکیل ایسے گیسی مادے سے ہوئی جو ہائیڈروجن اور ہیلیم جیسے عناصر سے مرکب تھا اور آہستہ آہستہ گردش کر رہا تھا۔ یہ دھواں دھار مادہ انجام کار متعدد ٹکڑوں میں بٹ گیا اور اس سے ستارے اور سیارے وجود میں آئے۔ اس دور کے سائنسدانوں نے اس دھویں کو انتہائی طاقتور دور بینوں سے دیکھا ہے اور یہ مشاہدہ کیا ہے کہ کس طرح اس سے آج تک ستارے بنتے آ رہے ہیں۔ اب دیکھیے ڈیڑھ ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو کیا علم عطا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝﴾

''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔ اس نے آسمان اور زمین سے کہا: وجود میں آ جاؤ، خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔ دونوں نے کہا: ہم آ گئے فرماں برداروں کی طرح۔''[1]

---

[1] حم السجدة 11:41

نومسلم موریس بکائے لکھتے ہیں:

''کائنات کے ابتدائی مرحلے دخان (دھویں) کی موجودگی، جس کا حوالہ قرآن مجید میں دیا گیا ہے اور جس سے مراد مادے کی زیادہ ترگیسی حالت ہے، صریحاً اس ابتدائی تخلیق کے تصور سے مطابقت رکھتی ہے جو جدید سائنس نے پیش کیا ہے۔''

زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی

دورِ جدید کے سائنسدان اس بات پر متفق ہیں کہ زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی۔ پانی تمام جاندار خلیات کا جزو اعظم ہے اور اس کے بغیر زندگی ممکن ہی نہیں۔ جب کسی دوسرے سیارے پر زندگی کے امکانات پر بحث کی جاتی ہے تو پہلا سوال ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ کیا وہاں حیات کو قائم رکھنے کے لیے کافی مقدار میں پانی موجود ہے۔ جرمنی کا ایک ماہر ارضیات ابراہام ورنر (1750ء-1817ء) تمام تبدیلیوں کو ایک ہی سبب یعنی پانی سے منسوب کرتا ہے اور کہتا ہے:

''پہاڑوں کی تشکیل پانی کی وجہ سے ہوئی۔ پانی ہی میں سے وہ گیس بنی جو بطن زمین کے مواد کو باہر لائی اور پہاڑوں کی آتش فشانی میں بھی پانی کا دخل تھا۔''

جس زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا، کسی شخص کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ زندگی کی ابتدا پانی سے ہوئی لیکن قرآن مجید میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان کردی گئی:

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ط﴾

''اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی۔'' [1]

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر چلنے والا ہر جاندار پانی سے پیدا فرمایا۔'' [2]

---

[1] الأنبياء 30:21 [2] النور 45:24

موریس بکائے لکھتے ہیں:

''قرآن مجید میں حیات کی ابتدا کے متعلق تمام بیانات جدید سائنسی معلومات سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں مگر زندگی کی ابتدا سے متعلق جو تصورات نزول قرآن کے وقت عام طور پر رائج تھے، ان میں سے کوئی بھی قرآن میں مذکور نہیں۔''

دنیا کی تمام اشیاء جوڑا جوڑا پیدا کی گئیں

اس دور میں سائنسدانوں نے یہ انکشاف کیا ہے کہ نباتات میں بھی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے...... ایک نر ہے اور ایک مادہ...... یہ بات اس زمانے میں جبکہ قرآن مجید نازل ہو رہا تھا، کسی شخص کو بھی معلوم نہ تھی لیکن اس مقدس کتاب میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَنۢبَتۡنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوۡجٖ كَرِيمٍ ۝﴾

''پھر ہم نے زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اُگائیں۔''[1]

﴿وَمِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِ جَعَلَ فِيهَا زَوۡجَيۡنِ ٱثۡنَيۡنِ﴾

''اور (اسی نے) ہر طرح کے پھلوں کے دو دو کے جوڑے بنائے۔''[2]

﴿سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلۡأَزۡوَٰجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنۢبِتُ ٱلۡأَرۡضُ وَمِنۡ أَنفُسِهِمۡ وَمِمَّا لَا يَعۡلَمُونَ ۝﴾

''پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے، اُن چیزوں کے جنھیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کی اپنی جنس (نوع انسانی) کے اور ان اشیا کے بھی جن کو یہ جانتے تک نہیں۔''[3]

---

[1] لقمان 10:31 [2] الرعد 3:13 [3] یٰسٓ 36:36

نباتات میں سبز مادے کی اہمیت

مکئی کے سبز پودے اور خوشے

دورِ جدید میں سائنسدانوں نے دریافت کیا کہ جب پودے پانی جذب کرتے ہیں تو ان میں ایک سبز رنگ کا مادہ پیدا ہوتا ہے جسے انگریزی میں کلوروفل (Chlorophyll) کہتے ہیں۔ یہی وہ مادہ ہے جس کے ذریعے سے نباتات میں دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں کسی کو بھی معلوم نہیں تھی لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

﴿وَهُوَ الَّذِىٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ﴾

''اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اس سے ہر قسم کی نباتات پیدا کی، پھر ہم نے ان سے ہری بھری کھیتی اگائی جس سے ہم دانے تہ بہ تہ پیدا کرتے ہیں۔''[1]

---

[1] الأنعام 6:99

عربی لفظ خَضِرًا کے معنی ''سرسبز کھیتی'' کے علاوہ ''سرسبز مقام'' یا ''سبزہ زار'' کے بھی ہیں۔ اسی لیے موریس بکائے نے خَضِرًا کا ترجمہ ''سبز مادہ'' کیا ہے اور اس سے مراد کلوروفل (Chlorophyll) لیا ہے جو کہ پودوں کا سبز مادہ ہے۔ (م۔ف)

پودوں کا حمل اور ہوائیں

ہم نے پہلے بیان کیا کہ نباتات میں نر اور مادہ ہوتے ہیں۔ جدید سائنسی تحقیق یہ ہے کہ نر میں زرد رنگ کے ذرات ہوتے ہیں جو پولن (Pollen) یا زردانے کہلاتے ہیں۔ اگر یہ ذرات مادہ تک نہ پہنچیں تو بیج اور پھل پیدا نہیں ہوتے۔ قدرت ان ذرات کو مادہ پھول تک پہنچانے کے لیے کئی طریقے استعمال کرتی ہے۔ بعض پودوں میں دونوں قسم کے پھول ایک دوسرے کے قریب ہوتے ہیں۔ جب ہوا یا بھونروں کے بیٹھنے سے شاخیں ہلتی ہیں تو پولن مادہ پھول پر گر پڑتا ہے۔ اگر مادہ اور نر پھول کے پودے الگ الگ ہوں تو عموماً ہواؤں سے کام لیا جاتا ہے۔ ہوائیں پولن کو اڑا کر مادہ پھولوں پر ڈال دیتی ہے۔ بھونرے بھی یہی کام کرتے ہیں۔ جب وہ پھولوں کا رس چوسنے کے لیے نر پھول میں گھستے ہیں تو پولن کی کچھ مقدار ان کے پروں اور ٹانگوں سے چمٹ جاتی ہے اور جب وہ مادہ پھول میں داخل ہوتے ہیں تو کچھ پولن وہیں چھوڑ آتے ہیں۔ دریاؤں میں اگنے والے پودوں کا پولن پانی میں سفر کرتا ہے۔ پرندے، گلہری، چوہے اور کیڑے مکوڑے بھی یہ فرض انجام دیتے ہیں۔ چونکہ پولن کی تقسیم کا سب سے بڑا ذریعہ ہوائیں ہیں، اس لیے قرآن مجید نے انھی کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ عربی زبان میں لقح کے معنی ہیں حمل کرنا، لَقِحَتِ الْمَرْأَةُ یعنی عورت حاملہ ہوگئی، نیز لَوَاقِح (حاملہ اونٹنیاں) اور رِیحٌ لَاقِحٌ "بارور کر دینے والی ہوا"، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ﴾

"ہم نے بارور کر دینے والی ہوائیں چلائیں۔"[1]

قرآن مجید میں ایسی حقیقت کا ذکر آ جانا جس کا انکشاف آج سے دو سو برس پہلے ہوا، اس امر کا اعلان ہے:

﴿كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝﴾

"(یہ) ایسی کتاب ہے جس کی آیات مفصّل بیان کی گئی ہیں، (یہ) قرآن عربی ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔"[2]

[1] الحجر 22:15 [2] حم السجدة 3:41

دودھ کے اجزائے ترکیبی اور دورانِ خون

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً‌ ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَـنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ○﴾

''اور یقیناً چوپایوں میں تمھارے لیے ایک سبق ہے۔ ہم تمھیں ان کے پیٹ کے اندر کے گوبر اور خون میں سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے خوشگوار ہے۔'' [1]

موریس بکائے اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''دودھ کے اجزائے ترکیبی پستان کے غدودوں سے رستے ہیں۔ ان کو غذا کے ہضم ہونے والے حصوں سے غذائیت ملتی ہے جو خون کی نالیوں کے ذریعے ان اجزاء تک پہنچتی ہے، چنانچہ کھانے سے جو غذائیت حاصل ہوتی ہے، خون اسے جمع کرنے اور پہنچانے والا عامل ہے اور اسی سے پستانوں کے غدودوں کا تغذیہ ہوتا ہے جہاں دودھ کی تولید ہوتی ہے اور یہ ویسا ہی عمل ہے جیسا دوسرے اعضاء میں ہوتا ہے۔

''دورانِ خون کا یہ ابتدائی عمل جو دوسرے جسمانی افعال کا باعث بنتا ہے، آنتوں اور خون کے مشمولات کو تمام جدارالامعاء (آنتوں کی اندرونی جھلی) کی سطح پر باہم ملا دیتا ہے۔ یہ

[1] النحل 66:16

نہایت واضح تصور کیمیا اور علم اعضاء میں تحقیقات کے نتیجے کے طور پر حاصل ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس کا کسی کو قطعاً علم نہیں تھا اور محض ماضی قریب میں اس کو سمجھا گیا ہے۔ دورانِ خون کا باقاعدہ تصور نزول قرآن کے صدیوں بعد مسلمان سائنسدان ابن نفیس نے دیا اور پھر لی ہاروے نے اس میں قابل قدر اضافہ کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس تصور کی قرآن میں موجودگی کی پوری وضاحت 1400 برس پہلے ممکن نہ تھی، اس لیے کہ یہ بہت بعد میں وضع ہوا۔"

بلندی پر سانس کی تنگی

جس زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا، لوگوں کا خیال تھا کہ جو شخص بلندی کی طرف جائے گا اسے زیادہ تازہ ہوا، زیادہ فرحت اور زیادہ خوشی حاصل ہو گی، لیکن جدید دور میں جب انسان نے ہوائی جہاز ایجاد کیا اور وہ تیس چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرنے لگا تو اسے پتہ چلا کہ بلندی پر جاتے ہوئے نسبتاً کم آکسیجن مہیا ہوتی ہے اور سانس لینے میں بہت دشواری پیش آتی ہے۔ اس شدید گھٹن سے بچنے کے لیے ہوائی جہازوں میں مصنوعی آکسیجن لے جانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

بلند پہاڑ کا ایک منظر

نبی ﷺ کے زمانے میں اس قدر بلندی پر جانے کا تصور تھا نہ آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کا، لیکن قرآن مجید میں یہ آیت ہمیں حیرت میں ڈال دیتی ہے:

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ﴾

''پس (یہ حقیقت ہے کہ) اللہ جسے ہدایت بخشنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے (بلندی کو جا رہا ہے)۔''[1]

[1] الأنعام 125:6

درد کا احساس صرف جِلد کو ہوتا ہے

جدید طب نے یہ دریافت کیا ہے کہ وہ اعصاب جو درد کا ادراک کرتے ہیں، خواہ درد چوٹ لگنے، جلنے یا شدید گرمی یا سردی کی وجہ سے ہو، فقط جلد میں پائے جاتے ہیں، یعنی اگر جسم میں سوئی چبھوئی جائے تو درد صرف جلد کی سطح پر ہوگا لیکن اگر سوئی جلد سے آگے گزار دی جائے تو بقیہ گوشت میں فی الواقع درد نہیں ہوگا۔ یہ اگرچہ جدید ترین تحقیق ہے لیکن اس کی طرف اشارہ قرآن مجید میں صدیوں پہلے سے موجود ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ط كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ○﴾

''جن لوگوں نے ہماری آیات ماننے سے انکار کر دیا، انھیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔ بے شک اللہ بہت زبردست، بڑی حکمت والا ہے۔''[1]

یعنی قرآن مجید میں درد اور تکلیف کا تعلق صرف جلد سے بیان کیا گیا ہے اور گناہ گاروں کو مزید تکلیف پہنچانے کے لیے بار بار ان کی جلد ہی تبدیل کی جائے گی۔

---

[1] النساء 4:56

سورج روشنی کا منبع اور چاند محض روشن ہے

یہ بات جدید سائنسی دور میں معلوم ہو سکی ہے کہ چاند سورج کی روشنی کو منعکس کرتا ہے، تاہم اس کا اشارہ قرآن مجید میں بھی ملتا ہے۔ وہ اس طرح کہ چاند کو روشن تو کہا گیا ہے لیکن روشنی کا منبع یا چراغ قرار نہیں دیا گیا۔ صرف سورج کے لیے چراغ بلکہ گرم روشن چراغ سراجاً وھّاجاً کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ لفظ ''سراج'' صیغہ واحد میں استعمال ہوا ہے۔ اگر چاند کی بھی وہی پوزیشن ہوتی جو سورج کی ہے اور وہ بھی شعلہ فگن چراغ ہوتا تو سراجاً کے بجائے ''سِرَاجَیْن'' یعنی ''دو چراغ'' کے الفاظ استعمال کیے جاتے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک چاند روشن تو ہے لیکن روشنی کا منبع نہیں ہے۔ مندرجہ ذیل آیتیں قابلِ غور ہیں:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ○﴾

''وہ ذات بڑی برکت والی ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ (سورج) اور ایک چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔''[1]

﴿وَّبَنَیْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ○ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ○﴾

''اور ہم نے تمھارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور ایک نہایت روشن اور گرم

[1] الفرقان 61:25

چراغ پیدا کیا۔'' [1]

روشن سورج اور زمین کے درمیان چاند

سورۃ الفرقان میں چاند کو ایک چمکتا ہوا آسمانی جسم قمراً منیراً قرار دیا گیا ہے جس سے روشنی منعکس ہوتی ہے۔ آیت اور الفاظ کے اسلوب سے صاف پتہ چلتا ہے کہ چاند کو روشن تو کہا گیا ہے مگر روشنی کا منبع و مصدر قرار نہیں دیا گیا، اس کے برعکس سورج کو ایک چراغ (سراج) کہا گیا ہے اور سورۃ النبا میں اسے ایک ''شعلہ فگن'' یا نہایت گرم اور روشن چراغ (سراجًا وھاجًا) قرار دیا گیا ہے۔

انھی آیات کے پیش نظر موریس بکائے لکھتے ہیں: ''قرآن میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ان معلومات کی تردید کرتی ہو جو ہمیں آج ان اجرام سماوی کے بارے میں حاصل ہیں۔''

[1] النبا 78:12-13

سورج اور چاند کے مداروں کا وجود

آج سے ہزار ڈیڑھ ہزار سال قبل دنیا میں اجرام سماوی کے افلاک یا مداروں (Orbits) کا کوئی تصور نہیں تھا، اس لیے قرآن مجید کے مفسرین کو لفظ ''فلک'' کی تشریح کرنے میں دقت پیش آتی تھی لیکن علمِ فلکیات کی پیشرفت کے نتیجے میں آج ہم بخوبی سمجھتے ہیں کہ ستاروں اور سیاروں وغیرہ کے مدار قرآن کی اصطلاح میں ''فلک'' ہیں جن میں وہ گردش کیے جاتے ہیں۔ موریس بکائے اس موضوع پر لکھتے ہیں:
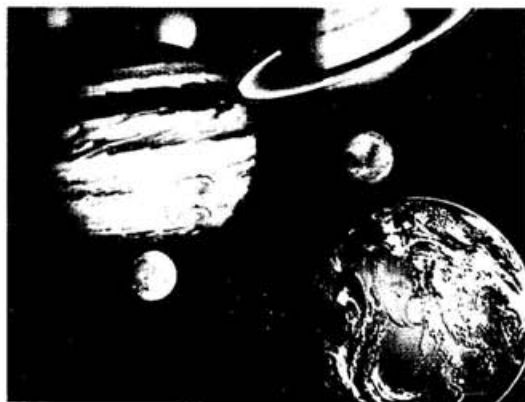
زمین، مریخ، مشتری، زحل اور چاند اپنے اپنے مداروں میں

''قرآن کے قدیم مترجمین کو اس لفظ (فلک) نے تشویش میں مبتلا کر دیا تھا جو چاند اور سورج کے مدوّر راستوں کا تصور قائم نہیں کر سکتے تھے، اس لیے انھوں نے خلا میں ان کے بارے میں کچھ ایسی شکلیں متعین کر لی تھیں جو یا تو کسی حد تک درست تھیں یا بالکل ہی غلط تھیں۔

''حمزہ ابوبکر اپنے ترجمۂ قرآن مجید میں اس لفظ ''فلک'' کی وہ مختلف تشریحات پیش کرتے

ہیں جو دوسروں نے کی ہیں: ایک قسم کا دھرا جو آہنی سلاخ کے مثل ہوتا ہے جس کے گرد کوئی کل گھومتی ہے، ایک سماوی کرۂ مدار، بروج کی علامتیں، رفتار، لہر۔''

لیکن پھر وہ حسب ذیل بیان، جو چوتھی صدی ہجری یا دسویں صدی عیسوی کے مشہور مفسر طبری نے دیا ہے، پیش کرتے ہیں:

''جب ہمیں کسی بات کا علم نہ ہو تو ہمارا فرض ہے کہ ہم خاموشی اختیار کریں۔''

موریس بکائے مزید لکھتے ہیں:

''اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ سورج اور چاند کے مداروں کا تصور قائم کرنے میں کس قدر ناکام رہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ لفظ (فلک) چونکہ اس فلکیاتی تصور کو بیان کرتا تھا جو حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں عام تھا، لہٰذا ان آیات کی توضیح وتشریح انتہائی مشکل رہی، لیکن قرآن میں ایک جدید اور منفرد تصور موجود تھا جس کی وضاحت صدیوں بعد تک نہ کی جا سکی۔''

اب آیئے دیکھیں قرآن مجید نے فلک یا مدار کا کیا تصور پیش کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝﴾

''وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا، یہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔'' [1]

﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِىْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝﴾

''اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں حتی کہ وہ ہر پھر کر کھجور کی سوکھی شاخ کے

[1] الأنبياء 33:21

مانند رہ جاتا ہے۔ نہ سورج کے بس میں ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ اور یہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔'' [1]

موریس بکائے ان آیات کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس جگہ ایک اہم حقیقت کا واضح طور پر اظہار کیا گیا ہے، وہ ہے سورج اور چاند کے مداروں کا وجود۔ اس پر مستزاد وہ حوالہ ہے جو ان اجرام کے خلا میں سفر کرنے کے سلسلے میں دیا گیا ہے۔ ان آیات کے مطالعے سے ایک اور حقیقت بھی ابھر کر سامنے آتی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ سورج ایک مدار میں حرکت کر رہا ہے لیکن اس بات کی نشاندہی نہیں کی گئی کہ زمین کے لحاظ سے یہ مدار کونسا ہو سکتا ہے۔ نزولِ قرآن کے وقت خیال کیا جاتا تھا کہ سورج متحرک ہے اور زمین ساکن۔ یہ مرکزیتِ زمین کے نظام کا نظریہ بطلیموس کے زمانے سے مقبول چلا آ رہا تھا جو دوسری صدی عیسوی کا مصری سائنسدان تھا۔ اس نظریے کا سلسلہ نکولاس کوپرنیکس تک چلا جس کا دور سولھویں صدی عیسوی کا ہے۔ اگرچہ حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں لوگ اس بطلیموسی نظریے کے حامی تھے مگر قرآن کریم میں کہیں بھی اس کا اظہار نہیں ہوا، بلکہ قرآن نے افلاک (مداروں) کا نظریہ پیش کیا جس کا اعتراف سائنس نے صدیوں بعد کیا۔''

[1] یٰسٓ 36:39-40

سورج اپنی منزل کی جانب رواں ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِىْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴾

''اور سورج اپنے ٹھکانے کی سمت دوڑا چلا جا رہا ہے۔ یہ بہت زبردست، خوب جاننے والے اللہ کا متعین کردہ راستہ ہے۔''[1]

سولھویں صدی عیسوی میں پولینڈ کے ماہر نجوم نکولاس کوپرنیکس نے یہ اعلان کیا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد چکر لگاتی ہے۔ اس سے دنیائے علم میں ایک بھونچال آ گیا۔ جب دنیا نے کوپرنیکس کے اس نظریے کو ایک حقیقت سمجھ لیا تو عالمِ اسلام میں ایک اضطراب کی کیفیت پیدا ہوئی، اس لیے کہ قرآن مجید سورج کو متحرک قرار دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد اٹھارویں صدی میں سر فریڈرک ولیم ہرشل نے یہ اعلان کیا کہ سورج متحرک ہے۔ اس نے کہا: ''سورج خلا میں سفر کر رہا ہے۔'' یہ کہہ کر اُس نے قرآنی بیان کی تصدیق کر دی۔

سورج کس طرح سفر کر رہا ہے؟ کیلیفورنیا کی ایک رصدگاہ کے ڈائریکٹر آر جی ایٹکن کا اندازہ یہ ہے کہ سورج اپنے نظامِ شمسی سمیت اپنی کہکشاں کے ساتھ چوبیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہا ہے۔ اور جدید ترین انکشاف جو سائنس نے کیا

[1] یٰسٓ 38:36

ہے، وہ یہ ہے کہ سورج مجمع النجوم شلیاق میں کسی نامعلوم مرکز کی طرف نہایت تیزی سے بھاگا جا رہا ہے۔ اس مرکز کو سولر ایپکس (Solar Apex) کہا گیا ہے۔

ایک منجم کہتا ہے کہ سورج میں بھی دو قسم کی حرکت پائی جاتی ہے۔ ایک کہکشاں کے ہمراہ خلا میں اور دوسری مرکز کہکشاں کے گرد۔ یہاں ایک اہم بات قابل غور ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ کوپرنیکس کے نظریے سے متاثر ہو کر قرآن مجید پر طعن و تشنیع کرنے لگے یا اس کی صداقت کے متعلق شک میں مبتلا ہیں، انھیں یہ دیکھنا چاہیے کہ سائنس کا ہر نیا انکشاف اور ہر نظریہ اس قابل نہیں ہوتا کہ جہاں دین حق کی کسی بات سے ٹکرایا تو فوراً دین کی بات چھوڑ کر اسے قبول کر لیا جائے۔ انسانی نظریات، نظریات ہی ہوتے ہیں اور یہ آئے دن بدلتے رہتے ہیں اور ان کی بنیاد پر دین کے حقائق کو متزلزل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی حال آج کل ان لوگوں کا ہے جو ڈارون کے نظریۂ ارتقا پر ایمان رکھتے ہیں اور اسلام کے بارے میں معذرتیں پیش کرتے ہیں یا دین کی بعض باتوں کی تاویل کرتے ہیں۔

ان حضرات کو نظریے اور حقیقت میں فرق محسوس ہونا چاہیے۔ نظریہ روزانہ بدلتا ہے اور حقیقت وہ چیز ہوتی ہے جس کے غلط ہونے کا امکان نہیں ہوتا اور قرآن کا تو ہر بیان حقیقتِ ثابتہ ہے!

سورج اور چاند کی گردش والی آیات پڑھ کر وہ مسلمان ہوگئی

سورۂ یٰسٓ کی سورج، چاند وغیرہ کی گردش سے متعلق آیات کی معجزانہ تاثیر دیکھیے کہ آسٹریلیا کی ایک خاتون ان آیات کا انگریزی ترجمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوگئیں۔ اُمّ امینہ بدریہ کی ایمان افروز داستانِ قبولِ اسلام انھی کی زبانی سُنیے۔ وہ کہتی ہیں:

''میرے والد کا تعلق تھائی لینڈ سے تھا۔ وہ پیدائشی لحاظ سے مسلمان تھے لیکن عملی طور پر ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا جبکہ میری والدہ بدھ تھیں اور والد صاحب سے شادی کے وقت مسلمان ہوئی تھیں۔ وہ دونوں بعد میں آسٹریلیا آ کر آباد ہو گئے تھے۔ میرا پیدائشی نام ''ٹے نی تھیا'(Tanidthea) تھا۔ میں نے یونیورسٹی آف نیو انگلینڈ، آرمیڈیل سے ایم اے اکنامکس کیا اور بزنس مارکیٹنگ اور ہیومن ریسورسز کے مضامین پڑھے۔ پھر میں بطور ٹیوٹر پڑھانے لگی۔ دریں اثنا میری شادی ہوگئی۔ شادی اسلامی قانون کے مطابق ہوئی۔ میرے شوہر کمپیوٹر گرافکس ڈیزائنر تھے۔ وہ شادی کے وقت مسلمان ہوئے تھے لیکن صرف نام کے مسلمان تھے۔ اسلام پر ہرگز عامل نہیں تھے۔ میرے باپ بھی نام کے مسلمان تھے اور انھیں دین کے بارے میں کچھ معلوم تھا نہ انھوں نے ہمیں کچھ بتایا۔ یہی وجہ تھی کہ ہم بھی دین سے مکمل طور پر عاری تھے۔ میں کسی مذہب پر یقین نہیں رکھتی تھی۔ اللہ مجھے معاف کرے، میں ملحد تھی۔

''میں جب اپنے شوہر کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ گزار چکی تو ایک وقت مجھ پر ایسا آیا کہ دنیا سے میرا دل اچاٹ ہوگیا اور میں پریشانی کی حالت میں تھی۔ اس پر میں نے سوچا

کہ مجھے نماز پڑھنی چاہیے جیسا کہ میں نے ایک دفعہ اپنے والد صاحب کو کہیں پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔لیکن جب میں نے اپنے شوہر کو اس کے بارے میں بتایا تو اس نے اس بات کا بہت برا مانا۔اس نے کہا کہ (نعوذ باللہ) کوئی اللہ واللہ نہیں ہے اور نہ نماز وغیرہ کچھ ہے۔ دریں اثنا میرے والدین وفات پا گئے تھے۔

''تقریباً سات سال پہلے میں آسٹریلیا کی نیو ساؤتھ ویلز سٹیٹ کے شہر آرمیڈیل (Armidale) کی ایک چھوٹی سی مسجد میں گئی جو کہ غیر ملکی مسلم طلبہ کے لیے تعمیر کی گئی تھی۔ وہاں سے میں نے انگلش ترجمے والا قرآن مجید پڑھنے کے لیے مستعار لیا۔ یہ قرآن مجید خادم الحرمین الشریفین الملک فہد بن عبدالعزیز آلِ سعود (سعودی عرب) کی جانب سے شائع شدہ تھا۔میں اسے گھر لے جا کر محض اس کی ورق گردانی (Flip) کر رہی تھی کہ سورۂ یٰسٓ کی ان آیات کا ترجمہ سامنے آیا جن میں چاند اور سورج کی حرکت کے بارے میں سائنسی انداز میں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝﴾

''اور سورج اپنی معین راہ پر گردش کر رہا ہے۔ یہ اللہ عزیز وعلیم کی منصوبہ بندی ہے۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ پھر پھر کر کھجور کی سُوکھی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ سورج کی یہ مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے۔ اور یہ سب اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں۔''[1]

''یہ ترجمہ پڑھنا تھا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میرے جسم میں ایک عجیب سی

---

[1] سورۂ یٰسٓ 36:38 تا 40

کیفیت پیدا ہوئی۔ میں نے سوچا کہ نبی علیہ السلام امی تھے، یعنی پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن اتنے بہترین سائنسی انداز میں جو آپ ﷺ نے بیان کیا ہے تو یہ ضرور ان پر اللہ کی طرف سے وحی ہو سکتی ہے۔ بس اس لمحے میرے دل کی دنیا بدل گئی اور میں نے اللہ کی کتاب قرآن عظیم الشان کا مطالعہ اور اس میں غور وفکر شروع کر دیا۔

''میں جب بھی اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتی ہوں، پہلے اپنے سابقہ عمل پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتی ہوں اور پھر ان پر پورا پورا عمل کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ میں قبولِ اسلام کے بعد مسجد جاتی رہی۔ شروع شروع میں، میں پردہ نہیں کرتی تھی، پھر جب نمازیوں نے مجھے بتایا کہ یہ گناہ ہے تو اسی دن سے میں نے اپنے گھر جا کر اسکارف لیا اور پہننا شروع کر دیا، نیز اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کرنے لگی۔

''میں نے خاصی کوشش کی کہ میں اپنے شوہر کو اسلام کے بارے میں قائل کر سکوں لیکن وہ نہ مانا، حالانکہ میری اس سے بیٹی بھی پیدا ہو چکی تھی۔ آخر میں نے اس سے کہا کہ یا اسلام قبول کر لو یا مجھے چھوڑ دو۔ تب اس نے مجھے طلاق دے دی اور مجھ سے اور میری بیٹی سے دستبردار ہو گیا۔ دریں اثنا میں انٹرنیٹ پر اپنے ایک پاکستانی بھائی عبدالصمد سے چیٹنگ کرنے لگی اور ان سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہی جو وہ مجھے وقتاً فوقتاً بہم پہنچاتے رہے۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ میں آسٹریلیا سے اسلام کے لیے ہجرت کر لوں۔ میں نے پاکستان کی جانب ہجرت کرنے کو ترجیح دی۔

''اسلام لانے سے پہلے میری بیٹی کا نام توان وارٹ (Tawanwart) تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اس کا نام تبدیل کر کے امینہ رکھ دیا۔ میں نے اپنا نام غزوۂ بدر کی نسبت سے بدریہ رکھا تھا۔ بیٹی کے حوالے سے میں ام امینہ کہلاتی ہوں۔ میں نے اپنی بیٹی کو آسٹریلیا کے کسی سکول میں بھجوانا مناسب نہ سمجھا کیونکہ وہاں تعلیم میں موسیقی اور ان کے پرچم

کے آگے ادب و احترام کے لیے مختلف افعال کی ادائیگی شامل تھی جو کہ مجھے پسند نہیں تھی، لہٰذا میں نے اپنی بیٹی کو اپنے گھر ہی میں اسلام کی ابتدائی تعلیم و تربیت دی ہے۔

''آسٹریلیا میں اکثریت عیسائی مذہب پر یقین رکھتی ہے لیکن الحمدللہ اب لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور خاص طور پر خواتین بڑی تیزی سے اسلام کی طرف آ رہی ہیں۔ چند خواتین نے مسلمانوں کے ساتھ شادیاں کی ہیں۔ اکثر خواتین اپنے تحفظ اور احترام کے لیے اسلام کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں جو کہ صرف اسلام عطا کرتا ہے۔

''آسٹریلیا کے مسلمانوں میں اکثریت عمل سے دور ہے لیکن وہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن اور سنت پر مکمل عمل کر رہے ہیں۔ لیکن مجھے بعض اوقات ایسے مسلم علماء کے رویوں سے بہت دُکھ ہوتا ہے جو اللہ کی خاطر حق بات نہیں کہتے بلکہ ایسے بیانات دیتے ہیں جن سے آسٹریلیا کے اہل اقتدار کو خوش کیا جائے۔ مثلاً پچھلے دنوں ایک عالم دین سے انٹرویو کیا گیا تو اس نے یہ کہا کہ عراق میں جو مسلمان مر رہے ہیں وہ شہید نہیں ہیں۔ آج ہم جہاد کے نام سے بھی ڈر رہے ہیں جبکہ عراق کے لوگ کوئی جارحانہ لڑائی (Offensive) نہیں لڑ رہے بلکہ اپنی بقا کی جنگ (Defensive) لڑ رہے ہیں اور یہ ان کا حق ہے کیونکہ ان پر جنگ مسلط کی گئی ہے۔

''میں ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کی دعا کرتی رہتی ہوں کہ اے اللہ، تو میری رہنمائی فرما۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ سیدھے راستے کی درخواست کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اپنے بندے کی رہنمائی فرماتا ہے، لہٰذا میں ہر کام میں صراط مستقیم کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی رہتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری رہنمائی فرماتا ہے۔

''میں پاکستانی مسلمان عورتوں سے یہی کہوں گی کہ وہ اپنے دین کی طرف متوجہ ہوں۔ دنیا کی کچھ حیثیت نہیں ہے۔ یہ چند روزہ زندگی ہے، اسے گزر ہی جانا ہے۔ اگر یہ حقیقت سمجھ لی جائے تو مال، جائیداد، پوت، ان سب کی حقیقت انسان پر آشکارا ہو جاتی ہے، اس لیے ان کو

چاہیے کہ صحیح معنوں میں اسلام کو بطور دین قبول کریں اور رسم و رواج سے ہٹ کر اس پر عمل کرنا چاہیے۔ لیکن میں نے یہاں دیکھا ہے کہ اکثر عورتیں شرعی پردہ نہیں کرتیں، صرف رواجی پردہ کرتی ہیں۔ جب گھر سے باہر نکلنا ہوتا ہے تو خوب پردہ کر لیتی ہیں لیکن گھروں میں نوکروں، دیوروں اور رشتے داروں کے سامنے پردے کا حق ادا نہیں کرتیں جس کا سارا گناہ ان کے ساتھ ساتھ ان کے شوہروں کو بھی ہوگا۔ میں ان سے یہی کہوں گی کہ وہ اپنے اللہ کی طرف رجوع کریں۔ ان شاء اللہ ان کا یہ عمل دنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے اجر کا ذریعہ ہوگا۔'' [1]

[1] نداء الاسلام، پشاور، رجب 1427ھ/اگست 2006ء

کائنات توسیع پذیر ہے

اس وقت یہ تصور نہایت محکم ہے کہ ہر کہکشاں (Glaxy) دوسری کہکشاں سے دور ہٹتی جارہی ہے اور اس طرح کائنات کی جسامت مسلسل بڑھ رہی ہے اور جس قدر کہکشائیں ایک دوسری سے دور ہٹتی جاتی ہیں، خالی جگہ نئی کہکشائیں بن جاتی ہیں۔

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل جبکہ عربوں کے پاس کوئی بھی فلک بینی کا آلہ موجود نہیں تھا، قرآن نے ایک ایسی بات کہہ دی جس کا انکشاف 1948ء کے بعد کوہ پلومر (امریکہ) کی ایک بہت بڑی دوربین نے کیا اور وہ یہ ہے کہ یہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے:

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ○﴾

''ہم نے آسمان کو قوت سے بنایا اور ہم اس میں توسیع کرتے رہیں گے۔''[1]

یہ بات قرآن مجید کے وحی الٰہی ہونے کا ایک قطعی ثبوت ہے اور اللہ تعالیٰ کے وجود کی ایک کھلی نشانی۔

---

[1] الذاریات 47:51

زمین سکڑ رہی ہے

اس دور کے سائنسدانوں کا نظریہ ہے کہ زمین کے حجم میں آہستہ آہستہ کمی ہو رہی ہے۔

کرۂ ارض جس پر برِاعظم ایشیا، افریقہ اور یورپ نمایاں ہیں

فلکیات کے مشہور ماہر سرجیمز جینیز (1877ء-1946ء) کا خیال ہے کہ آغاز میں ایک بہت بڑا ستارہ سورج کے قریب سے گزرا۔ زورکشش سے سورج کا ایک ٹکڑا کٹ کر دُور خلا میں گھومنے لگا اور زمین کہلایا۔[1] شروع میں زمین کا درجہ حرارت وہی تھا جو سورج کا ہے۔ رفتہ رفتہ زمین ٹھنڈی ہونے لگی اور اب تک ہو رہی ہے۔ جب یہ گرم تھی تو اس کا حجم زیادہ تھا۔ ٹھنڈی ہو جانے کے بعد یہ سکڑنے لگی اور سکڑتی چلی جا رہی ہے۔

---

[1] سائنسدان اپنے مطالعے میں اسباب تک محدود رہتے ہیں، ان کی نظر مسبب یعنی اسباب پیدا کرنے والی ذاتِ باری تک نہیں جاتی۔ یہی اس مغربی طرزِ فکر کی سب سے بڑی خامی ہے۔ قرآن اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ یہ سارے اسباب اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کیے اور اللہ ہی کے حکم سے اس کے پیدا کردہ اسباب کے مطابق کائنات اور اس کے مختلف اجسام وجود میں آئے۔ (م ف)

یہ بات آج سے ایک ڈیڑھ ہزار سال پہلے کے لوگوں کے تصور میں نہیں آ سکتی تھی لیکن قرآن مجید میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ط﴾

''کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے سکیڑتے چلے جا رہے ہیں؟''[1]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تمام اسرار جو جدید سائنس کو اس دور میں معلوم ہوئے، قرآن مجید میں کس طرح بیان ہو گئے؟ وہ کون ہے جس نے حضرت محمد ﷺ کو آج سے چودہ سو سال پہلے یہ باتیں بتا دیں جبکہ دوربینیں تھیں نہ سائنسی تحقیق و تفتیش کے آلات تھے۔ ہر سمجھ دار انسان یہ بات اچھی طرح جان سکتا ہے کہ یہ باتیں قرآن مجید میں انسانی تخیل کا نتیجہ نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ اللہ اور صرف اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی وحی کی خبریں ہیں۔ وہ فرماتا ہے:

﴿قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط﴾

''اے نبی! کہہ دیجیے: اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہے۔''[2]

یہ تمام حقائق جو سائنس دانوں کو آج معلوم ہوئے، حضرت محمد ﷺ کو چودہ صدیاں قبل معلوم تھے۔ یہ اپنی اپنی جگہ حجت قاطعہ ہیں اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کے وجود اور محمد ﷺ کی رسالت پر روشن دلائل ہیں جن کا کوئی ہوشمند انسان انکار نہیں کر سکتا۔

---

[1] الرعد 41:13 [2] الفرقان 6:25

کم سے کم مُدّتِ حمل کتنی؟

جنین کی پیدائش کی مدت نو ماہ شمار کی جاتی ہے، مگر دورِ جدید میں سائنسی تحقیقات نے بیان کیا ہے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں چھ ماہ کی مدت گزارنے کے بعد صحیح سالم پیدا ہو سکتا ہے اور اس کے بعد زندگی بسر کر سکتا ہے۔ گویا جدید سائنسی نقطۂ نگاہ سے جنین کی پیدائش کے لیے کم سے کم مدت نو ماہ کے بجائے چھ ماہ ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہیں یہی بات قرآن مجید نے بالکل صراحت کے ساتھ چودہ صدیاں قبل بیان تو نہیں کر دی؟

تفسیر ابن کثیر میں ایک اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ ایک صاحب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں شکایت لے کر آئے کہ اس کی شادی کو صرف چھ ماہ ہوئے ہیں اور اس کی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ بیوی کو اصرار تھا کہ بچہ اس کے خاوند ہی کا ہے، حرامی نہیں، لیکن اس کا خاوند اور خود امیر المومنین عورت کی بات کے قائل نہ ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابھی اس عورت کو سزا سنانے ہی والے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ آ پہنچے اور انھوں نے از روئے قرآن فیصلہ دیا کہ بچہ عورت کے خاوند ہی کا ہے اور عورت کو باعزت بری کر دینا چاہیے کیونکہ قرآن کہتا ہے:

﴿وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ﴾

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا۔ اس کا پیٹ میں رہنا اور اُس

کا دودھ چھڑانا تیس ماہ (کی مدت) ہے۔"[1]

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط﴾

"مائیں اپنی اولاد کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔"[2]

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ حمل کی مدت اور دودھ پلانے کی مدت کا مجموعہ ڈھائی برس ہے۔ دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ دودھ پلانے کی مکمل مدت دو برس ہے۔ یوں حمل کی مدت خود بخود معلوم ہوگئی۔ ڈھائی برس میں سے دو برس تفریق کردیں، باقی چھ ماہ حمل کی کم از کم مدت ہے۔[3]

[1] الأحقاف 15:46 [2] البقرة 233:2

[3] ھفت روزہ "تکبیر" 25 تا 31 اگست 2005ء

باب 3

اس جیسی ایک سورت ہی بنالاؤ!

زمانہ ء جاہلیت کے عرب فصاحت و بلاغت میں دنیا کی دیگر تمام قوموں سے ممتاز تھے۔ خطابت وشاعری اور فصاحت و بلاغت ان کی رگوں میں خون بن کر دوڑتی تھیں۔ انھیں اپنی زباندانی پر اس قدر غرور تھا کہ وہ اپنے سوا تمام لوگوں کو ''عجم'' یعنی گونگے کہا کرتے تھے، چنانچہ جب قرآن مجید کا نزول شروع ہوا تو کفار نے محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور قرآن مجید کی صداقت کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کرنے لگے۔ تب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انھیں چیلنج دیا:

﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ﴾

''پھر (انھیں) چاہیے کہ اس (قرآن) جیسا کلام لے آئیں۔''[1]

جب وہ بھر پور کوشش کے بعد قرآن کی نظیر لانے سے قاصر رہے تو ان سے کہا گیا:

﴿فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾

''پھر تم اس جیسی دس سورتیں ہی گھڑ لاؤ اور اللہ کے سوا جنھیں (مدد کے لیے) بلا سکتے ہو بلالو اگر تم سچے ہو۔''[2]

---

[1] الطور 34:52 [2] ھود 13:11

جب کفار اس میں بھی ناکام رہے تو اللہ نے قرآن کریم میں انھیں پھر چیلنج دیا:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ﴾

''اور اگر تم اس (قرآن) کے متعلق شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو تم اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تم یہ کام نہ کر سکو، اور تم کر بھی نہیں سکو گے، تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اور (اے نبی!) ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجیے جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے، یقیناً ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔''[1]

نزول قرآن کے آغاز سے لے کر چودہ صدیاں گزر گئی ہیں مگر کوئی شخص قرآن مجید کی سی
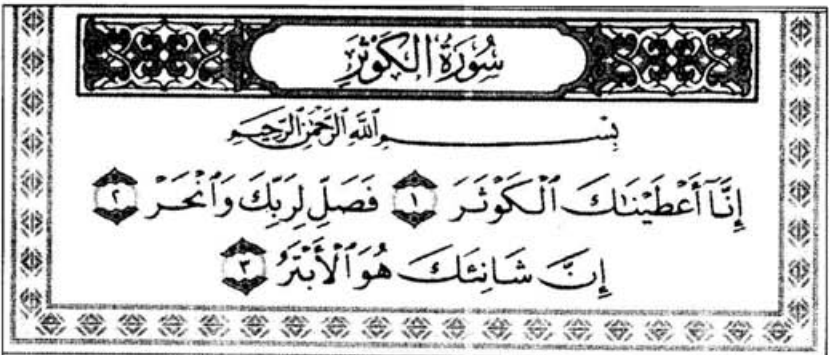
ایک سورت بھی تخلیق نہیں کر سکا جس میں کلام الٰہی کا سا حسن، بلاغت، شان، حکیمانہ قوانین، صحیح معلومات، سچی پیشگوئی اور دیگر کامل خصوصیات ہوں۔ یہ امر قابل غور ہے کہ قرآن کریم

[1] البقرة 2:23-25

کی چھوٹی سے چھوٹی سورت ''الکوثر'' ہے جس میں فقط دس الفاظ ہیں مگر کوئی اس وقت اس چیلنج کا جواب دے سکا نہ بعد میں۔ [1]

بعض کفارِ عرب جو نبی ﷺ کے دشمن تھے، انھوں نے اس چیلنج کا جواب دینے کی کوشش کی تاکہ یہ ثابت کر سکیں کہ محمد ﷺ جھوٹے ہیں (نعوذ باللہ) مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ ان میں ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا جس نے محمد ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری دنوں میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ اس نے قرآن مجید کی بعض سورتوں کی نقل کرنے کی بھونڈی کوشش کی، مثلاً:

«اَلْفِیلُ مَا الْفِیلُ، وَمَا أَدْرٰکَ مَا الْفِیلُ، لَہُ ذَنَبٌ دَبِیلٌ وَّخُرْطُومٌ طَوِیلٌ»

''ہاتھی ہے، اور ہاتھی کیا ہے۔ اور تم کیا سمجھے کہ ہاتھی کیا ہے۔ اس کی ایک موٹی دم ہے اور ایک لمبی سونڈ ہے۔''

مُسیلمہ نے ترنم کی خوش آہنگی میں لاجواب اور حکمت ومعانی سے بھرپور سورۃ العادیات کی طرز میں بھی فضول طبع آزمائی کی اور ''مینڈکی'' پر چند بے معنی قافیہ دار جملے بھی گھڑے مگر ''چہ نسبت خاک را با عالم پاک!'' وہ سراسر احمقانہ کلام تھا جو اس نام نہاد پیغمبر پر شیطان نے نازل کیا تھا۔ خلافت صدیقی میں مُسیلمہ کذاب اپنے جھوٹے کلام اور باطل اعمال کے ساتھ مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو کر جہنم کا رزق بن گیا۔

عبداللہ بن مقفع عربی کا ایک بڑا فصیح وبلیغ ادیب تھا۔ اس نے جب قرآن کا چیلنج پڑھا تو اس کے ہم پلہ کوئی ادبی کاوش پیش کرنے کی سوچی۔ اس نے بہت مغزماری کی لیکن جب سرِراہ ایک بچے کے منہ سے یہ آیت سنی:

---

[1] دیکھیے: البرھان فی علوم القرآن، الزرکشی

﴿وَقِيلَ يَاأَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَاسَمَاءُ أَقْلِعِي﴾

''اور کہا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل جا، اور اے آسمان! تھم جا۔''[1]

تو وہ پکار اٹھا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اس کی نظیر پیش کرنا ممکن ہی نہیں۔''

[1] ھود 11:44

قرآن کی بے مثال فصاحت و بلاغت

قرآن کی نظیر پیش کرنے میں کُفارِ عرب کو اس حقیقت کے باوجود ناکامی ہوئی کہ قرآن مجید ان لوگوں کی اپنی زبان میں نازل ہوا تھا اور حضرت محمد ﷺ کے عہد کے عرب بہت فصیح البیان تھے اور خوبصورت اور شاندار شاعری کرتے تھے جو آج بھی پڑھی اور سراہی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کا کلام یعنی قرآن مجید ایسی فصیح و بلیغ زبان میں نازل ہوا جس کی نظیر پیش کرنے سے انسان قاصر تھے، قاصر ہیں اور قاصر رہیں گے!

❁ اس کے ثبوت میں درج ذیل واقعات ملاحظہ کیجیے: قرآن مجید نے جب اپنی فصاحت و بلاغت کا دعویٰ کیا تو عربوں نے انتہائی غور و فکر کے بعد تین الفاظ پر اعتراض کیا کہ وہ عربی محاورے کے خلاف ہیں۔ یہ الفاظ کُبَّار، هُزُوًا اور عُجَابٌ تھے۔ معاملہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے معترضین کے مشورے سے ایک بوڑھے شخص کو منصف بنایا۔ جب وہ شخص آیا اور بیٹھنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ادھر بیٹھ جائیں۔'' وہ اس طرف بیٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا: ''اُدھر بیٹھ جائیں۔'' جب وہ اُدھر بیٹھنے لگا تو پھر اشارہ کر کے فرمایا: ''ادھر بیٹھ جائیں۔'' اس پر اس شخص کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا:

«أَنَا شَيْخٌ كُبَّارٌ أَتَتَّخِذُنِي هُزُوًا هٰذَا شَيْءٌ عُجَابٌ»

''میں نہایت بوڑھا ہوں۔ کیا آپ مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں؟ یہ بڑی عجیب بات ہے۔'' یوں اس نے تینوں الفاظ تین جملوں میں کہہ ڈالے۔

اس پر معترضین اپنا سا منہ لے کے رہ گئے۔

❁ ایک بدوی نے کسی شخص کو آیت:

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ﴾

"پس آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے، کھول کر سنا دیں۔" [1]

تلاوت کرتے ہوئے سُنا تو وہ سجدے میں گر گیا اور بولا: "میں اس کی فصاحت کے سامنے سجدہ کر رہا ہوں۔"

❁ ایک رومی بطریق جو اچھی عربی جانتا تھا، اس نے کسی مسلمان کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○﴾

"اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اور اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے، سو وہی لوگ کامیاب ہیں۔" [2]

یہ سن کر اس نے کہا: "صرف ایک آیت میں دنیا اور آخرت کے وہ تمام مسائل موجود ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے۔" [3]

❁ ولید بن مغیرہ جو مکے کا رئیس تھا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○﴾

"بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، برے کاموں اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمھیں سمجھاتا ہے

---

[1] الحجر 94:15

[2] النور 52:24

[3] "قرآن کریم اور اس کے چند مباحث" از ابو ہشام، ص:138

تا کہ تم نصیحت پکڑو۔"[1]

آیت سن کر وہ بولا:

«وَاللهِ! إِنَّ لِقَوْلِهِ لَحَلَاوَةً وَّإِنَّ أَصْلَهُ لَغَدَقٌ وَّإِنَّ فَرْعَهُ لَجَنَاةٌ»

"اس بیان میں مٹھاس ہے۔ اس کا زیریں حصہ پانی میں ڈوبا ہوا اور بالائی حصہ پھولوں سے لدا ہوا ہے۔"[2]

---

[1] النحل 90:16

[2] قرآن کریم اور اس کے چند مباحث، ص:137-138

جرمن مستشرقین عاجز ہو گئے

مصری عالم علامہ طنطاوی لکھتے ہیں کہ وہ ایک مجلس میں اپنے جرمن مستشرق دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ مستشرقین نے ان سے پوچھا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ عربی میں کبھی کسی نے گفتگو کی ہے نہ کوئی ایسی زبان لکھ سکا ہے۔ علامہ طنطاوی نے کہا: ''ہاں، میرا ایمان ہے کہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ عربی میں کسی نے کبھی گفتگو کی ہے نہ ایسی زبان لکھی ہے۔'' انھوں نے مثال مانگی تو علامہ نے ایک جملہ دیا کہ اس کا عربی میں ترجمہ کریں:

''جہنم بہت وسیع ہے۔''

جرمن مستشرقین سب عربی کے فاضل تھے، انھوں نے بہت زور مارا۔ جھنم واسعة ---جھنم وسیعة جیسے جملے بنائے مگر بات نہ بنی اور عاجز آ گئے تو علامہ طنطاوی نے کہا:

''لو اب سنو قرآن کیا کہتا ہے:

﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝﴾

''جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے: کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟''[1]

اس پر جرمن مستشرقین اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قرآن کے اعجاز بیان پر مارے حیرت کے اپنی چھاتیاں پیٹنے لگے۔

---

[1] قٓ 30:50

قرآن پڑھنے میں شفا ہے

فاضل اُستاد، محقق اور شیخ الجامعہ حیدر آباد ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (مرحوم) 23 ستمبر 1912ء کو بھارت کے شہر جبل پور (سی پی) میں پیدا ہوئے اور 93 برس بعد 25 ستمبر 2005ء کو اس منزل کی جانب خاموشی سے روانہ ہو گئے جدھر سب کو ایک روز جانا ہے۔

ڈاکٹر صاحب چھوٹی عمر ہی میں پکے نمازی تھے اور قرآن پاک ختم کر چکے تھے۔ اپنی 42 سال پیشتر تصنیف کردہ کتاب ''تاریخ اسلاف'' میں وہ لکھتے ہیں: ''مجھے بچپن سے مسلسل بخار رہا کرتا تھا۔ گھر میں پیسے کی تنگی تھی۔ علاج نہیں ہو پا رہا تھا۔ ایک دن والدہ نے کہا کہ بیٹا تم قرآن پڑھو، اللہ نے چاہا تو ٹھیک ہو جاؤ گے۔ بڑے بھائی نے پہلا پارہ پڑھایا، اس کے بعد میں ہر روز ربع پارہ خود ہی پڑھتا رہا اور ایسی برکت ہوئی کہ چند روز میں ٹھیک بھی ہو گیا اور قرآن پاک بھی مکمل ہو گیا۔ ایک روز میرے والد نے نماز کی ترکیب لکھوا دی۔ ان کی دعا ایسی لگی کہ میں کسی کے کہے سُنے بغیر ہی نماز پڑھنے لگا۔ شاید تین سال کا ہوں گا کہ نماز اور قرآن سے اس تعلق کی وجہ سے میرے چھوٹے چچا نے میرا نام ملا جی رکھ دیا اور محلے والے بھی مجھے اسی نام سے پکارنے لگے۔'' [1]

[1] فیروز الدین أحمد فریدی، ''نوائے وقت'' 20 شوال 1426ھ / 23 نومبر 2005ء

باب 4

قرآنی واقعات کی تصدیق عہدِ جدید میں

فرعون موسیٰ کا عبرت نامہ قرآن میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کے فرعون رعمسیس ثانی کے عہد میں شاہی عتاب سے بچنے کے لیے دارالحکومت طِیبہ یا Thebes (موجودہ الاَقْصُر) سے نکلے اور صحرائے سیناء کے راستے مدین گئے تھے اور جب وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی ایک عرصہ خدمت کرنے کے بعد ان کی بیٹی سے نکاح کر کے اس کے ساتھ سیناء میں سفر کر رہے تھے تو کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام کیا۔ منصب نبوت پر فائز ہو کر وہ حکمِ الٰہی سے واپس مصر پہنچے جہاں اب فرعون منفتاح کی حکومت (1230 ق م تا 1215 ق م) تھی۔ انھوں نے ایک عرصہ فرعون اور اس کی قوم کو تبلیغ کی مگر وہ لوگ راہ راست پر آئے نہ بنی اسرائیل پر ظلم ڈھانے سے باز رہے، چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے بنی اسرائیل کو لے کر سیناء اور فلسطین کی طرف چلے۔ فرعون ان کے تعاقب میں نکلا اور اپنے لاؤ لشکر سمیت بحیرۂ قلزم (احمر) میں غرق ہو گیا۔ اطلس القرآن کے مصنف شوقی ابوخلیل اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''سمندر کے عبور کا واقعہ خلیج سویس (سویز) کے شمال میں عیون موسیٰ کے مقام پر پیش آیا یا بحیرات مرہ (اس وقت بحیرۂ قلزم سے ملی ہوئی کھاری پانی کی کھاڑیوں) میں یہ حادثہ ظہور پذیر ہوا۔ وہاں فرعون منفتاح غرق ہوا جس کے آیت (نشان عبرت) بننے کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ

النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝﴾

''پس آج ہم تیری لاش کو سمندر سے باہر پھینک دیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت کا نشان بن جائے۔ اور بے شک اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غافل رہتے ہیں۔'' [1] (یونس 92:10)

فرعون منفتاح نے اپنے عہد اقتدار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت حق ٹھکراتے ہوئے اہل دربار اور قوم کے سامنے اپنے رب ہونے کا اعلان کیا تھا، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝﴾

فرعون منفتاح کی حنوط شدہ لاش قاہرہ میں عبرت کا منظر پیش کرتی ہے

[1] ''أطلس القرآن'' أردو - دارالسلام، ص136

''پس اس نے (موسیٰ کو) جھٹلایا اور نافرمانی کی۔ پھر وہ (فساد کی) کوشش کرتا ہوا پلٹا۔ پھر اس نے سب کو جمع کر کے اعلان کیا اور کہا: میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔ تب اللہ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا۔ بے شک اس میں اس (شخص) کے لیے عبرت ہے جو ڈرتا ہو۔''[1]

منفتاح کے سمندر میں غرق ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کی لاش کو نشان عبرت بنادیا، تاہم اس کا الگ روایتی مقبرہ نہ بنایا گیا بلکہ اس کی مومیا (Mummy) تیار کر کے اسے عجلت سے فرعون امنحوتب (1400-1370 ق م) کے مقبرے ہی میں دفن کر دیا گیا اور یوں اٹھارویں اور انیسویں خانوادوں کے دو فرعونوں کی نعشیں ایک ہی مقبرے میں جمع ہوگئیں۔ منفتاح کی لاش مصری عجائب خانہ (قاہرہ) میں آج بھی محفوظ ہے۔ محمد احمد عدوی ''دعوۃ الرسل إلی اللّٰہ'' میں لکھتے ہیں کہ اس نعش کی ناک کے سامنے کا حصہ ندارد ہے جیسے کسی حیوان نے کھالیا ہو، غالباً سمندری مچھلی نے اس پر منہ مارا تھا، پھر اس کی لاش اُلوہی فیصلے کے مطابق کنارے پر پھینک دی گئی تاکہ دنیا کے لیے عبرت ہو۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۂ یونس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: جزیرہ نمائے سیناء کے مغربی ساحل پر جہاں فرعون کی لاش سمندر میں تیرتی ہوئی پائی گئی تھی، اسے موجودہ زمانے میں جبل فرعون کہتے ہیں اور اس کے قریب ایک گرم چشمہ ہے جس کو مقامی آبادی نے حمام فرعون کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔ اس کی جائے وقوع ابوزنیمہ سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے اور علاقے کے باشندے اس جگہ کی نشاندہی کرتے ہیں کہ فرعون کی لاش یہاں پڑی ہوئی ملی تھی۔ اگر یہ ڈوبنے والا فرعون وہی منفتہ ہے جس کو زمانۂ حال کی تحقیق نے فرعون موسیٰ قرار دیا ہے تو اس کی لاش آج تک قاہرہ کے عجائب خانے میں موجود ہے۔ 1907ء میں سر گرافٹن ایلیٹ

[1] النازعات 79:21-26

سمتھ نے اس کی ممی پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہ جمی پائی گئی تھی جو کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی علامت تھی۔ ❶

قرآن مجید 32-610ء کے دوران میں نازل ہوا تھا اور اس میں فرعون کی لاش کے قیامت تک محفوظ رہنے کی خبر دی گئی جبکہ اس سے پہلے مروجہ تورات (بائبل) میں فرعون کی لاش کے محفوظ ہونے کا کوئی ذکر نہ تھا اور صرف یہ کہا گیا تھا:

''خداوند نے سمندر کے بیچ ہی میں مصریوں کو تہ وبالا کر دیا اور پانی پلٹ کر آیا اور اس نے رتھوں اور سواریوں اور فرعون کے سارے لشکر کو جو اسرائیلیوں کا پیچھا کرتا ہوا سمندر میں گیا تھا، غرق کر دیا اور ایک بھی ان میں سے باقی نہ چھوٹا۔ پر بنی اسرائیل سمندر کے بیچ میں سے خشک زمین پر چل کر نکل گئے اور پانی ان کے داہنے اور بائیں ہاتھ دیوار کی طرح رہا۔ سو خداوند نے اس دن اسرائیلیوں کو مصریوں کے ہاتھ سے اس طرح بچایا اور اسرائیلیوں نے مصریوں کو سمندر کے کنارے مرے ہوئے پڑے دیکھا۔'' ❷

نزول قرآن سے پہلے اور اس کے بعد قدیم مصر کی تاریخ صدیوں تک پردۂ اخفا میں رہی۔ قدیم مصری رسم الخط اور قبطی زبان کے نسیاً منسیاً ہونے کے باعث کسی کو علم نہیں تھا کہ فرعون منفتاح کی لاش کہاں محفوظ ہے جیسا کہ قرآن میں خبر دی گئی۔ اٹھارویں صدی عیسوی تک یہی کیفیت رہی حتیٰ کہ نپولین بونا پارٹ کے مصر پر حملے (99-1798ء) کے دوران میں فرانسیسیوں نے دریائے نیل کے ڈیلٹا میں مورچے کھودے تو رُشید کے مقام پر ایک سِل برآمد ہوئی جسے حجرِ رُشید (Rosetta Stone) کہتے ہیں۔ اس پر یونانی نژاد شاہِ مصر بطلیموس چہارم کا ایک فرمان تین زبانوں (قدیم مصری، قبطی اور یونانی) میں کندہ تھا۔ فرانسیسی وہ سِل پیرس لے

---

❶ تفہیم القرآن جلد دوم، ص: 310

❷ کتاب مقدس، خروج، باب 14 فقرہ 27 تا 30، پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور

گئے۔اس کی مدد سے ایک فرانسیسی ماہر نے ہیروغلفی خط میں قدیم مصری زبان کو پڑھنے کی کلید یا لغت مرتب کر لی۔ یوں فرعونی مقابر اور آثار پر کندہ تحریریں پڑھنا ممکن ہو گیا۔ پھر بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں جب فرعون امنحوتب کے مقبرے سے فرعون منفتاح ابن رعمسیس ثانی کی لاش برآمد ہوئی اور مسالے لگا کر محفوظ کی گئی مومیا کی پٹیاں کھولنے پر جب اس پر نمک کی باریک تہ پائی گئی تو ثابت ہو گیا کہ یہی فرعون منفتاح کی لاش ہے جسے اللہ نے نمونۂ عبرت کے طور پر محفوظ رکھا ہے۔اس سے قرآن مجید کی حقانیت کھل کر سامنے آ گئی۔

محترمہ ناصرہ نعیم ''قرآنی معجزے'' بیان کرتے ہوئے روزنامہ ''جناح'' میں لکھتی ہیں:

''1975ء میں اس فرعون (منفتاح) کی لاش کو فرانس لے جایا گیا۔ وہاں اس کا مزید مطالعہ کیا گیا اور ماہرین نے یہ رپورٹ دی کہ جس فرعون کی یہ مومیا ہے، وہ سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہوا تھا۔ یہ بات اس مومیا کے جسم پر موجود نمک اور کان کے پردے میں موجود کیمیکلز سے معلوم ہوئی .... آپ مورس بوکائے کی مشہور کتاب ''قرآن، بائبل اور سائنس'' میں یہ ساری تحقیق پڑھ سکتے ہیں۔قاہرہ کے عجائب گھر میں اس لاش کی نمائش جاری ہے اور قرآن کے وعدے کے مطابق وہ عبرت کا نشان بنی ہوئی ہے۔

''مصر میں فراعنہ کی مومیاؤں کی دریافت اٹھارویں انیسویں صدی عیسوی میں ہوئی۔ اس سے پہلے تو کسی کو معلوم ہی نہ تھا کہ فراعنہ اور اُن کے پیروکار کیا کرتے تھے۔اس سوال کا جواب پانے کے لیے مختلف تفاسیر دیکھنی شروع کیں تو بڑی حیرت ہوئی۔ مثلاً ابن کثیر سورۂ یونس کی مذکورہ آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اب ہم تیری روح ہی کو نہیں، تیرے جسم کو بھی محفوظ کرتے ہیں تاکہ وہ بعد والوں کے لیے عبرت بن جائے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے فرعون کی موت کے بارے میں شک کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دریا (سمندر) کو حکم دیا کہ فرعون کے جسد کو، جس پر

لباس بھی موجود ہے، خشکی پر پھینک دے تاکہ لوگوں کو فرعون کی موت کا حقیقی ثبوت مل جائے۔"[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مفسرین قرآن مجید کے اس دعوے کا یہی مطلب سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش بعد کے لوگوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دی لیکن قرآن کا یہ دعویٰ (تیرہ صدیوں کے بعد) اس شان سے ثابت ہوگا، یہ بھلا کس کو معلوم تھا!

(روزنامہ "جناح" سنڈے میگزین، 17 جولائی 2005ء)

[1] تفسیر ابن کثیر (اردو) جلد دوم، ص:454

آسمان سے مینڈکوں کی بارش

7 جون 2005ء کو سربیا کے گاؤں ''اودزاسی'' میں یکا یک آسمان سے مینڈکوں کی بارش ہونے لگی، ٹریفک رک گئی اور لوگ پناہ کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ یہ منظر ان کے لیے بڑا دہشتناک تھا۔ وہ سوچنے لگے کہ قیامت برپا ہونے والی ہے اور دنیا کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ الیکساندر سپرک نامی دیہاتی نے ایک اخباری نامہ نگار کو بتایا: ''میں نے دیکھا اچانک آسمان سے چھوٹے چھوٹے مینڈک برسنے لگے۔ ان کی تعداد ہزاروں میں تھی۔'' ایک اور شخص کا جا جوانووک نے کہا: ''یہ عظیم بادل پتہ نہیں کہاں سے آ نکلا اور اس کی شکل اور رنگ بہت مختلف تھے۔ ہم حیران تھے کہ یہ کیا شے ہے۔ اسی دوران میں اچانک آسمان سے چھوٹے چھوٹے مینڈک گرنے لگے۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے کوئی طیارہ بڑی تعداد میں مینڈک لیے جا رہا ہو اور وہ فضا میں پھٹ گیا ہو۔''

لیکن ماہر موسمیات سلاویسا اگنجا ٹوک نے بتایا کہ ''اس واقعے کی سائنسی توجیہ ممکن ہے۔ دراصل ہوا کے طاقتور بگولے نے کسی جھیل، سمندر یا کسی اور ذخیرۂ آب سے پانی کے ساتھ ہی مینڈک اٹھائے اور اودزاسی کی فضا میں لا کر بارش کی صورت میں برسا دیے۔ یہ ایک مسلمہ سائنسی مظہر ہے۔'' [1]

جو بھی صورت ہو اس سے قرآن مجید کی سچائی کا ایک اور ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

---

[1] ''نوائے وقت'' 8 جون 2005ء

آسمان سے مینڈکوں کی بارش

سورۂ اعراف میں قوم فرعون پر مینڈکوں کی بارش کی صورت میں عذاب الٰہی کا ذکر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝﴾

''پھر ہم نے ان پر طوفان، ٹڈی دل، سُرسُری، مینڈکوں اور خون (کی صورت میں پے بہ پے عذاب) بھیجے۔ یہ سب نشانیاں الگ الگ (دکھائیں) مگر وہ سرکشی کیے چلے گئے۔ اور وہ لوگ (بڑے پکے) مجرم تھے۔''[1]

مینڈکوں کی بارش جیسا ایک واقعہ حال ہی میں بھارت کے صوبے کیرالہ میں پیش آیا۔ ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکش قوموں پر ٹڈیوں، سُرسُری یا مینڈکوں کی بارش جیسے عذاب یقیناً آتے رہے ہیں۔

---

[1] الأعراف 7:133

باب 5

قرآن میں مستقبل کی اہم واقعاتی پیش گوئیاں

رومیوں اور مسلمانوں کی آئندہ فتح یابی کی خبر

قرآن مجید میں مستقبل میں پیش آنے والے بعض واقعات پیشگی بیان کیے گئے۔ ایسے واقعات کی ایک مثال رومیوں کے اہل فارس سے شکست کھانے کے بعد چند سال کے اندر ایرانیوں پر ان کی فتح یابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

﴿الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝﴾

”رومی مغلوب ہوگئے، قریب ترین سر زمین (شام و فلسطین) میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد جلد غالب ہوں گے چند برسوں میں، اقتدار اللہ ہی کے لیے ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور اس (غلبے والے) دن مومن بھی (اپنی فتح پر) خوش ہوں گے۔“[1]

تاریخ بتاتی ہے کہ رومی فوج کو 613ء میں ایرانیوں کے ہاتھوں انطاکیہ (شام) کے مقام پر بری طرح شکست ہوئی تھی۔ اس وقت رومی شہنشاہ ہرقل تھا اور سلطنت فارس کا حکمران خسرو پرویز تھا۔ ایرانیوں نے شام و فلسطین کو پامال کیا اور یروشلم سے وہ مقدس صلیب اٹھا کر مدائن لے آئے جس کے متعلق مشہور تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر چڑھایا گیا تھا۔ ہرقل اتنا

---

[1] الروم 30:2-4

روم اور فارس کی سلطنتیں
(624ء میں)
میل
800
600
400
200
0
200
مغربی رومی سلطنت
بیزنطی (مشرقی رومی) سلطنت
بیزنطی سلطنت کی باجگزار غسانی ریاست
ایرانی سلطنت (فارس)
ایران کی باجگزار عرب ریاستیں
بحر اوقیانوس
فرانس
براعظم یورپ
روس
ترکستان
بحیرۂ ارال
دریائے آمو (جیحون)
سپین
کورسیکا
سارڈینیا
روم
اٹلی
قرطاجنہ
افریقیہ
صقلیہ
مالٹا
براعظم افریقہ
بحیرۂ روم (بحر متوسط)
کریٹ
قبرص
یونان
قسطنطنیہ
بحیرۂ اسود
دریائے ڈینیوب
اناطولیہ
انگورہ
قیصریہ
رومی
آرمینیا
شام
دمشق
غسانی ریاست
بیت المقدس
اسکندریہ
ہیلیوپولس
مصر
دریائے دجلہ
دریائے فرات
مدائن
سلطنت فارس
(ایران)
اصفہان
شیراز
سیرجان
قندھار
براعظم ایشیا
ہرات
نیشاپور
مشہد
مرو
بلخ
کابل
خلیج فارس
عمان
نجد
مدینہ منورہ
بدر
حجاز
مکہ مکرمہ
جدہ
طائف
جزیرہ نمائے عرب
صنعاء
بحیرۂ عرب
سوڈان
حبشہ
صومالیہ
بحر ہند

ہراساں ہوا تھا کہ قسطنطنیہ چھوڑ کر بھاگ جانے کو تیار ہو گیا تھا۔ [1]

کفار مکہ نے آتش پرست ایرانیوں کے ہاتھوں اہل کتاب عیسائیوں کی شکست پر اظہار مسرت کیا تھا۔ اس وقت یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ رومی جلد اہل فارس کو شکست دے سکیں گے لیکن قرآن نے اعلان کیا کہ رومی بِضۡعَ سِنِيۡنَ (3 تا 9 سال) کے اندر فتحیاب ہوں گے۔ آخر کار رومیوں کی شکست انطا کیہ کے 9 سال بعد 622ء میں آرمینیا میں روم و فارس کی پھر ٹکر ہوئی اور ہرقل کے بھائی تھیوڈور نے ایرانیوں کو شکست دی۔ پھر ہرقل نے عراق پر ہلہ بول دیا اور نینویٰ کے قریب لشکر فارس کو شکست دی۔ خسرو پرویز میدان جنگ سے بھاگا اور ہرقل نے آگے بڑھ کر اس کے دارالحکومت مدائن (ٹسی فون) [2] پر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر ایرانی فوج باغی ہو گئی کیونکہ خسرو پرویز ان کی تمام مصیبتوں اور ملک کی بربادی کا ذمہ دار تھا۔ فوج نے خسرو پرویز کو قید کر لیا [3] اور قید ہی میں اس کے بیٹے شیرویہ نے اس کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ 628ء کا واقعہ ہے۔

نبی ﷺ کی پیش گوئی

ان واقعات سے دو پیش گوئیاں سچی ثابت ہوئیں۔ پہلی تو وہی قرآن کی پیش گوئی تھی کہ رومی جلد غالب آئیں گے اور مومنین اپنی کامیابی پر خوشی منائیں گے۔ 624ء/2ھ میں جب رومیوں نے ایرانیوں کو عبرت ناک شکست دی، اس وقت مسلمان فتح بدر کی خوشی منا رہے تھے۔ دوسری پیش گوئی نبی ﷺ نے اس وقت فرمائی تھی جب متکبر کسرائے فارس پرویز نے رسول ﷺ کا نامۂ مبارک چاک کر دیا تھا اور یمن کے ایرانی گورنر باذان کو حکم دیا تھا کہ ایسا خط

---

[1] انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم جلد دوم ص 133-174-175

[2] یونانی، مدائن کو Ctesiphon کہتے تھے۔

[3] انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم جلد دوم ص:133

لکھنے والے کو گرفتار کر کے اس کے پاس روانہ کیا جائے۔ جب گورنر یمن کے دو آدمی مدینہ پہنچے اور باذان کا پیغام دیا تو نبی ﷺ نے ان سے کہا کہ کسریٰ گزشتہ رات اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔ یہ خبر سچی نکلی جس پر گورنر یمن باذان مسلمان ہو گیا۔

ادنی الارض (قریب ترین سرزمین) کے بارے میں اطلس القرآن میں لکھا ہے: ''ادنی الارض سے مراد فلسطین کا نشیبی علاقہ ہے، یعنی بحیرۂ مردار (بحیرۂ لوط) کے اردگرد کا علاقہ جو سطح سمندر سے 392 میٹر نیچے ہے۔ عربی زبان میں ادنیٰ کے معنی ''اقرب'' بھی ہیں اور ''نشیب'' بھی، لہٰذا ادنیٰ الارض سے مراد قریبی نشیبی علاقہ ہے اور یہاں واقعہ اسی طرح پیش آیا جس طرح قرآن مجید نے پیشگوئی کی تھی کہ رومی، فارسیوں پر فلسطین کے علاقے میں غالب آئیں گے، اور یہ عین اس وقت کی بات ہے جب 2ھ یعنی 624ء میں مسلمان بدر کبریٰ میں مشرکین مکہ پر غالب آئے۔ ادنی الارض پوری سطح ارض پر سب سے نچلا مقام ہے اور یہ بحیرۂ مردار کا علاقہ ہے جو رومی عملداری میں فارس اور جزیرہ نمائے عرب کے قریب ترین تھا۔''[1]

اور اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ادنی الارض سے مراد ''اذرعات شام'' لیتے ہوئے تفصیل یوں بیان کی گئی ہے: ''فارس (ایران) کے بادشاہ نے اپنے ایک جرنیل شہریان کو رومیوں کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اس جنگ میں رومیوں کو شکست ہوئی۔ پھر قیصر روم نے ایرانی لشکر کے مقابلے کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ اذرعات اور بُصریٰ (شام) کے مقام پر جنگ (613ء میں) ہوئی جس میں ایک بار پھر رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔

اس شکست کی خبر جب مکے پہنچی تو رسول اکرم ﷺ کو بے حد دکھ ہوا لیکن کفار مکہ بہت خوش ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ پسند نہ تھا کہ جاہل اور بے کتاب مجوسی، روم کے اہل کتاب پر فتح پائیں۔ اس کے برعکس کفار مکہ کی ہمدردیاں اہل فارس کے ساتھ تھیں، چنانچہ اس موقع پر

---

[1] اطلس القرآن اردو۔ ص 282۔ دارالسلام

خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انھوں نے اہل اسلام سے کہا: ''تم بھی اہل کتاب ہو اور نصاریٰ بھی اہل کتاب ہیں لیکن ایران کے مجوسی، جو غیر اہل کتاب ہیں، تمھارے اہل کتاب بھائیوں پر غالب آگئے ہیں، اس لیے اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو ہم ہی غالب آئیں گے۔'' اس پر سورۂ روم نازل ہوئی۔ اس کی ابتدائی آیات میں یہ واضح پیش گوئی کردی گئی کہ یہ شکست عارضی ہے اور عنقریب اہل روم کو غلبہ ہوگا۔ قرآن مجید کی یہ پیش گوئی بہت مختصر عرصے میں حرف بحرف سچی ثابت ہوئی اور جنگ بدر (624ء) کے موقع پر جب اہل اسلام نے مشرکین مکہ کو شکست فاش دی تو اس زمانے میں روم کے اہل کتاب نے بھی ایران کے مجوسیوں کو شکست دے کر ایرانی شہنشاہیت کے ساتھ عرب بت پرستی کا غرور بھی توڑ دیا۔[1]

ہرقل اور خسرو پرویز کی کشاکش

سید ابوالاعلیٰ مودودی سورۃ الروم کے تاریخی پس منظر میں لکھتے ہیں:

نبی ﷺ کی نبوت سے 8 سال پہلے کا واقعہ ہے جب قیصر روم مارلیس (Mauric) کے خلاف بغاوت ہوئی اور ایک شخص فوکاس (Phocas) تخت سلطنت پر قابض ہوگیا۔ اس شخص نے پہلے تو قیصر کی آنکھوں کے سامنے اس کے پانچ بیٹوں کو قتل کرایا، پھر خود قیصر کو قتل کرا کے باپ بیٹوں کے سر قسطنطنیہ میں برسر عام لٹکوا دیے اور اس کے چند روز بعد اس کی بیوی اور تین لڑکیوں کو بھی مروا ڈالا۔ اس واقعے سے ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کو روم پر حملہ آور ہونے کے لیے بہترین اخلاقی بہانہ مل گیا۔ قیصر مارلیس اس کا محسن تھا۔ اسی کی مدد سے پرویز کو ایران کا تخت نصیب ہوا تھا۔ اسے وہ اپنا باپ کہتا تھا۔ اس بنا پر اس نے اعلان کیا کہ میں غاصب فوکاس سے اس ظلم کا بدلہ لوں گا جو اس نے میرے مجازی باپ اور اس کی اولاد پر ڈھایا ہے۔

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ 396:10

603ء میں اس نے سلطنت روم کے خلاف جنگ کا آغاز کیا اور چند سال کے اندر فوکاس کی فوجوں کو پے در پے شکستیں دیتا ہوا ایک طرف ایشیائے کوچک میں اڈیسا (موجودہ اورفا) تک اور دوسری طرف شام میں حلب اور انطاکیہ تک پہنچ گیا۔ روم کے اعیان سلطنت یہ دیکھ کر کہ فوکاس ملک کو نہیں بچا سکتا، افریقہ کے گورنر سے مدد کے طالب ہوئے۔ اس نے اپنے بیٹے ہرقل (Heraclius) کو ایک طاقتور بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ بھیج دیا۔ اس کے پہنچتے ہی فوکاس معزول کر دیا گیا، اس کی جگہ ہرقل قیصر بنایا گیا، اور اس نے برسر اقتدار آ کر فوکاس کے ساتھ وہی کچھ کیا جو اس نے ماریس کے ساتھ کیا تھا۔ یہ 610ء کا واقعہ ہے، اور یہ وہی سال ہے جس میں نبی ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔

خسرو پرویز نے جس اخلاقی بہانے کو بنیاد بنا کر جنگ چھیڑی تھی، فوکاس کے عزل اور قتل کے بعد وہ ختم ہو چکا تھا۔ اگر واقعی اس کی جنگ کا مقصد غاصب فوکاس سے اس کے ظلم کا بدلہ لینا ہوتا تو اس کے مارے جانے پر اسے نئے قیصر سے صلح کر لینی چاہیے تھی۔ مگر اس نے جنگ جاری رکھی بلکہ اسے مجوسیت اور مسیحیت کی مذہبی جنگ کا رنگ دے دیا۔ عیسائیوں کے جن فرقوں کو رومی سلطنت کے سرکاری کلیسا نے ملحد قرار دے کر سالہا سال سے تختۂ مشق ستم بنا رکھا تھا (یعنی نسطوری اور یعقوبی وغیرہ) ان کی ساری ہمدردیاں بھی مجوسی حملہ آوروں کے ساتھ ہو گئیں اور یہودیوں نے بھی مجوسیوں کا ساتھ دیا، حتیٰ کہ خسرو پرویز کی فوج میں بھرتی ہونے والے یہودیوں کی تعداد 26 ہزار تک پہنچ گئی۔

کسریٰ کا غرور

ہرقل آ کر اس سیلاب کو نہ روک سکا۔ تخت نشین ہوتے ہی پہلی اطلاع جو اسے مشرق سے ملی وہ انطاکیہ پر ایرانی قبضے کی تھی۔ اس کے بعد 613ء میں دمشق فتح ہوا۔ پھر 614ء میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے ایرانیوں نے مسیحی دنیا پر قیامت ڈھا دی۔ 90 ہزار عیسائی اس شہر

میں قتل کیے گئے۔ ان کا سب سے زیادہ مقدس کلیسا، کنیسۃ القیامہ (Holy Sepulchre) برباد کردیا گیا۔ اصل صلیب جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اسی پر مسیح نے جان دی تھی، مجوسیوں نے چھین کر مدائن پہنچادی۔ لاٹ پادری زکریاہ کو بھی وہ پکڑ لے گئے اور شہر کے تمام بڑے بڑے گرجوں کو انھوں نے مسمار کردیا۔ اس فتح کا نشہ جس بری طرح خسرو پرویز پر چڑھا تھا، اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا تھا۔ اس میں وہ کہتا ہے:

> ''سب خداؤں سے بڑے خدا، تمام روئے زمین کے مالک، خسرو کی طرف سے اس کے کمینے، بے شعور بندے ہرقل کے نام
> تو کہتا ہے کہ تجھے رب پر بھروسا ہے۔ کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچالیا؟''

اس فتح کے بعد ایک سال کے اندر اندر ایرانی فوجیں اردن، فلسطین اور جزیرہ نمائے سینا کے پورے علاقے پر قابض ہوکر حدود مصر تک پہنچ گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ معظّمہ میں اس سے بدرجہا زیادہ تاریخی اہمیت رکھنے والی ایک اور جنگ برپا تھی۔ یہاں توحید کے علمبردار سیدنا محمد ﷺ کی قیادت میں اور شرک کے پیروکار سرداران قریش کی رہنمائی میں ایک دوسرے سے برسرِ جنگ تھے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ 615ء میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنا گھربار چھوڑ کر حبش کی عیسائی سلطنت میں، جو روم کی حلیف تھی، پناہ لینی پڑی۔ سلطنت روم پر ایران کے اس غلبے کا چرچا ہر زبان پر تھا۔ مکے کے مشرکین اس پر بغلیں بجارہے تھے اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ دیکھو ایران کے آتش پرست فتح پارہے ہیں اور وحی و رسالت کے ماننے والے عیسائی شکست پر شکست کھاتے جارہے ہیں۔ اسی طرح ہم عرب کے بت پرست بھی تمھیں اور تمھارے دین کو مٹا کر رکھ دیں گے۔

ان حالات میں قرآن مجید کی یہ سورۃ (روم) نازل ہوئی اوراس میں یہ پیش گوئی کی گئی کہ قریب کی سرزمین میں رومی مغلوب ہوگئے ہیں، مگراس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر ہی وہ غالب آ جائیں گے۔ اور وہ دن وہ ہوگا جب اللہ کی دی ہوئی فتح سے اہل ایمان خوش ہورہے ہوں گے۔ اس میں ایک کے بجائے دوپیش گوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ رومیوں کو غلبہ نصیب ہوگا۔ دوسری یہ کہ مسلمانوں کو بھی اسی زمانے میں فتح حاصل ہوگی۔ بظاہر دور دور تک کہیں اس کے آثار موجود نہ تھے کہ ان میں سے کوئی ایک پیش گوئی بھی چند سال کے اندر پوری ہو جائے گی۔ ایک طرف مٹھی بھر مسلمان تھے جو مکے میں مارے اور کھدیڑے جارہے تھے اوراس پیش گوئی کے بعد بھی آٹھ سال تک ان کے لیے غلبہ وفتح کا کوئی امکان کسی کو نظر نہ آتا تھا۔ دوسری طرف روم کی مغلوبیت روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ 619ء تک پورا مصر ایران کے قبضے میں چلا گیا اور مجوسی فوجوں نے طرابلس (لیبیا) کے قریب پہنچ کر اپنے جھنڈے گاڑ دیے۔ ادھر ایشیائے کوچک میں ایرانی فوجیں رومیوں کو مارتی دباتی باسفورس کے کنارے تک پہنچ گئیں اور 617ء میں انھوں نے عین قسطنطنیہ کے سامنے خلقدون (Chalcedon)، موجودہ قاضی کوئی، پر قبضہ کر لیا۔ قیصر نے خسرو کے پاس ایلچی بھیج کر نہایت عاجزی کے ساتھ درخواست کی کہ میں ہر قیمت پر صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مگراس نے جواب دیا کہ ''اب میں قیصر کو اس وقت تک امان نہ دونگا جب تک وہ پابہ زنجیر میرے سامنے حاضر نہ ہو اور اپنے خدائے مصلوب کو چھوڑ کر خداوند آتش کی بندگی اختیار نہ کرے۔ آخر کار قیصر اس حد تک شکست خوردہ ہوگیا کہ اس نے قسطنطنیہ چھوڑ کر قرطاجنہ (Carthage) موجودہ ٹیونس منتقل ہوجانے کا ارادہ کرلیا۔ غرض ایک انگریز مورخ کے بقول، قرآن مجید کی اس پیش گوئی کے بعد بھی سات آٹھ برس تک حالات ایسے ہی تھے کہ کوئی تصور تک نہ کرسکتا تھا کہ رومی سلطنت ایران پر غالب آ جائے گی، بلکہ غلبہ تو درکنار اس وقت تو کسی کو یہ امید بھی نہ تھی کہ اب یہ

ان حالات میں قرآن مجید کی یہ سورۃ (روم) نازل ہوئی اوراس میں یہ پیش گوئی کی گئی کہ قریب کی سرزمین میں رومی مغلوب ہوگئے ہیں، مگراس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر ہی وہ غالب آ جائیں گے۔ اور وہ دن وہ ہوگا جب اللہ کی دی ہوئی فتح سے اہل ایمان خوش ہورہے ہوں گے۔ اس میں ایک کے بجائے دو پیش گوئیاں تھیں۔ ایک یہ کہ رومیوں کو غلبہ نصیب ہوگا۔ دوسری یہ کہ مسلمانوں کو بھی اسی زمانے میں فتح حاصل ہوگی۔ بظاہر دور دور تک کہیں اس کے آثار موجود نہ تھے کہ ان میں سے کوئی ایک پیش گوئی بھی چند سال کے اندر پوری ہو جائے گی۔ ایک طرف مٹھی بھر مسلمان تھے جو مکے میں مارے اور کھدیڑے جارہے تھے اوراس پیش گوئی کے بعد بھی آٹھ سال تک ان کے لیے غلبہ وفتح کا کوئی امکان کسی کونظر نہ آتا تھا۔ دوسری طرف روم کی مغلوبیت روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ 619ء تک پورا مصر ایران کے قبضے میں چلا گیا اور مجوسی فوجوں نے طرابلس (لیبیا) کے قریب پہنچ کر اپنے جھنڈے گاڑ دیے۔ ادھر ایشیائے کوچک میں ایرانی فوجیں رومیوں کو مارتی دباتی باسفورس کے کنارے تک پہنچ گئیں اور 617ء میں انھوں نے عین قسطنطنیہ کے سامنے خلقدون (Chalcedon)، موجودہ قاضی کوئی، پر قبضہ کرلیا۔ قیصر نے خسرو کے پاس ایلچی بھیج کر نہایت عاجزی کے ساتھ درخواست کی کہ میں ہر قیمت پر صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ مگراس نے جواب دیا کہ ”اب میں قیصر کو اس وقت تک امان نہ دونگا جب تک وہ پابہ زنجیر میرے سامنے حاضر نہ ہواور اپنے خدائے مصلوب کو چھوڑ کر خداوند آتش کی بندگی اختیار نہ کرے۔ آخر کار قیصر اس حد تک شکست خوردہ ہوگیا کہ اس نے قسطنطنیہ چھوڑ کر قرطاجنہ (Carthage) موجودہ ٹیونس منتقل ہوجانے کا ارادہ کرلیا۔ غرض ایک انگریز مورخ کے بقول، قرآن مجید کی اس پیش گوئی کے بعد بھی سات آٹھ برس تک حالات ایسے ہی تھے کہ کوئی تصور تک نہ کرسکتا تھا کہ رومی سلطنت ایران پر غالب آ جائے گی، بلکہ غلبہ تو درکنار اس وقت تو کسی کو یہ امید بھی نہ تھی کہ اب یہ

سلطنت زندہ رہ جائے گی۔ [1]

ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اُبی بن خلف کی شرط

قرآن کی یہ آیات جب نازل ہوئیں تو کفار مکہ نے ان کا خوب مذاق اڑایا اور ابی بن خلف نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شرط بدی کہ اگر تین سال کے اندر رومی غالب آ گئے تو دس اونٹ میں دوں گا ورنہ دس اونٹ تم کو دینے ہوں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شرط کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ قرآن میں ﴿فی بضع سنین﴾ کے الفاظ آئے ہیں، اور عربی زبان میں بضع کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے، اس لیے دس سال کے اندر کی شرط کرو اور اونٹوں کی تعداد بڑھا کر سو کر دو، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابی بن خلف سے پھر بات کی اور نئے سرے سے یہ شرط طے ہوئی کہ دس سال کے اندر فریقین میں سے جس کی بات غلط ثابت ہوگی وہ سو اونٹ دے گا۔

622ء میں ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، اور اُدھر قیصر ہرقل خاموشی کے ساتھ قسطنطنیہ سے بحیرۂ اسود کے راستے طرابزون کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے ایران پر پشت کی طرف سے حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اس جوابی حملے کی تیاری کے لیے قیصر نے کلیسا سے روپیہ مانگا اور مسیحی کلیسا کے اسقف اعظم سرجیس (Sergius) نے مسیحیت کو مجوسیت سے بچانے کے لیے گرجاؤں کے نذرانوں کی جمع شدہ دولت سود پر قرض دی۔

اُرمیہ کی تباہی اور بدر کی فتح

ہرقل نے اپنا حملہ 623ء میں آرمینیا سے شروع کیا اور دوسرے سال 624ء میں اس نے

---

[1] "سلطنت روما کا زوال و سقوط" از ایڈورڈ گبن، جلد2

آذربیجان میں گھس کر زرتشت کے مقام پیدائش اُرمیہ کو تباہ کر دیا اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدے کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اللہ کی قدرت کا کرشمہ دیکھیے کہ یہی وہ سال تھا جس میں مسلمانوں کو بدر کے مقام پر پہلی مرتبہ مشرکین کے مقابلے میں فیصلہ کن فتح نصیب ہوئی۔ اس طرح وہ دونوں پیش گوئیاں جو سورۂ روم میں کی گئی تھیں، دس سال کی مدت ختم ہونے سے پہلے بیک وقت پوری ہوگئیں۔

پھر روم کی فوجیں ایرانیوں کو مسلسل دباتی چلی گئیں۔ نینوئ کی فیصلہ کن لڑائی (627ء) میں انھوں نے سلطنت ایران کی کمر توڑ دی۔ اس کے بعد شاہان ایران کی قیام گاہ دستگرد (دسکرۃ الملک) کو تباہ کر دیا گیا اور آگے بڑھ کر ہرقل کے لشکر عین مدائن (طیسفون Ctesiphon) کے سامنے پہنچ گئے جو اس وقت ایران کا دارالسلطنت تھا۔ 628ء میں خسرو پرویز کے خلاف گھر میں بغاوت رونما ہوئی۔ وہ قید کیا گیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے 18 بیٹے قتل کر دیے گئے اور چند روز بعد وہ خود قید کی سختیوں سے ہلاک ہوگیا۔ یہی سال تھا جس میں صلح حدیبیہ واقع ہوئی جسے قرآن ''فتح مبین'' کے نام سے تعبیر کرتا ہے، اور یہی سال تھا جس میں خسرو کے بیٹے قباد ثانی نے تمام رومی مقبوضات سے دست بردار ہو کر اور ''اصلی صلیب'' واپس کر کے روم سے صلح کر لی۔ 629ء میں قیصر ''مقدس صلیب'' کو اس کی جگہ رکھنے کے لیے خود بیت المقدس گیا، اور اسی سال نبی ﷺ عمرۃ القضا ادا کرنے کے لیے ہجرت کے بعد پہلی مرتبہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔

اس کے بعد کسی کے لیے بھی اس امر میں شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی کہ قرآن کی پیش گوئی بالکل سچی تھی۔ عرب کے بکثرت مشرکین اس پر ایمان لے آئے۔ اُبی بن خلف کے وارثوں کو ہار مان کر شرط کے اونٹ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کرنے پڑے۔ وہ انھیں لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حکم دیا کہ انھیں صدقہ کر دیا جائے کیونکہ شرط اس

وقت ہوئی تھی جب شریعت میں جوئے کی حرمت کا حکم نہیں آیا تھا، مگر اب حرمت کا حکم آچکا تھا، اس لیے کافروں سے شرط کا مال تو لے لینے کی اجازت دے دی گئی مگر ہدایت کی گئی کہ اسے خود استعمال کرنے کے بجائے صدقہ کر دیا جائے۔[1]

[1] تفہیم القرآن جلد سوم، مقدمہ سورۃ الروم، ص: 724 تا 728

باب 6

www.KitaboSunnat.com

■ نبی ﷺ کے معجزات کریمہ

بائبل میں پیغمبرِ اسلام کی آمد کی پیش گوئی

حضرت محمد ﷺ کی آمد کے بارے میں بائبل میں جو پیش گوئیاں کی گئیں، وہ ان لوگوں کے لیے اسلام کی سچائی کی شہادت ہیں جو بائبل پر ایمان رکھتے ہیں۔ بائبل کی کتاب استثنا، باب 18 میں لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے ان سے کہا: ''میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تم جیسا ایک نبی برپا کروں گا۔ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور

	کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے
	اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو تاکہ میں مر نہ جاؤں ۔
۱۷	اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے
۱۸	ہیں ۔ میں اُنکے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری
	مانند ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اُسکے منہ میں ڈالونگا
۱۹	اور جو کچھ میں اُسے حکم دونگا وہی وہ اُن سے کہیگا ۔ اور جو
	کوئی میری اُن باتوں کو جنکو وہ میرا نام لیکر کہیگا نہ سنے

پیغمبرِ اسلام کی آمد کی پیش گوئی (بائبل کے متعلقہ صفحے کا عکس)

وہ ان سے وہی بات کہے گا جس کا میں حکم دوں گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔''[1]

بائبل کی ان آیات سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اس پیش گوئی میں مذکور نبی میں درج ذیل تین خصوصیات ہونی چاہییں:

1. وہ موسیٰ علیہ السلام کے مانند نبی ہوگا۔
2. وہ اسرائیلیوں کے بھائیوں میں سے مبعوث ہوگا۔
3. اللہ اپنا کلام اس نبی کے منہ میں ڈالے گا اور وہ اعلان کرے گا جو اللہ اس کو حکم دے گا۔

آیئے ان تینوں خصوصیات کا الگ الگ جائزہ لیتے ہیں:

1 موسیٰ علیہ السلام کے مانند نبی

کوئی اور دو نبی ایسے نہیں گزرے جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی طرح اس قدر مشابہت ہو۔ ان دونوں کو ایک ایک جامع قانون اور ضابطۂ حیات دیا گیا۔ دونوں نے اپنے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور معجزانہ طریقوں سے کامیاب رہے۔ دونوں کو نبیوں اور سیاستدانوں کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ دونوں نے اپنے قتل کیے جانے کی سازش کے بعد ہجرت کی۔ اس کے برعکس موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین مماثلتیں ڈھونڈی جائیں تو نہ صرف مذکورہ بالا مشابہتیں بلکہ دوسری اہم مشابہتیں بھی بعید از قیاس ہیں، مثلاً موسیٰ علیہ السلام کی فطری پیدائش، عائلی زندگی، اور فطری موت جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے یہ تینوں پہلو مختلف ہیں۔ مزید براں عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے پیروکاروں نے خدا کا بیٹا قرار دے ڈالا اور صرف اللہ کا نبی کہنے پر اکتفا نہیں کیا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے نبی تھے۔ یوں بائبل کی یہ پیش گوئی حضرت محمد ﷺ کے متعلق ہے، عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں کیونکہ حضرت محمد ﷺ،

---

[1] استثنا، باب 18: 18-19 کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور

عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ مشابہ ہیں۔

پھر انجیل یوحنا سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہودی تین واضح پیش گوئیوں کے پورا ہونے کا انتظار کر رہے تھے: ❶ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ❷ ایلیاہ (Elijah) کی آمد ❸ نبی کی آمد۔ یہ ان تین سوالوں سے ظاہر ہے جو یوحنا اصطباغی (John the Baptist) کے سامنے اٹھائے گئے: ''اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلیم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انھوں نے اس سے پوچھا: پھر تو کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا: میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔''[1]

اگر ہم بائبل میں تقابلی حوالے دیکھیں تو یوحنا 21:1 میں جہاں لفظ ''نبی'' آتا ہے وہاں حواشی میں یہ لکھا پائیں گے کہ یہ لفظ استثنا 15:18 اور 18:18 کی پیش گوئی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یسوع مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) وہ نبی نہیں جن کا استثنا 18:18 میں ذکر کیا گیا ہے۔

❷ اسرائیلیوں کے بھائیوں میں سے نبی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے: اسمٰعیل علیہ السلام عرب قوم کے جد امجد ہوئے اور اسحٰق علیہ السلام یہودی قوم کے جد امجد ہوئے۔ پیش گوئی میں جس نبی کا ذکر ہوا، وہ یہودیوں میں سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں یعنی بنو اسمٰعیل میں سے مبعوث ہونا تھا، لہٰذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آل اسمٰعیل میں سے ہیں، وہی استثنا 18:18 میں مذکور نبی ہیں۔[2]

---

❶ یوحنا، باب 1:19-21 کتاب مقدس، پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور

❷ بائبل کی کتاب یسعیاہ (Isaiah) 42:1-13 اور 42:19 میں ''میرا خادم''، ''میرا برگزیدہ'' اور ''میرا رسول'' کا ذکر ہے جو ''شریعت'' لائے گا۔ یسعیاہ 42:3-4 میں ارشاد ہوا: ''وہ راستی سے عدالت کرے ◄◄

اللہ اپنے کلمات اس نبی کے منہ میں ڈالے گا

اللہ کا کلام (قرآن مجید) حضرت محمد ﷺ کی زبان فیض ترجمان کے ذریعے امت تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ فرشتے جبریل علیہ السلام کو بھیجا تاکہ نبی ﷺ کو کلمات الٰہی (قرآن مجید) کی تعلیم دیں اور آپ کو حکم دیا گیا کہ جیسے آپ نے جبریل سے قرآن سنا ویسے ہی لوگوں کو اس کی کتابت کروائیں، چنانچہ قرآن مجید کے کلمات نبی ﷺ کے فکر و خیال کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ کلامِ الٰہی ہیں اور یہ فرشتہ جبریل علیہ السلام کے ذریعے آپ ﷺ کی زبان پر جاری

◂◂ گا۔ وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرلے۔ جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے۔"

یہ "جزیرے" کون سے تھے جو آنے والے نبی کی "شریعت" کا انتظار کر رہے تھے؟ ان میں سب سے بڑا جزیرہ نمائے عرب تھا جو حجاز، تہامہ، نجد (بشمول یمامہ)، عروض اور یمن پر مشتمل تھا ان میں جزیرۂ بحرین بھی تھا اور دجلہ اور فرات کے مابین واقع الجزیرہ کا وسیع علاقہ بھی تھا جو ان دنوں عراق، ترکی اور شام میں منقسم ہے۔

یسعیاہ 42:11 میں رسول موعود کا تعلق قیدار کے گھرانے سے بتایا گیا ہے۔ یہ قیدار کون تھے؟ بائبل کی کتاب پیدائش 25:13 کے مطابق "قیدار حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے دوسرے بیٹے تھے" اور یہی حضرت محمد ﷺ کے جدّ امجد تھے۔

یسعیاہ باب 42 آیات 11-12 میں لکھا ہے کہ اس رسول کی آمد پر "قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں۔ سلع کے بسنے والے گیت گائیں۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثنا خوانی کریں۔"

سلع جزیرہ نمائے عرب میں مدینہ منورہ کی ایک بستی اور نواحی پہاڑ کا نام ہے اور دیار ہذیل کا ایک پہاڑ بھی اسی نام سے موسوم ہے اور یہ بھی درست ہے کہ سلع، بیت المقدس کے نزدیک وادیٔ موسیٰ میں ایک قلعے کا نام بھی ہے (معجم البلدان جلد ثالث ص:236) لیکن بنو قیدار (بنو اسمٰعیل) کبھی فلسطین میں آباد نہیں رہے، لہٰذا کتاب یسعیاہ میں مذکور سلع سے مراد لامحالہ مدینہ منورہ کی سرزمین ہی ہے۔ (م ف)

ہوئے۔ نبی ﷺ کی زندگی میں اور آپ کی نگرانی میں آپ کے اصحاب نے انھیں حفظ اور قلمبند کیا۔

غور کیجیے کہ اللہ تعالی نے بائبل کی کتاب استثنا کی پیش گوئی میں فرمایا: ''اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ (نبی) میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔'' (استثنا باب 18:19)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بائبل پر ایمان رکھتا ہو، ان فقروں کی رو سے اس پر لازم ہے کہ وہ اس نبی کے فرمودات پر ایمان لائے، اور وہ نبی خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ ہیں۔

نبی ﷺ کے اہم معجزات

نبی ﷺ کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا

اللہ کے اذن سے نبی ﷺ کے ہاتھوں بہت سے معجزات ظہور میں آئے۔ بہت سے لوگوں نے ان کا مشاہدہ کیا۔ آپ ﷺ کے دو معجزات یہاں بیان کیے جاتے ہیں:

چاند دو ٹکڑے ہو گیا: چاند دو ٹکڑے ہونے کا یہ معجزہ اہل مکہ کے مطالبے پر دکھایا گیا۔

«عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً، فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ»

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "جب کفار مکہ نے نبی ﷺ سے معجزہ دکھانے کو کہا تو آپ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔" [1]

نبی ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا اجرا: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

«عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ جَهَشَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ: مَالَكُمْ؟ قَالُوا: لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ

---

[1] صحیح البخاری، المناقب، باب سؤال المشرکین......، حدیث: 3637

الْمَاءُ يَثُورُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُونِ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا ، قُلْتُ : كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ : لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً»

''غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام پیاسے تھے اور نبی ﷺ کے سامنے ایک چھاگل رکھا ہوا تھا۔ لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' لوگوں نے بتایا کہ ان کے پاس وضو کرنے اور پینے کے لیے کوئی پانی نہیں، سوائے اس چھاگل میں بچے کھچے پانی کے جو آپ کے سامنے ہے۔ نبی ﷺ نے اپنا ہاتھ چھاگل میں ڈالا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی جاری ہوگیا، پھر ہم سب نے پانی پیا اور وضو بھی کیا۔'' راوی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ لوگ کتنی تعداد میں تھے؟ اُنھوں نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی کافی ہوتا۔ ویسے ہماری تعداد 1500 تھی۔ [1]

نبی ﷺ کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے کا معجزہ صلح حدیبیہ کے وقت بھی پیش آیا تھا اور زوارنامی مقام پر بھی، جبکہ 70 صحابہ آپ کے ہمراہ تھے، یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا۔

اسی طرح نبی ﷺ نے کئی اور معجزے دکھائے یا آپ کی ذات سے ان معجزوں کا اظہار ہوا۔

[1] صحیح البخاری، المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام، حدیث: 3576 ملخصًا

نبی ﷺ کی سادہ زندگی

اگر ہم نبی ﷺ کی منصب نبوت عطا ہونے سے پہلے کی زندگی اور عطائے نبوت کے بعد کی زندگی کا موازنہ کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مخالفین اسلام کا یہ خیال کرنا کہ محمد ﷺ (نعوذ باللہ) جھوٹے تھے جنھوں نے مادی فوائد اور دنیاوی عظمت، شان یا اقتدار حاصل کرنے کے لیے نبوت کا دعویٰ کیا، عقل سے سراسر بعید بات ہے۔

منصب نبوت پر فائز ہونے سے پہلے نبی ﷺ کو کسی قسم کے مالی تفکرات لاحق نہیں تھے۔ ایک کامیاب اور مشہور تاجر کی حیثیت سے محمد ﷺ کو اطمینان بخش اور پُر آسائش زندگی بسر کرنے کے لیے خاصی آمدنی ہوتی تھی۔ منصب نبوت پر سرفراز ہونے کے بعد آپ مالی لحاظ سے تنگدست ہو گئے۔ آپ کی زندگی کے اس مشکل مرحلے پر درج ذیل احادیث روشنی ڈالتی ہیں:

❶ «عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ: ابْنَ أُخْتِي! إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ، ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أُوْقِدَتْ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ نَارٌ، فَقُلْتُ: يَاخَالَةُ! مَا كَانَ يُعِيشُكُمْ؟ قَالَتْ: اَلْأَسْوَدَانِ: التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ جِيرَانٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ، وَكَانُوا يَمْنَحُونَ رَسُولَ

اللهِ ﷺ مِنْ أَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِينَا»

نبی کریم ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''اے میرے بھانجے! ہم دو ماہ کے اندر تین نئے چاند دیکھ لیتی تھیں اور اس دوران میں نبی ﷺ کے گھروں میں (کھانا پکانے کے لیے) آگ نہیں جلتی تھی۔'' عروہ نے پوچھا: ''خالہ جان! پھر آپ کی گزر بسر کس پر ہوتی تھی؟'' ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''دو کالی چیزوں، کھجور اور پانی پر۔ لیکن نبی ﷺ کے بعض انصاری ہمسایوں کے پاس اونٹنیاں تھیں اور وہ نبی ﷺ کو ان کا کچھ دودھ بھیج دیتے تھے، پھر آپ ﷺ ہمیں بھی پلاتے تھے۔''[1]

❷ «فَقَالَ سَهْلٌ : مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ النَّقِيَّ مِنْ حِينَ ابْتَعَثَهُ اللهُ حَتَّى قَبَضَهُ»

نبی ﷺ کے ایک صحابی سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے نبی مبعوث کیا، اس وقت سے لے کر آپ کی رحلت تک آپ نے عمدہ آٹے سے بنی روٹی نہیں دیکھی۔''[2]

❸ «عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ ﷺ مِنْ أَدَمٍ وَّحَشْوُهُ لِيفٌ»

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''نبی ﷺ کی چٹائی، جس پر آپ سوتے تھے، چمڑے کی تھی جس میں کھجور کے درخت کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔''[3]

---

❶ صحیح البخاری، الهبة وفضلها......، باب فضل الهبة، حدیث: 2567

❷ صحیح البخاری، الأطعمة، باب ما كان النبی ﷺ وأصحابه يأكلون، حدیث: 5413

❸ صحیح البخاری، الرقاق، باب كيف كان عيش......، حدیث: 6456

نبی ﷺ کے ایک صحابی حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہا:

❹ «مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَّلَا دِينَارًا، وَّلَا عَبْدًا وَّلَا أَمَةً وَّلَا شَيْئًا إِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً»

''جب رسول ﷺ نے رحلت فرمائی تو آپ نے اپنے سواری کے سفید خچر، اپنے ہتھیاروں اور ایک زمینی قطعے کے سوا، جسے آپ نے صدقہ کردیا، کوئی درہم و دینار، غلام یا لونڈی یا کوئی چیز ترکے میں نہ چھوڑی۔''[1]

حضرت محمد ﷺ نے اپنی وفات تک ایسی ہی سخت زندگی گزاری، حالانکہ بیت المال آپ کی دسترس میں تھا، آپ کی رحلت سے پہلے جزیرہ نمائے عرب کا بڑا حصہ دائرۂ اسلام میں آچکا تھا اور آپ کی اٹھارہ سال کی تبلیغی مساعی کے بعد مسلمان فتحیاب رہے تھے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ نبی ﷺ نے دنیاوی مرتبہ، عظمت اور اقتدار حاصل کرنے کے لیے نبوت کا دعویٰ کیا ہو؟ آپ کی زندگی کے شب و روز اس کی یکسر نفی کرتے ہیں۔ دُنیاوی مرتبے اور اقتدار سے بہرہ یاب ہونے کی خواہش عموماً اچھی خوراک، عمدہ لباس، پُرآسائش محلات، خدم وحشم اور بلاشرکت غیرے اختیارات سے منسلک ہے۔ لیکن حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں ان آسائشوں اور تعیشات کا کوئی شائبہ تک نظر نہیں آتا۔

سادگی، محنت اور انکسار کا حسین عملی نمونہ

ایک نبی، ایک معلم اور ایک منصف کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے باوجود نبی ﷺ اپنی بکری دوہ لیتے، اپنے جوتے مرمت کرلیتے، اپنے کپڑے رفو کرلیتے، گھر کے کاموں میں مدد کرتے اور غریب جب بیمار ہو جاتے تو ان کی تیمارداری کرتے۔ آپ ﷺ

[1] صحیح البخاري، الوصایا، باب الوصایا، حدیث: 2739

نے خندق کھودنے میں اپنے ساتھیوں کی مدد کی اور ان کے ساتھ مٹی ڈھوتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی ﷺ کی زندگی سادگی اور عجز وانکسار کا حیرت انگیز نمونہ تھی۔

حضرت محمد ﷺ کے پیروکار آپ سے محبت کرتے، آپ کا احترام کرتے اور حیران کن حد تک آپ پر اعتماد کرتے تھے لیکن آپ مسلسل اس امر کی تلقین کرتے کہ معبود حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی کی عبادت کی جائے اور مجھے الوہیت کا درجہ نہ دیا جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے:

«عَنْ أَنسٍ قَالَ: لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِّنْ رَّسُولِ اللهِ ﷺ وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ»

صحابیٔ رسول انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحابۂ کرام نبی ﷺ سے زیادہ کسی سے محبت نہیں کرتے تھے، تاہم جب آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے تو کوئی اٹھ کھڑا نہیں ہوتا تھا کیونکہ آپ ﷺ پسند نہیں فرماتے تھے کہ کوئی آپ کے لیے اٹھ کھڑا ہو (جیسے کہ دوسرے لوگ اپنے بڑوں کے لیے احتراماً اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔)[1]

[1] جامع الترمذی، الأدب، باب ماجاء فی کراھیة قیام الرجل، حدیث: 2754

کفار کی پیشکش اور نبی ﷺ کی استقامت

ابھی اسلام کی کامیابی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا اور حضرت محمد ﷺ اور آپ کے پیروکار مصائب و ابتلا کے ایک طویل اور تکلیف دہ دور سے گزر رہے تھے جب نبی ﷺ کو ایک دلکش پیشکش کی گئی۔ کفار کا ایک سردار عتبہ بن ربیعہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ''اگر آپ رقم چاہتے ہیں تو ہم آپ کے لیے کافی رقم جمع کرلیں گے تاکہ آپ ہم میں امیر ترین ہو جائیں۔ اگر آپ قیادت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا قائد بنالیں گے اور آپ کی منظوری کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گے۔ اگر آپ بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں گے......''

اس کے عوض کفار نے نبی ﷺ سے ایک ہی رعایت مانگی، وہ یہ کہ آپ لوگوں کو اسلام اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دینا چھوڑ دیں۔ عام آدمی کے دنیاوی مفادات کے لیے یہ پیشکش بہت پر کشش تھی اور وہ سودا کاری کی حکمت عملی اختیار کر کے مزید مفادات بھی حاصل کرسکتا تھا۔ لیکن نبی ﷺ نے عتبہ کی مذکورہ بالا تمام ترغیبات مسترد کرتے ہوئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر قرآن مجید کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

﴿حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝﴾

”حٰمٓ۔ یہ (قرآن) رحمٰن ورحیم کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ یہ (ایسی) کتاب ہے جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، (حالانکہ یہ) قرآن عربی ہے ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، پھر ان میں سے اکثر نے (اس سے) منہ موڑ لیا، گویا وہ سنتے ہی نہیں۔“ [1]

نبی ﷺ پڑھتے پڑھتے آیت سجدہ پر پہنچے:

﴿فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِندَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ۩﴾

”پھر اگر وہ تکبر کریں تو (پروا نہیں کیونکہ) جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس ہیں، وہ اس کی رات دن تسبیح کرتے ہیں اور وہ تھکتے نہیں۔“ [2]

پھر آپ نے سجدہ کیا اور عتبہ سکوت کی حالت میں پشت کے پیچھے زمین پر ہاتھ ٹکائے بیٹھا سن رہا تھا۔ نبی ﷺ نے سجدے سے فارغ ہو کر فرمایا: ”اے ابوالولید! تم نے سن لیا؟“ اس نے کہا: ”ہاں، میں نے سن لیا۔“

عتبہ نے واپس آ کر قریش سے کہا: ”میں نے ایسی بات سنی ہے کہ قسم کھا کر کہتا ہوں ایسی بات میں نے کبھی نہیں سنی۔ وہ شعر ہے نہ جادو اور نہ کہانت۔ اے قریش! میری بات مانو تو اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور اس کے مزاحم نہ ہو۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ جو بات میں نے اس شخص سے سنی، یہ تمام عالم میں پھیلے گی۔ پس اگر عرب ان کے مخالف ہو گئے تو تمھیں ان کی مخالفت کی زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی، عرب ان سے نپٹ لیں گے۔ اور اگر یہ عرب پر غالب ہوئے تو ان کا ملک تمھارا ملک ہوگا اور ان کی عزت تمھاری عزت ہوگی۔ تم کو ان سے برسرِ فساد نہیں رہنا چاہیے۔ اس تدبیر سے تم بہت اچھے رہو گے۔“ اس پر قریش کہنے لگے: ”اے ابوالولید! واللہ، اس نے تم پر بھی جادو کر دیا۔“ عتبہ نے کہا: میری جو رائے تھی میں نے

---

[1] حم السجدة 41:1-4 [2] حم السجدة 41:38

کہہ دی، اب جو تمھارا جی چاہے کرو۔[1]

اس سے پہلے نبی ﷺ کے چچا نے قریش کے تیور دیکھ کر آپ ﷺ سے کہا تھا: بھتیجے! مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا چھوڑ دو۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا:

''چچا جان! اگر وہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تاکہ میں یہ (دعوتِ اسلام) ترک کر دوں تو بھی، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اس کام سے کبھی باز نہیں آوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب کرے یا میں خود اس میں ہلاک ہو جاؤں۔'' پھر رسول اللہ ﷺ کے آنسو نکل آئے۔

ابو طالب نے آپ کو آواز دی: اے بھتیجے! ادھر آؤ۔ آپ ان کے پاس گئے تو انھوں نے کہا: ''جو جی چاہے کہو، میں ہرگز تمھیں اکیلا نہ چھوڑوں گا اور سب سے نپٹ لوں گا۔''[2]

نبی ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تیرہ سال قریش کے ہاتھوں تکالیف اٹھائیں حتیٰ کہ کافروں نے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی۔ ایک بار انھوں نے آپ کے سر پر ایک ایسی چٹان گرا کر آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کی جو بمشکل اٹھائی جا سکتی تھی۔ پھر ایک مرتبہ انھوں نے آپ کو کھانے میں زہر دے کر ہلاک کرنا چاہا۔[3]

لیکن جب فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے دشمنوں پر پوری طرح قابو پا لیا تو آپ نے عجز و انکسار اور شرافت کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ آپ نے انتقام نہیں لیا اور ان عظیم الشان لمحات میں کہا کہ یہ کامیابی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس میں میری ذاتی کاوش کا کوئی دخل نہیں۔ کیا یہ صفات کسی ایسے شخص میں ہو سکتی ہیں جو اقتدار کا بھوکا ہو یا خود پرستی کے مرض میں مبتلا ہو؟ ہرگز نہیں!

---

1. سیرت ابن هشام 182:1
2. سیرت ابن هشام 1:171-172
3. سنن الدارمي، حديث: 68 وسنن أبي داود، حديث: 4510

باب 7
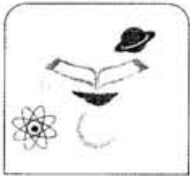
احادیث نبوی اور سائنس کے اعترافات

جنین کی نشو ونما کے پہلے چالیس دن

ڈاکٹر جولے سمپسن، ہیوسٹن (امریکہ) کے بیلور کالج آف میڈیسن میں شعبہ حمل وزچگی و امراض نسوانی (Ob-Gyn) کے چیئر مین اور سالماتی و انسانی توارث کے پروفیسر ہیں۔ اس سے پہلے وہ میمفس کی یونیورسٹی آف ٹینیسی میں شعبہ ''اوب گائن'' کے پروفیسر اور چیئر مین رہے۔ وہ امریکی باروری انجمن کے صدر بھی تھے۔ 1992ء میں انھیں کئی ایوارڈ ملے جن میں ایسوسی ایشن آف پروفیسرز آف اوب گائن پبلک ریکگنیشن ایوارڈ بھی شامل تھا۔ پروفیسر سمپسن نے نبی ﷺ کی درج ذیل دو احادیث کا مطالعہ کیا:

«إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ، فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا»

''تم میں سے ہر ایک کی تخلیق کے تمام اجزا اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفے کی صورت میں) جمع رہتے ہیں۔''[1]

«إِذَا مَرَّ بِالنُّطْفَةِ اثْنَتَانِ وَأَرْبَعُونَ لَيْلَةً، بَعَثَ اللهُ إِلَيْهَا مَلَكًا، فَصَوَّرَهَا وَخَلَقَ سَمْعَهَا وَبَصَرَهَا وَجِلْدَهَا وَلَحْمَهَا وَعِظَامَهَا»

''جب نطفہ قرار پائے بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ ایک فرشتے کو اس کے پاس بھیجتا ہے جو (اللہ کے اذن سے) اس کی شکل وصورت بنا تا ہے، اور اس کے کان اور

[1] صحيح البخاري، بدء الخلق ،باب ذكر الملائكة ،ح :3208۔صحيح مسلم، القدر، باب كيفية خلق الآدمي،حديث :2643

اس کی آنکھیں اور اس کی جلد اور اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں بناتا ہے۔"[1]

پروفیسر سمپسن نبی ﷺ کی ان دو حدیثوں کا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ جنین کے پہلے چالیس دن اس کی تخلیق کے واضح طور پر قابل شناخت مرحلے پر مشتمل ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ان احادیث میں جس قطعیت اور صحت کے ساتھ جنین کی نشو ونما کے مراحل بیان کیے گئے ہیں، ان سے وہ خاص طور پر متاثر ہوئے، پھر ایک کانفرنس کے دوران میں انھوں نے اپنے درج ذیل تاثرات پیش کیے:

"دونوں احادیث جو مطالعے میں آئی ہیں، وہ ہمیں پہلے چالیس دنوں میں بیشتر جنینی ارتقا کا متعین ٹائم ٹیبل فراہم کرتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج صبح دوسرے مقررین نے بھی بار بار اس نکتے کو دہرایا ہے۔ یہ احادیث جب ارشاد فرمائی گئیں، اس وقت کے میسر سائنسی علم کی بنا پر اس طرح بیان نہیں کی جا سکتی تھیں۔ میرے خیال میں اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نہ صرف جینیات (Genetics) اور مذہب کے درمیان کوئی تصادم نہیں بلکہ، درحقیقت، مذہب بعض روایتی سائنسی نُقاطِ نظر کو الہام سے تقویت پہنچا کر سائنس کی رہنمائی کر سکتا ہے، اور یہ کہ قرآن میں ایسے بیانات موجود ہیں جو صدیوں بعد درست ثابت ہوئے اور جو اس امر کا ثبوت ہیں کہ قرآن میں دی گئی معلومات اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔"

[1] صحیح مسلم، القدر، باب کیفیة خلق الآدمی......، حدیث: 2645

انگلیوں کی پوروں پر جراثیم کُش پروٹین

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ مِّنَ الطَّعَامِ فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا»

''جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو وہ اپنا ہاتھ نہ پونچھے حتیٰ کہ اسے (انگلیاں) چاٹ لے یا چٹوالے۔''[1]

کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کا حکم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ صدیاں پہلے دیا اور اس میں جو حکمت کارفرما ہے اس کی تصدیق طبی سائنسدان اس دور میں کر رہے ہیں۔ ایک خبر ملاحظہ کیجیے:

''جرمنی کے طبی ماہرین نے تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ انسان کی انگلیوں کی پوروں پر موجود خاص قسم کی پروٹین اسے دست، قے اور ہیضے جیسی بیماریوں سے بچاتی ہے۔ ماہرین کے مطابق وہ بیکٹیریا جنھیں ''ای کولائی'' کہتے ہیں، جب انگلیوں کی

---

[1] صحیح مسلم، الأشربة، باب استحباب لعق الأصابع......، حدیث:2031

پوروں پر آتے ہیں تو پوروں پر موجود پروٹین ان مضرِ صحت بیکٹیریا کو ختم کر دیتی ہے۔اس طرح یہ جراثیم انسانی جسم پر رہ کر مضر اثرات پیدا نہیں کرتے، خاص طور پر جب انسان کو پسینہ آتا ہے تو جراثیم کُش پروٹین متحرک ہو جاتی ہے ۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اگر یہ پروٹین نہ ہوتی تو بچوں میں ہیضے، دست اور قے کی بیماریاں بہت زیادہ ہوتیں۔'' [1]

اہل مغرب کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنے کے فعل کو غیر صحت مند (Unhygienic) قرار دے کر اس پر حرف گیری کرتے رہے ہیں لیکن اب سائنس اس کی تصدیق کر رہی ہے کہ یہ عمل تو نہایت صحت مند ہے کیونکہ انگلیاں منہ کے اندر نہیں جاتیں اور یوں منہ کے لعاب سے آلودہ نہیں ہوتیں ، نیز انگلیوں کی پوروں پر موجود پروٹین سے مضر بیکٹیریا بھی ہلاک ہو جاتے ہیں۔اس کے برعکس چمچے یا کانٹے سے کھانا کھائیں تو وہ بار بار منہ کے لعاب سے آلودہ ہوتا رہتا ہے اور یہ بے حد غیر صحت مند عمل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انگلیوں کی پوروں پر جراثیم کش پروٹین پیدا کی ہے تو ہاتھ سے کھانا اور کھانے کے بعد انگلیاں چاٹنا دونوں صحت مند افعال ہیں اور نبی کریم ﷺ کی مذکورہ بالا حدیث میں انھی دو باتوں پر عمل کی تلقین کی گئی ہے، یعنی ① کھانا ہاتھ (دائیں) سے کھایا جائے۔② ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیاں چاٹی جائیں۔

دائیں ہاتھ سے کھانے اور اس کے بعد انگلیاں چاٹنے کی اس اسلامی روایت بلکہ سنت کو عربوں نے اب تک زندہ رکھا ہے جسے ماضی میں یورپ والے غیر صحت مند عمل ٹھہراتے رہے مگر اب انھی کے طبی محققین کی تحقیق کہہ رہی ہے کہ یہ ہرگز مضر عمل نہیں بلکہ عین صحت مند اور فائدہ مند ہے۔

---

[1] روزنامہ نوائے وقت 30 جون 2005ء

کتا چاٹ جائے تو برتن کو مٹی سے دھونے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يَّغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ»

''جب تم میں سے کسی کے برتن کو کتا چاٹ جائے تو وہ اسے سات بار دھوئے، اور پہلی بار مٹی کے ساتھ دھویا جائے۔''[1]

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے:

«فَلْيُرِقْهُ»

''اسے چاہیے کہ اس (میں موجود کھانے یا پانی) کو بہا دے۔''[2]

اور ترمذی کی روایت میں ہے:

«أُولَاهُنَّ أَوْ أُخْرَاهُنَّ بِالتُّرَابِ»

''پہلی یا آخری بار مٹی کے ساتھ دھونا چاہیے۔''[3]

اس کی توضیح بلوغ المرام من أدلّة الأحکام (انگریزی) میں یوں کی گئی ہے:

---

[1] صحیح مسلم، الطهارة، باب حکم ولوغ الکلب، حدیث:279

[2] مسلم، الطهارة، باب حکم و لوغ الکلب، حدیث :(89)279

[3] جامع الترمذی، باب ماجاء فی سؤر الکلب، حدیث:91

"یہ واضح رہے کہ کسی چیز کی محض ناپاکی سے صفائی کے لیے اسے سات دفعہ دھونا ضروری نہیں۔ کسی چیز کو سات دفعہ دھونے کا فلسفہ محض صفائی کرنے سے مختلف ہے۔ آج کے طبی ماہرین کہتے ہیں کہ کتے کی آنتوں میں جراثیم اور تقریباً 4 ملی میٹر لمبے کیڑے ہوتے ہیں جو اُس کے فضلے کے ساتھ خارج ہوتے ہیں اور اس کے مقعد کے گرد بالوں سے چمٹ جاتے ہیں۔ جب کتا اس جگہ کو زبان سے چاٹتا ہے تو زبان ان جراثیم سے آلودہ ہو جاتی ہے۔ پھر کتا اگر کسی برتن کو چاٹے یا کوئی انسان کتے کا بوسہ لے، جیسا کہ یورپی اور امریکی عورتیں کرتی ہیں، تو جراثیم کُتے سے اس برتن یا اس عورت کے منہ میں منتقل ہو جاتے ہیں اور پھر وہ انسان کے معدے میں چلے جاتے ہیں۔ یہ جراثیم آگے متحرک رہتے ہیں اور خون کے خلیات میں گھس کر کئی مہلک بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔ چونکہ ان جراثیم کی تشخیص خُردبینی ٹیسٹوں کے بغیر ممکن نہیں، شریعت نے ایک عام حکم کے تحت کُتے کے لعاب کو فی نفسہٖ ناپاک قرار دیا اور ہدایت کی کہ جو برتن کُتے کے لعاب سے آلودہ ہو جائے اسے سات بار ضرور صاف کیا جائے اور اُن میں سے ایک بار مٹی کے ساتھ دھویا جائے۔"[1]

[1] بلوغ المرام من أدلة الأحکام (انگریزی) مطبوعہ دارالسلام، صفحہ: 16 حاشیہ 1:

مکھی کے ایک پر میں بیماری، دوسرے میں شفا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَّالْأُخْرٰى شِفَاءً»

''اگر تم میں سے کسی کے مشروب (پانی، دودھ وغیرہ) میں مکھی گر پڑے تو اسے چاہیے کہ اس کو مشروب میں ڈبکی دے، پھر اسے نکال پھینکے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے تو دوسرے میں شفا۔'' [1]
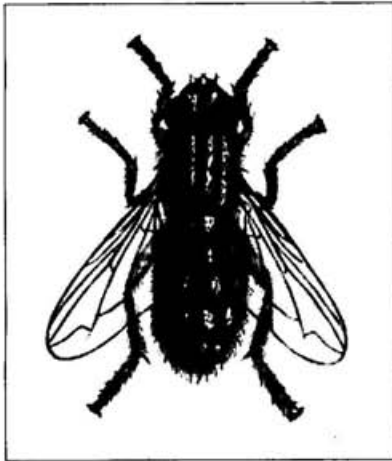
ڈاکٹر محمد محسن خاں اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''طبی طور پر اب یہ معروف بات ہے کہ مکھی اپنے جسم کے ساتھ کچھ جراثیم اُٹھائے پھرتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے 1400 سال پہلے بیان کیا جب انسان جدید طب کے متعلق بہت کم جانتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کچھ عضویے (Organisms) اور دیگر ذرائع پیدا کیے جو ان

[1] صحیح البخاری، بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب......، حدیث: 3320

جراثیم (Pathogenes) کو ہلاک کر دیتے ہیں، مثلاً پنسلین پھپھوندی اور سٹیفا ئلوکوسائی جیسے جراثیم کو مار ڈالتی ہے۔ حالیہ تجربات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مکھی بیماری (جراثیم) کے ساتھ ساتھ ان جراثیم کا تریاق بھی اُٹھائے پھرتی ہے۔ عام طور پر جب مکھی کسی مائع غذا کو چھوتی ہے تو وہ اسے اپنے جراثیم سے آلودہ کر دیتی ہے، لہٰذا اسے مائع میں ڈبکی دینی چاہیے تا کہ وہ ان جراثیم کا تریاق بھی اس میں شامل کر دے جو جراثیم کا مداوا کرے گا۔

''میں نے اپنے ایک دوست کے ذریعے اس موضوع پر جامعہ الازہر، قاہرہ (مصر) کے عمید قسم الحدیث (شعبۂ حدیث کے سربراہ) محمد السمحی کو خط بھی لکھا جنھوں نے اس حدیث اور اس کے طبی پہلوؤں پر ایک مضمون تحریر کیا ہے۔ اس میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ ماہرینِ خُرد حیاتیات (Microbiologists) نے ثابت کیا ہے کہ مکھی کے پیٹ میں خامراتی خلیات (Yeast Cells) طفیلیوں (Parasites) کے طور پر رہتے ہیں اور یہ خامراتی خلیات اپنی تعداد بڑھانے کے لیے مکھی کی تنفس کی نالیوں (Respiratory Tubules) میں گھسے ہوتے ہیں اور جب مکھی مائع میں ڈبوئی جائے تو وہ خلیات نکل کر مائع میں شامل ہو جاتے ہیں اور ان خلیات کا مواد ان جراثیم کا تریاق ہوتا ہے جنھیں مکھی اُٹھائے پھرتی ہے۔'' [1]

اس سلسلے میں ''الطب النبوی لابن القیم'' کے انگریزی ترجمہ Healing With the Medicine of the Prophet طبع دارالسلام الریاض میں لکھا ہے:

''نبی ﷺ نے حکم دیا کہ مکھی خوراک میں گر پڑے تو اسے اُس میں ڈبویا جائے، اس طرح مکھی مر جائے گی، بالخصوص اگر غذا گرم ہو۔ اگر غذا کے اندر مکھی کی موت غذا کو ناپاک بنانے والی ہوتی تو نبی ﷺ اسے پھینک دینے کا حکم دیتے۔ اس کے برعکس نبی ﷺ نے اسے محفوظ بنانے کی ہدایت کی۔ شہد کی مکھی، بھڑ، مکڑی اور دیگر کیڑے

[1] مختصر صحیح البخاری (انگریزی) مترجم ڈاکٹر محمد محسن خان، ص 656 حاشیہ 3

بھی گھریلومکھی کے ذیل میں آتے ہیں کیونکہ اس حدیث سے ماخوذ حکم نبوی عام ہے۔ مردہ جانور ناپاک کیوں ہیں، اس کی توجیہ یہ ہے کہ اُن کا خون اُن کے جسموں کے اندر رُکا رہتا ہے، اس لیے کیڑے مکوڑے یا حشرات جن میں خون نہیں ہوتا وہ پاک ہیں۔

''بعض اطبانے بیان کیا ہے کہ بچھو اور بھڑ کے کاٹے پر گھریلومکھی مل دی جائے تو اس شفا کی وجہ سے آرام آ جاتا ہے جو اس کے پروں میں پنہاں ہے۔ اگر گھریلومکھی کا سرالگ کر کے جسم کو آنکھ کے پپوٹے کے اندر رونما ہونے والی پھنسی پر ملا جائے تو ان شاء اللہ آرام آ جائے گا۔ [1]

[1] الطّب النبوی ص: 104-105

طاعون زدہ علاقے سے دُور رہنے کا حکم اور اس کی حکمت

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلطَّاعُونُ رِجْزٌ، أُرْسِلَ عَلٰى بَنِى إِسْرَائِيلَ، أَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَّأَنْتُمْ بِهَا ، فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِّنْهُ»

’’طاعون عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر اور تم سے پہلوں پر نازل ہوا، چنانچہ جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون پھیلا ہوا ہے تو وہاں نہ جاؤ۔ اور جب وہ اس علاقے میں پھوٹ پڑے جہاں تم مقیم ہو تو فرار ہو کر اس علاقے سے باہر مت جاؤ۔‘‘[1]

صحیحین ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلطَّاعُونُ شَهَادَةٌ لِّكُلِّ مُسْلِمٍ»

’’طاعون ہر مسلم کے لیے شہادت ہے۔‘‘[2]

طبی اصطلاح میں طاعون ایک مہلک گلٹی ہے جو بہت شدید اور تکلیف دہ متعدی عارضہ ہے اور یہ تیزی سے متاثرہ حصے کے رنگ کو سیاہ، سبز یا بھورے رنگ میں تبدیل کر دیتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، الطب، باب الطاعون...... ، حدیث: 2218

[2] صحیح البخاری، الطب، باب مایذکر من الطاعون، حدیث: 5732

پھر جلد ہی متاثرہ حصے کے اردگرد زخم نمودار ہونے لگتے ہیں۔ طاعون عموماً جسم کے تین حصوں، بغلوں، کان کے پیچھے اور ناک کی پھُنگ اور / یا جسم کی نرم بافتوں (Tissues) پر حملہ کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

«غُدَّةٌ، كَغُدَّةِ الْبَعِيرِ يَخْرُجُ فِي الْمَرَاقِّ وَالْإِبْطِ»

''یہ ایک گلٹی ہے جو اونٹ کی گلٹی سے مشابہ ہے اور جو پیٹ کے نرم حصوں اور بغلوں میں نمودار ہوتی ہے۔''[1]

امام ابن القیم الجوزیہ کی تصنیف الطب النبوی میں ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو طاعون زدہ علاقے میں داخل نہ ہونے کا حکم دیا ہے'' کے زیرِ عنوان لکھا ہے:

''طاعون کے نتیجے میں جسم میں تعدیہ یا عفونت (Infection)، زخم (Ulcers) اور مہلک رسولیاں نمودار ہوتی ہیں۔ اطبا اپنے مشاہدے کی رو سے انھیں طاعون کی علامات قرار دیتے ہیں۔ طبی ماہرین کہتے ہیں کہ طاعون کی وبا سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ جسم کو مُضر رطوبتوں سے نجات پانے میں مدد دی جائے، اسے پرہیزی غذا ملے اور جسم کی خشکی عموماً محفوظ رہے۔ انسانی جسم میں مضر مادے ہوتے ہیں جو بھاگ دوڑ اور غسل کرنے سے متحرک ہو جاتے ہیں، پھر وہ جسم کے مفید مادوں سے مل کر کئی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں، اس لیے جب کسی جگہ طاعون حملہ آور ہو تو وہیں ٹھہرنے میں عافیت ہے تاکہ انسان کے جسم میں مضر مادے متحرک نہ ہوں۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو طاعون سے متاثرہ علاقے میں نہ جانے یا وہیں ٹھہرنے کا جو حکم دیا، اس میں بڑی حکمت پنہاں ہے، اس کا مقصد یہ ہے:

---

[1] التمهيد لابن عبدالبر: 212/6

1. آدمی نقصان اور نقصان کا باعث بننے والی شے سے بچ جائے۔
2. اپنی صحت برقرار رکھے کیونکہ ضروریاتِ زندگی کے حصول اور عاقبت کے تقاضے پورے کرنے کا دارومدار اسی پر ہے۔
3. آلودہ اور مضر ہوا میں سانس لے کر بیمار نہ پڑ جائے۔
4. طاعون سے متاثرہ لوگوں سے میل ملاپ سے احتراز کرے تاکہ خود اسے طاعون نہ آلے۔
5. جسم اور رُوح کی چھوت اور توہم سے تحفظ ہو جن کا نقصان صرف انھیں ہوتا ہے جو ان پر یقین رکھتے ہوں۔

''غرضیکہ طاعون سے متاثرہ علاقے میں داخل ہونے کی مناہی ایک احتیاطی تدبیر اور ایک طرح کی پرہیزی غذا ہے جو انسان کو نقصان کی راہ سے پرے رکھتی ہے، اور یہ طاعون سے متاثرہ علاقہ چھوڑ کر جانے کا نہیں بلکہ اللہ کی رضا اور اس کے فیصلوں کے آگے سر جھکانے کا سبق ہے۔ پہلا حکم تعلیم و تربیت ہے جبکہ دوسرا تسلیم و اطاعت اور تمام امور اللہ کی رضا پر چھوڑ دینے کا درس دیتا ہے۔''[1]

الطب النبوی (انگریزی) کے صفحہ 53 کے حاشیے میں ''ایڈیٹر کا نوٹ'' کے زیرِ عنوان لکھا ہے:

> ''ہمارے مصنف (ابن قیم) کے زمانے میں ابھی قرنطینہ کا طبی تصور قائم نہیں ہوا تھا مگر یہ حدیث مصنف سے بھی تقریباً 700 سال پہلے ارشاد ہوئی تھی۔ اس حدیث نے ایمان کی وساطت سے قرنطینہ نافذ کر دیا تھا اگرچہ طب کے علماء کو اس سے متعلق علم کہیں صدیوں بعد حاصل ہوا۔''

1. (Healing with the Medicine of the Prophet by Ibn-ul-Qayyim, Darussalam, PP. 47-53)

باب 8
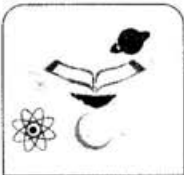
■ دنیا میں اسلام کی غیر معمولی پیش رفت

امریکہ میں اسلام کی غیر معمولی قبولیت

وائٹ ہاؤس (واشنگٹن)

اس وقت پوری دنیا بالخصوص امریکہ میں اسلام سب سے تیز پھیلنے والا مذہب ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ جہاں نائن الیون (11 ستمبر2001ء) کے حادثات کے بعد مغرب میں مسلمانوں کے خلاف عناد اور تعصب میں اضافہ ہوا ہے وہیں مغرب میں حلقہ بگوش اسلام ہونے والوں کی تعداد تیزی سے بڑھی ہے۔ پچھلے پندرہ بیس برسوں میں مغرب میں فروغ اسلام کے مشاہدات اور اس ضمن میں نامور لوگوں کے تاثرات کچھ یوں ہیں:

❁ امریکہ کی سابق خاتون اول ہلیری رَوڈہم کلنٹن کہتی ہیں: ''اسلام امریکہ میں سب سے تیز پھیلنے والا مذہب، ہماری قوم کے بہت سے افراد کے لیے ایک رہنما اور استحکام کا ستون ہے۔'' اس پر لاس اینجلس ٹائمز کے مذہبی امور کے قلمکار لیری بی سٹیمر نے سرخی جمائی:

First Lady Breaks Ground With Muslims.

''خاتون اول مسلمانوں کے ساتھ یکجہتی کا آغاز کرتی ہیں۔''[1]

---

[1] ''لاس اینجلس ٹائمز''، ہوم ایڈیشن۔31 مئی 1996ء

''مسلمان دنیا کا سب سے تیز پھیلنے والا گروہ ہیں۔'' (ٹموتھی کینی) [1]

''اسلام دنیا کا سب سے تیز پھیلنے والا مذہب ہے۔'' (جیرالڈین بام) [2]

''اسلام، امریکہ میں سب سے تیز پھیلنے والا مذہب ہے............سیاہ فام امریکی تیزی سے اسلام کا مروجہ مسلک قبول کر رہے ہیں۔'' (گولڈمین) [3]

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام ایک سچا اور اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ یہ سوچنا غیر منطقی ہے کہ اتنے سارے امریکی اور دنیا بھر کے لوگ خوب سوچ بچار اور گہرے غور و خوض کے بغیر ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہیں۔ یہ نومسلم مختلف ممالک، طبقوں، نسلوں اور شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سائنسدان، پروفیسر، فلسفی، صحافی، سیاستدان اور کھلاڑی سب شامل ہیں۔

اسلام کا براعظم امریکہ سے پہلا رابطہ چودھویں صدی عیسوی میں ہوا۔ سلطنت مالی (مغربی افریقہ) کے مسلمان بادشاہ ابوبکری کے ایما پر مسلمان مہم جو 1312ء میں دریائے مسیسپی کے راستے امریکہ میں داخل ہو کر اندرونی سرزمین کی چھان بین کر چکے تھے۔ انھوں نے دیکھا امریکی براعظم سرخ گندمی رنگ کے لوگوں کی قدیم تہذیب کا گہوارہ ہے۔ یورپی لوگوں نے یہاں آ کر انھیں ریڈ انڈین (سرخ ہندی) کہنا شروع کر دیا۔ 1530ء میں پہلی مرتبہ انسانوں کو غلام بنا کر امریکہ لایا گیا، ان کا تعلق مغربی افریقہ سے تھا۔ اگلی تین صدیوں میں ایک کروڑ سے زیادہ افریقیوں کو نئی دنیا کی منڈیوں میں بیچا گیا۔ ان میں تقریباً 30 فیصد مسلمان تھے۔ غلاموں کی اکثریت نے اپنے آقاؤں کے مذہب و ثقافت کو اپنا لیا جبکہ کچھ ایسے تھے

---

1. دی پاپولیشن ریفرنس بیورو۔ ''یو ایس اے ٹوڈے'' 17 فروری 1989ء
2. ''فار لو آف اللہ'' (For Love of Allah) از جیرالڈین بام۔ ''نیوز ڈے'' 7 مارچ 1989ء
3. ایری ایل گولڈمین۔ ''نیویارک ٹائمز'' 21 فروری 1989ء

جنھوں نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو سینے سے لگائے رکھا۔ یہ مسلمان ہسپانوی مسلمانوں میں سے تھے۔[1]

کہا جاتا ہے کہ 1492ء میں جب کولمبس تین جہازوں پر مشتمل بحری بیڑا لے کر اسپین سے مغرب کو روانہ ہوا تھا تو اس کے ہمراہ جانے والے 85 ملاحوں میں سے 14 ہسپانوی مسلمان تھے۔

نائن الیون کے بعد مطالعۂ اسلام کی لہر

11 ستمبر 2001ء کے المیے کے بعد امریکہ میں سوچ کا ایک نیا رجحان پیدا ہوا۔ ہر کوئی اسلامی کتابوں، جرائد، اسلامی تاریخ اور انسائیکلو پیڈیا میں دلچسپی لینے لگا مگر جو کتاب سب سے زیادہ توجہ و دلچسپی کا مرکز بنی وہ قرآن تھی۔

نیویارک، واشنگٹن، شکاگو اور نیو جرسی سے لاس اینجلس تک جن بک سٹورز پر قرآن شریف کے نسخے پچھلے کئی سال سے فروخت نہیں ہوئے تھے، انھیں قرآن کے نئے ایڈیشن شائع کرنے پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے قرآن امریکہ میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتاب بن گیا۔

ورلڈ ٹریڈ ٹاورز (تباہی کا ایک منظر)

شہرت یافتہ پبلشر "Penguin Book" نے 11 ستمبر کے بعد قرآن کے 20 ہزار سے زائد نسخے شائع کیے۔ امریکی اخبار ''یو ایس اے ٹوڈے'' نے لکھا: ''لوگ اسلام کے بارے

[1] ''امریکہ آزاد ہے'' مکتوب امریکہ، طیبہ ضیاء۔ نوائے وقت 9 جولائی 2005ء

میں جاننا چاہتے ہیں اور اس رجحان نے امریکہ میں قرآن کو سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتاب بنا دیا ہے کیونکہ امریکہ کے غیر مسلموں نے اس بات کو محسوس کیا ہے کہ ایک مسلمان یا کوئی اور شخص اس کتاب کا کوئی بھی صفحہ کھول کر اس سے زندگی کا کوئی نہ کوئی راز جان سکتا ہے، یہاں تک کہ امریکہ کے پبلک سکولوں میں بچوں کو قرآن کی آیات زبانی یاد کرنے کو کہا گیا اور خفیہ ایجنسی ایف بی آئی کے افسران کو اسلام سے روشناس کرایا جانے لگا۔

15 میں سے 7 بیسٹ سیلرز اسلام پر

برطانوی اخبار ''دی گارڈین'' نے امریکہ کے ممتاز ماہر اقتصادیات جرمی ریفکن کے حوالے سے لکھا: ''مجھے یہ تسلیم کرتے ہوئے بہت شرمندگی ہو رہی ہے کہ 11 ستمبر سے قبل میں نے اسلام پر توجہ نہیں دی تھی۔ میں صرف عربوں اور اسرائیل کے درمیان ٹکراؤ کے بارے میں کچھ جانکاری رکھتا تھا اور اسے مغرب کی جنگ برائے تیل کی نظر سے دیکھتا تھا، مگر ایک ایسے دہشت گردانہ عمل کے بعد جس نے تقریباً تین ہزار امریکی باشندوں کی جانیں لیں، میں نے اسلام کے بارے میں مطالعہ شروع کیا، اور ایسا کرنے والا میں واحد شخص نہیں۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ نیویارک ٹائمز کی ویب سائٹ پر بک سٹورز میں 15 ٹاپ سیلر کتابوں میں سے 7 اسلام اور مسلمانوں کے متعلق تھیں۔''

جولائی 2003ء میں اسلام کے حوالے سے امریکی عوام کے تاثرات پر قومی سروے ہوا تو 25 فیصد امریکیوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ دیگر مذاہب کی طرح اسلام بھی تشدد کو جائز نہیں ٹھہراتا جبکہ 11 ستمبر سے چھ ماہ قبل تک 44 فیصد امریکی سمجھتے تھے کہ اسلام اپنے عقیدت مندوں میں تشدد کو ہوا دیتا ہے۔ ''وائس آف اسلام'' کے مطابق 11 ستمبر کے بعد امریکہ میں تبدیلیٔ مذہب کے واقعات میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ ہوائی میں اس کا سب

سے زیادہ اثر دیکھا گیا ہے جہاں اسلام قبول کرنے والوں میں بڑی تعداد سابق فوجیوں کی ہے۔ ہیرتھ راماڈ امریکی بحریہ کے جہاز ''پرل ہاربر'' میں کام کر چکی ہیں، ان کے شوہر مسلمان تھے۔ 11 ستمبر کے بعد راماڈ نے اسلام قبول کر لیا۔ مسلم ایسوسی ایشن آف ہوائی کے صدر کلیم اوصاف کے مطابق 11 ستمبر سے قبل شہر ''ہونولولو'' میں مقامی مسلمانوں کی تعداد صرف تین تھی، مگر ستمبر سے دسمبر 2001ء تک اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد 23 ہوگئی۔ مسلم ذرائع کے مطابق امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد 70 لاکھ ہوگئی ہے۔[1]

[1] ندائے ملت 7 تا 13 جولائی 2005ء بحوالہ روزنامہ ''منصف'' حیدرآباد دکن

اسپین میں اسلام کی واپسی

اگرچہ اس وقت مغربی ممالک میں مجموعی طور پر اسلام فروغ پذیر ہے مگر اسپین کا معاملہ خاص طور پر حیرت انگیز ہے جہاں مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ اسپین یا اندلس وہ ملک ہے ہے جہاں مسلمان تقریباً آٹھ سو سال برسرِ اقتدار رہے، پھر ان کے مغلوب ہونے کے بعد اسپین میں ان کا مکمل صفایا کر دیا گیا۔ انھیں جلا وطن کیا گیا۔ رومن کیتھولک عیسائی حکمرانوں اور جنونی پادریوں کے حکم پر ان گنت مسلمانوں کو زندہ جلایا گیا۔ انھیں تعزیر و تعذیب کے شکنجوں میں کسا گیا اور بیشتر کو جبراً عیسائی بنالیا گیا حتیٰ کہ وہاں ایک مسلمان متنفس بھی باقی نہ رہا۔ لیکن گزشتہ چند عشروں میں اسپین کی صورت حال خاصی تبدیل ہو چکی ہے۔ ہفت روزہ فیملی کی ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت وہاں تقریباً 5 لاکھ مسلمان آباد ہیں اگرچہ سرکاری طور پر ان کی تعداد 3 لاکھ بتائی جاتی ہے۔ ہسپانوی مسلمانوں میں زیادہ تعداد شمالی افریقہ کے تارکین وطن کی ہے، تاہم ہزاروں کی تعداد میں نو مسلم ہسپانوی بھی ہیں۔ اب یہاں مسلمانوں کو اپنی روایات کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہے۔ مسلم اسٹوروں پر حلال گوشت عام مل جاتا ہے۔ شہروں میں مسلمانوں کی تجارت فروغ پا رہی ہے۔ سڑکوں پر باریش مسلمان نظر آتے ہیں۔ مسلمان خواتین یہاں بھی پردہ کرتی ہیں اور کئی تو برقعوں میں نظر آتی ہیں۔ حکومت نے انھیں مساجد تعمیر کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ غرناطہ میں ایک

شاندار مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔[1]

’’مسجد گرجا‘‘ میں شاعرِ مشرق اور مجاہد کی نماز

مسلم عہد اقتدار کی یادگار مسجد قرطبہ "Mezquita Cathedral" یعنی ’’مسجد گرجا‘‘ کہلاتی ہے کیونکہ 1236ء میں سقوط قرطبہ کے بعد عیسائیوں نے اسے گرجا بنا لیا تھا۔ سرکاری طور پر یہاں نماز ادا کرنا ممنوع ہے۔ علامہ اقبال نے 1931ء میں یہاں گارڈ کی نگرانی کے باوجود موقع پا کر نماز ادا کی تھی۔ ڈائریکٹر دارالسلام مولانا عبدالمالک مجاہد چند سال پہلے اپنے گائیڈ عبدالغنی میلارا کی رہنمائی میں مسجد قرطبہ کی زیارت کو گئے تو گارڈ نے ان پر نگاہ رکھی کہ وہ نماز ادا نہ کرنے پائیں مگر کب تک! گارڈ تھک ہار کر ادھر اُدھر ہوا تو انھوں نے ستونوں کے پیچھے دو نفل ادا کر لیے۔
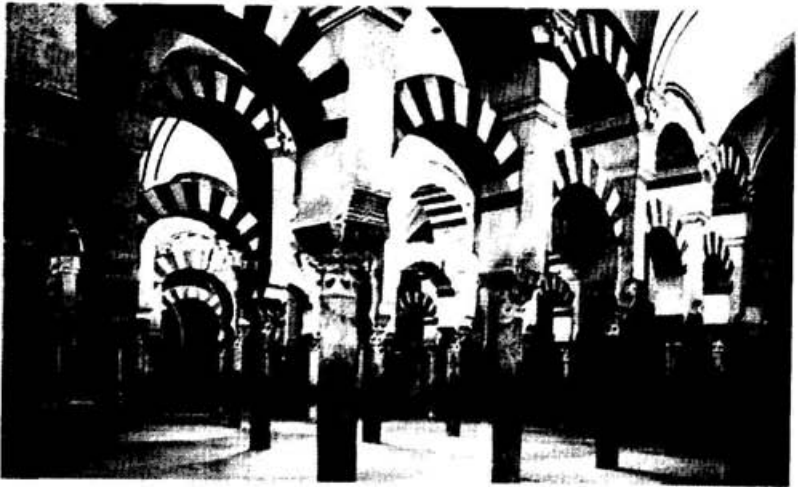
مسجد قرطبہ اور اُس کی خوبصورت محرابیں

[1] فیملی میگزین، 26 جون تا 2 جولائی 2005ء

مسجد قرطبہ سیاحوں کے لیے باعث کشش ہے۔ علامہ اقبال نے ''بالِ جبریل'' میں اسے ''حرم قرطبہ'' اور ''کعبۂ ارباب فن'' قرار دیتے ہوئے کہا۔

کعبۂ ارباب فن سطوتِ دینِ مبین
تجھ سے حرم مرتبت اندلسیوں کی زمین

اور اس کے سینکڑوں ستونوں کی یوں تعریف کی۔

تیری بنا پائیدار، تیرے ستون بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجومِ نخیل

غرناطہ میں 500 برس بعد اذان: عبدالغنی میلارا، غرناطہ (Granada) کے رہنے والے ہیں۔ وہ ایک ذی علم مستشرق ہیں۔ انھوں نے 20 سال پہلے عربی سیکھنے کے شوق کے تحت اسلام قبول کیا تھا۔ انھوں نے قرآن پاک کا ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیا جسے ''دارالسلام'' نے شائع کیا۔ ان کا آبائی گھر پرانے غرناطہ کی ایک تنگ گلی میں ہے۔ 1995ء میں مولانا عبدالمالک مجاہد، لندن سے مالقہ پہنچے تو عبدالغنی میلارا ہوائی اڈے سے اُنھیں ٹیکسی میں غرناطہ اپنے گھر لے گئے جو بلندی پر واقع ہے۔ صبح وہ انھیں گھر کی چھت پر لے جا کر انگلی کے اشارے سے ایک ایک کر کے دکھانے لگے کہ اس گرجے کی عمارت پہلے مسجد تھی اور فلاں بھی مسجد تھی۔ دراصل جنونی پادریوں کے زیرِ نگرانی مسلمانوں اور یہودیوں کا استیصال کرنے والے دیوانِ تفتیش (Acquisition) کے دنوں میں اسپین کی مساجد مسمار کر دی گئی تھیں یا انھیں گرجے بنا لیا گیا تھا۔ اب چند سال پہلے غرناطہ کے مسلمانوں نے تاریخی شاہی محل الحمراء کے قریب مسجد تعمیر کی ہے۔ اس کے اخراجات شارقہ کے شیخ القاسمی نے برداشت کیے۔ یوں پانچ سو برس بعد ایک مرتبہ پھر غرناطہ کی فضاؤں میں اذان کی آواز گونجنے لگی ہے۔ اور حال ہی میں اشبیلیہ میں ایک مسجد کی تعمیر کی اجازت دی گئی ہے جو یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہوگی۔

عبدالغنی میلارا نے مولانا عبدالمالک مجاہد کو بتایا کہ چند سال پہلے غرناطہ کے مسلمانوں نے

قصر الحمراء میں نمازِ عید ادا کرنے کی اجازت مانگی تو حکومت نے اجازت دے دی۔ تب اسپین کے گوشے گوشے سے مسلمان الحمراء میں نمازِ عید پڑھنے کے لیے کھنچے چلے آئے، چنانچہ 50ہزار کے لگ بھگ مسلمانوں نے وہاں عید کی نماز ادا کی۔ اس پر ہسپانوی حکومت چونک اٹھی اور قصر الحمراء میں نماز کی ادائیگی پر مستقل پابندی لگا دی گئی۔

قدیم عربوں کی نومسلم اولاد

ایک ہسپانوی ماہر مارٹینو کا خیال ہے کہ آیندہ چند برسوں میں اسپین یورپ میں سب سے زیادہ مسلم آبادی کا ملک بن جائے گا۔ اسپین کے نومسلموں میں قدیم عربوں کی اولاد بھی شامل ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کو زبردستی عیسائی بنالیا گیا تھا۔ ثبوت کے طور پر وہ اپنی آنکھوں کی سیاہ رنگت کی مثال دیتے ہیں کیونکہ اصل ہسپانوی باشندوں کی آنکھیں بھوری ہیں۔ اسی لیے علامہ اقبال نے اپنی لافانی نظم ''مسجد قرطبہ'' میں اسپین کے بارے میں کہا تھا ۔

آج بھی اس دیس میں عام ہے چشمِ غزال
اور نگاہوں کے تیر آج بھی ہیں دلنشیں
بُوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

ایک میگزین کی رپورٹ کے مطابق'' حالیہ چند برسوں میں اسپین میں 20ہزار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا ہے۔ صرف غرناطہ میں ایک ہزار عیسائی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ 1492ء کے بعد مسلمانوں کو عیسائیت اختیار کرنے پر مجبور کیا گیا تھا، اب انھی کی اولاد تیزی سے دائرۂ اسلام میں داخل ہورہی ہے۔''[1]

[1] ''نوائے وقت'' 7 اکتوبر 2005ء

اسپین میں مقیم مسلمانوں کی آبادی بڑھنے کے ساتھ ان میں خود اعتمادی بھی آ رہی ہے۔ گزشتہ برسوں میں یہاں کئی مسجدوں کا اضافہ ہوا ہے اور ہر سال نئی اسلامی تنظیمیں اپنے نام رجسٹر کرا رہی ہیں۔ اسپین میں پاکستانی، بھارتی، بنگلہ دیشی اور دیگر ایشیائی ممالک کے باشندے مقیم ہیں۔ بارسیلونا (برشلونہ) میں ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ یہاں 14 ہزار کے قریب پاکستانی نوجوان موجود ہیں۔ ہسپانوی لوگوں کا طرزِ زندگی بہت حد تک پاکستانیوں سے ملتا جلتا ہے۔ یہ ایک وجہ بھی لوگوں کو اسپین کی جانب راغب کرتی ہے۔

قصر الحمرا (غرناطہ)

مسلمانوں کے دور حکومت (92ھ/711ء تا 897ھ/1492ء) میں اسپین علم و دانش اور علوم وفنون کا مرکز تھا۔ یہاں کے علماء ومفکرین نے یورپ کے لیے روشنی کے دروازے کھولے۔ اب ایک مرتبہ پھر مسلمان طلبہ یہاں کے سکولوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں۔ صرف سبتہ شہر کے سکولوں میں چار ہزار سے زیادہ مسلمان بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔'' [1]

---

[1] یاد رہے سبتہ (Ceuta) پر 1415ء میں پرتگالیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ بعد میں اس پر ہسپانوی قابض ہو گئے اور یہ شہر اب تک اسپین کے تسلط میں ہے، حالانکہ جغرافیائی لحاظ سے یہ مراکش (افریقہ) کے ساحل پر واقع ہے۔ سبتہ سے دس بارہ میل شمال میں آبنائے جبل الطارق کے پار ساحل اسپین دکھائی دیتا ہے۔

''غرناطہ میں محمد بن الاحمر کا تعمیر کردہ قصر الحمراء بھی اپنی مثال آپ ہے۔ میکسیکو کا شاعر سیاح آری اکازا اور اس کی بیوی دونوں محو حیرت ہو کر اس لاجواب قصر کو دیکھ رہے تھے تو ایک اندھا سائل وہاں آ گیا۔ سیاح نے اسے دیکھ کر اپنی بیوی سے کہا: ''خاتون! اسے زیادہ سے زیادہ بھیک دو کیونکہ کسی آدمی کی اس سے بڑی بدبختی نہیں ہو سکتی کہ وہ غرناطہ کے قصر کے سامنے کھڑا ہو مگر اندھا ہونے کے باعث اسے دیکھ نہ سکے۔''

''اندلس میں اجنبی'' کے مصنف مستنصر حسین تارڑ لکھتے ہیں کہ ''میکسیکو کے شاعر اکازا کے یہ مصرعے قصر الحمراء کی ایک شکستہ دیوار پر تانبے کی تختی پر کندہ ہیں۔''

مسلم اسپین (اندلس) میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ تاریخ میں خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث کا نصف صدی پر محیط عہد خوشحالی اور تمول کا ایسا زمانہ تھا کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں جب یورپ کے کسی ملک میں ابھی سکے رائج نہیں ہوئے تھے، اندلس میں لوگوں کی جیبیں سونے اور چاندی کے سکوں سے بھری رہتی تھیں۔ قرطبہ شہر جو وادی الکبیر کے کنارے 24 میل تک پھیلا ہوا تھا، اس کی آبادی دس لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ قرطبہ کی سڑکیں راتوں کو دو رویہ چراغوں سے جگمگاتیں جبکہ لندن اور پیرس کی گلیاں اس کے 700 سال بعد بھی اندھیروں میں ڈوبی رہتی تھیں۔ الغرض نویں تا گیارھویں صدی عیسوی کا مسلم اسپین یورپ کا سب سے طاقتور، آباد اور خوشحال ملک تھا۔ اسلامی اثرات کی ایک مثال دیکھیے:

''اسپین کا دارالحکومت میڈرڈ ہے جو ملک کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ صدیوں پہلے ایک عرب قبیلے نے دریائے میڈناس کے کنارے ایک اونچے ٹیلے پر ''مجریط'' نام کی بستی آباد کی تھی۔ عربی زبان میں ٹیلے کو مجریط کہتے ہیں۔ یہی مجریط بگڑتے بگڑتے میڈرڈ (Madrid) بن گیا۔''[1]

---

[2] فیملی میگزین۔ 26 جون تا 2 جولائی 2005ء

لاطینی امریکی تارکینِ وطن اسلام کی آغوش میں

شمال میں میکسیکو سے لے کر براعظم جنوبی امریکہ کے انتہائی جنوبی ممالک ارجنٹینا اور چلی تک کا خطہ لاطینی امریکہ کہلاتا ہے کیونکہ 1492ء میں کولمبس کے ہاتھوں امریکہ کی ''دریافت'' کے بعد اسپین اور پرتگال کے استعماری قبضے کے باعث یہاں ہسپانوی (Spanish) اور پُرتگالی (Portuguese) زبانیں بولی جاتی ہیں جو کہ لاطینی الاصل ہیں۔ غربت وافلاس کے شکار اس خطے سے ہر سال بڑی تعداد میں لوگ اپنے بہتر مستقبل کے لیے شمالی امریکہ بالخصوص ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا رخ کرتے ہیں جہاں وہ اسلام سے متعارف ہوتے ہیں اور بہت سے حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔ حال ہی میں واشنگٹن پوسٹ نیوز سروس کے حوالے سے روزنامہ ''ڈان'' نے ریاستہائے متحدہ امریکہ (USA) میں آباد لاطینو تارکین وطن (Latino Immigrants) کے قبول اسلام کے بارے میں ایک ہندو صحافی سدرشن رَگھوَن کی ایک رپورٹ شائع کی جس کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

امریکہ میں لاطینو تارکینِ وطن اسلام کے ذریعے سے اپنی از سرِ نو شناخت قائم کر رہے ہیں۔ واشنگٹن کے علاقے میں ان نومسلموں کی تعداد چند سو ہے اور اسلامی تنظیموں کے مطابق پورے ملک میں ان کی تعداد 40 تا 70 ہزار ہے۔ ترک وطن سے پہلے وہ اپنے اپنے ملک میں (کیتھولک مسیحیت کے حلقہ بگوش ہونے کے باعث) دوسرے نظریات سے یکسر بے خبر رہتے تھے مگر امریکہ آ کر ان کے لیے قرآن مجید کے تراجم، اسلامی جرائد اور ویب سائٹس کے

وسطی امریکہ
(لاطینی امریکہ)
دارالحکومت
شہر
بحراوقیانوس
جزائر بہاماز
برمنگھم
ڈلاس
(یو۔ایس۔اے)
ریاستہائے متحدہ امریکہ
نیواورلینز
ہیوسٹن
فلوریڈا
میامی
خلیج میکسیکو
ہوانا
کیوبا
میکسیکوسٹی
میکسیکو
بحیرہ کریبین
جمیکا
ہیٹی
جمہوریہ ڈومنیکن
پورٹو ریکو
(یو۔ایس۔اے)
پورٹ او پرنس
سانتو ڈومنگو
جزائر غرب الہند (ویسٹ انڈیز)
بیلائز
ہونڈوراس
گواٹیمالا سٹی
نکاراگوا
کارتاجینا
(قرطاجنہ)
پورٹ آف سپین
ٹرینیڈاڈ
کاراکاس
گواٹیمالا
السالویڈور
کوسٹاریکا
پانامہ
وینزویلا
دریائے اوری نوکو
جارج ٹاؤن
گائیانا
سرینام
کولمبیا
بوگوٹا
جنوبی امریکہ
برازیل
بحرالکاہل

ذریعے اسلام کے متعلق جاننا کہیں آسان ہوگیا ہے۔ لیکن 11 ستمبر کے بعد کے امریکہ میں جیسے ہی وہ اسلام قبول کرتے ہیں، انھیں اسلام پر قائم رہنے کے لیے بہت جدو جہد کرنی پڑتی ہے اور مسیحی اکثریت کی طرف سے مخالفت اور تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جب 11 ستمبر 2001ء کے دہشت گردانہ حملے رُونما ہوئے، جیکی ایویلر ان دنوں جارج میسن یونیورسٹی کی طالبہ تھیں۔ ایک پاکستانی امریکی مسلمان ان کا دوست تھا۔ ایک روز ایویلر نے غصے میں اس سے کہا: ''مسلمان ایسے کاموں کا ارتکاب کیونکر کر سکتے ہیں؟'' وہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق متجسس بھی تھیں، چنانچہ اپنا غصہ دُور ہوتے ہی انھوں نے اپنے دوست سے کہا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ اس نے ابتدائی معلومات دیں تو اسلام میں ایویلر کی دلچسپی فزوں تر ہوگئی اور یہ سچا دین اس کے دل میں گھر کرنے لگا۔ ایویلر اب کہتی ہیں: ''اپنا مذہب تبدیل کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اگرچہ میں محسوس کرتی تھی کہ اسلام میرے دل میں داخل ہو چکا ہے لیکن بذات خود یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھی۔ مجھے اپنے والد کی مخالفت کی فکر تھی۔''

سینئر کلاس فوٹو گرافی نمائش کی رات ایویلر کے خاندان والے اور دوست حاضرین میں بیٹھے تھے۔ ایک تصویر میں ایویلر نے صلیب والا نیکلس اپنی پشت پر ڈال رکھا تھا۔ ایک اور فوٹو میں اس نے صلیب کے اوپر بنی حضرت عیسیٰ کی شبیہ کے چہرے پر کچھ مل دیا تھا۔ 31 سالہ ملی جیمینز جو ایویلر کے ساتھ ہی پلی بڑھی تھی، اس نے اس تبدیلی کو محسوس کرلیا۔ اس کے بقول ''یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ کیتھولک مسیحیت کو پس پشت ڈال رہی ہے اور اپنے باپ کو یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتی ہے۔'' اس کے دو ہفتے بعد جیکی ایویلر نے اسلام قبول کرلیا۔

اپنے قبول اسلام کی خبر جیکی ایویلر نے سب سے پہلے اپنی ماں کو اور اس کے بعد بھائی سلوین کو دی۔ ان دونوں نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن اپنے باپ کو یہ بتانے کا حوصلہ پیدا

کرنے میں اسے دو ماہ لگے۔ آخر کار جب والد کو خبر دی تو اس نے کہا: ''تم ایک بالغ عورت ہو۔ میرا خیال ہے میں نے تمھاری اچھی پرورش کی ہے۔'' پھر وہ بولا: ''تمھاری دادی نے اپنی وفات سے پہلے خصوصی ہدایات دی تھیں کہ ہم اپنا مذہب کبھی ترک کریں نہ تبدیل کریں۔'' لیکن باپ کی یہ فہمائش رائیگاں گئی۔

جیکی ایویلر نے اب السالویڈور کے مخصوص کھانے (tamales de cerdo, revueltas, pupusas) وغیرہ کھانے چھوڑ دیے جن میں سؤر کا گوشت شامل ہوتا ہے۔ گھر میں اس نے ایسا گوشت لانا ترک کر دیا جو حلال نہ ہو۔ وہ شراب سے مکمل پرہیز کرنے لگی اور لباس بھی ساتر پہننا شروع کر دیا۔ کرسمس کی شام وہ اپنے اہل خانہ کو گاڑی میں نصف شبی عبادت (Midnight Mass) کے لیے لے گئی اور انھیں گرجے کے باہر اتار دیا مگر خود اندر نہ گئی۔

جیکی ایویلر کو سیاست سے کچھ شغف نہیں ۔ وہ کہتی ہیں: ''میں اپنے ملک سے محبت کرتی ہوں۔ میں یہاں رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے اپنے لاطینا (لاطینی نژاد خاتون) ہونے سے محبت ہے۔ لیکن سب سے بڑھ کر مجھے اسلام سے محبت ہے۔'' جیکی کے خاندان کو امید تھی کہ اس کا قبول اسلام عارضی ثابت ہوگا لیکن ان کا یہ خیال اس روز غلط ثابت ہوا جب وہ ایک مسلمان مرد کے ساتھ گھر آئیں۔ وہ بھی لاطینو نومسلم تھا۔ دو ہفتے پہلے ان کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ اب وہ باہم شادی کرنے کے خواہاں تھے۔ ایویلر کے والد نے سخت ناراض ہو کر شادی کی مخالفت کی اور اسلام کو برا بھلا کہنے لگا۔ اس نے کہا تھا: ''یہ لوگ تمھیں ایک ایسے شخص سے بیاہنا چاہتے ہیں جسے تم جانتی تک نہیں ہو۔'' پھر اس نے جیکی کی اسلامی کتابیں چھین لیں اور گویا ہوا: ''تم خاندان رکھ لو یا اسلام۔'' لیکن ایویلر کا جواب تھا: ''آپ مجھ سے اپنی ذات اور میرے مذہب میں سے ایک کو منتخب کرنے کی بات کبھی نہ کریں کیونکہ میرا چناؤ آپ کے حق میں ہرگز نہیں ہوگا۔'' وہ کہتی ہیں: ''اس روز میرے والد سمجھ گئے کہ میں اپنے قبول اسلام میں

کس قدر سنجیدہ ہوں۔''

31 سالہ نومسلمہ جیکی ایویلر اب صبح سویرے اُٹھتی ہیں تو ان کے بستر کے ایک طرف کلاک پڑا ہوتا ہے جو روزانہ پانچ وقت اذان سنواتا ہے۔ دوسری طرف مقدس مریم (Mary) کا مجسمہ ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ اسے وہاں سے ہٹانا چاہتی ہیں مگر ہٹا نہیں سکتیں کیونکہ وسطی امریکہ کے ملک السالویڈور[1] سے ترکِ وطن کر کے آنے والا ان کا باپ مریم کے مجسمے کو وہیں رکھنا چاہتا ہے۔ ایویلر باپ کا احترام کرنے پر مجبور ہیں، چنانچہ انھوں نے گھر میں ایک آسان توازن قائم کر رکھا ہے۔ وہ مجسمے کو ایک بڑی سی خاندانی تصویر سے چھپا دیتی ہیں۔ جب وہ جوان ہو رہی تھیں تو وہ رقص کرتی، نیم عریاں لباس پہنتی اور اسی حالت میں ساحل پر جاتی تھیں۔ اب وہ ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہیں، اسلامی لباس پہنتی ہیں اور مردوں کے ساتھ گھلنے ملنے سے احتراز کرتی ہیں۔ ان کے خاندان کا مذہب کیتھولک عیسائیت ہے۔ اپنے ملک میں وہ لوگ کسی اور مذہب سے آگاہ نہیں تھے اور اپنے خاندان میں اس خاتون کا قبول اسلام پہلی مثال ہے۔

امریکہ میں بسنے والے ان نومسلموں کا تعلق تمام لاطینی امریکہ سے ہے۔ بعض نومسلم کہتے ہیں کہ اسلام میں انھیں اخلاص وایمان اور سادگی کی نعمتیں میسر ہیں جن سے کیتھولک عیسائیت خالی ہے۔ چونکہ لاطینو ثقافت میں بھی خاندانی نظام مضبوط ہے اور اسلام بھی اس پر زور دیتا ہے، لہٰذا لاطینو نومسلموں کے لیے اسلام کے عائلی نظام کے مطابق ڈھلنا آسان ہے۔

نومسلم لاطینو خواتین کو اسلام میں ایک خاص احترام ملتا ہے جس سے بیشتر اہلِ مغرب ناآشنا ہیں۔ یہ اُس کلچر سے یکسر مختلف ہے جس میں انھوں نے پرورش پائی تھی۔ اب ایویلر کے

---

[1] وسطی امریکہ کے چھوٹے سے ملک ''السالویڈور'' (EL Salvador) کے معنی ہیں منجی یا نجات دہندہ جس سے مسیحی عقیدے کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ ہسپانوی نام ''السالویڈور'' میں ''ال'' (El) اسلامی اندلس اور عربی کی یاد دلاتا ہے۔

لیے ایسٹر[1] میں کوئی مذہبی اہمیت باقی نہیں رہی، چنانچہ اس بار ایسٹر سے پہلے جمعے کو انھوں نے نماز جمعہ میں اہتمام کے ساتھ شرکت کی۔ وہ سلور ہونڈا گاڑی میں اینن ڈیل کی ایک چھوٹی سی مسجد گئیں۔ گلابی حجاب اور شانوں سے ٹخنوں تک لبادہ پہنے ایویلر دوسری عورتوں کے ہمراہ ایک بغلی دروازے سے مسجد میں داخل ہوئیں جبکہ مرد سامنے کے دروازے سے اندر داخل ہو رہے تھے۔ اجتماعی عبادت میں ان کی یہ شرکت ان کے ذوق وشوق کا اظہار تھی۔

32 سالہ پاسلا مارٹنیز امریکہ میں مقیم ایک کیتھولک میکسیکی امریکی خاندان کی تیسری نسل سے ہیں۔ ان کے قبول اسلام کا آغاز ایک سوال سے ہوا تھا۔ جب وہ ٹیکساس میں تعلیم وتربیت پا رہی تھیں تو ایک روز انھوں نے اپنے پادری سے پوچھا کہ کیتھولک عیسائی تثلیث (باپ، بیٹا اور روح القدس) پر کیوں ایمان رکھتے ہیں مگر پادری سے کوئی تسلی بخش جواب نہ بن پڑا۔ اس کے بعد مزید سوالات کیے گئے حتی کہ پاسلا کا خدا سے کوئی تعلق نہ رہا، پھر یونیورسٹی آف ٹیکساس میں انھوں نے مڈل ایسٹ ہسٹری کا مضمون لیا۔ اس مضمون اور مسلم طلبہ کی تقاریب کے ذریعے وہ اسلام سے متعارف ہوئیں اور یونیورسٹی میں اپنے پہلے سال کے اختتام پر انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب پاسلا نے اپنے گھر والوں کو بتایا تو انھوں نے انتباہ کیا: اسلام چھوڑ دو یا ہمارے گھر سے چلی جاؤ۔ پاسلا نے گھر چھوڑ دیا۔

سبز حجاب پہنے میانہ قد پاسلا مارٹنیز نے اپنے گھر والوں کی طرف سے شدید مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے بتایا: ''یہ مذہب سے زیادہ ثقافتی تعصب کا شاخسانہ تھا۔ اسلام ان کے لیے

---

[1] ایسٹر کا تہوار مسیحی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ ہو کر آسمان پر اُٹھائے جانے کی یاد میں مارچ یا اپریل کے کسی اتوار کو منایا جاتا ہے۔ Easter (قدیم انگریزی میں Eastre) جرمانک لفظ Eostre سے ماخوذ ہے جو موسم بہار کی دیوی کا نام تھا۔ (کنسائز آکسفورڈ ڈکشنری، ص:427) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائیت کی مختلف رسوم اور عقائد مشرکانہ یونانی، رومی اور جرمانی تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے دین یا ان کی تعلیمات سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ایک اجنبی شے تھا اور اس احساس نے ان کے تعصب میں اضافہ کر دیا کہ میرا کلیسا کی طرف لوٹ آنا خارج از بحث ہے۔'' ان دنوں پاسلا اپنے مسلمان شوہر اور بچوں کے ساتھ ایش برن میں رہتی ہیں۔ اب ان کے اپنے خاندان سے اچھے مراسم ہیں۔ تیراکی ان کی سابقہ زندگی کی واحد دلچسپی ہے جو انھیں یاد آتی ہے۔ اب وہ صرف تنہائی میں یا دیگر عورتوں کے ہمراہ تیرتی ہیں اور کبھی مردوں کے سامنے نہیں تیرتیں حتی کہ اپنے خاوند سے بھی پرے ہٹ کر تیرتی ہیں۔

ایلس (Ellis) بھی پانامہ میں کیتھولک مسیحیت سے غیر مطمئن تھیں۔ وہاں ان کے واقف کار لوگ مذہبی نہیں تھے مگر وہ خدا سے زیادہ گہرا تعلق استوار کرنا چاہتی تھیں۔ امریکہ آ کر جب وہ حلقہ بگوش اسلام ہوئیں تو ان کی بڑی خالہ نے کہا: ''تم اپنی ماں کا مذہب کیونکر چھوڑ سکتی ہو؟'' لیکن ایلس کو اب اس کی کوئی پروا نہ تھی۔

سیاہ فام لاطینا ہوتے ہوئے ایلس نے محسوس کیا کہ کئی سیاہ فام امریکی انھیں اپنی برادری میں قبول نہیں کرتے۔ وہ جن لاطینو افراد سے ملیں ان کا تعلق ان ملکوں سے تھا جہاں زیادہ سیاہ فام نہیں رہتے۔ وہ کہتی ہیں: ''میرے لیے مسلم برادری میں بڑی کشش تھی کیونکہ ہم مسلمانوں کے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے یا آپ کا رنگ رُوپ کیسا ہے۔'' 44 سال کی یہ خاتون اب فرح ناز ایلس کہلاتی ہیں۔

بیشتر لاطینو نومسلموں کی طرح بیرونِ خانہ فرح ناز ایلس کا لاطینو تشخص اکثر چھپا رہتا ہے۔ انھیں وہ دن یاد ہے جب انھوں نے ریسٹن کی ایک دکان میں اپنے پیچھے دو عورتوں کو باتیں کرتے سنا جو ان کے اسلامی لباس کو دیکھ کر متعجب تھیں اور ان میں سے ایک ہسپانوی زبان میں بلند آواز سے کہہ رہی تھی: ''میرے خدا! اسے دیکھو۔ یہ پاگل ہے۔ اس قدر گرمی میں ایسا لباس!''

بلند قامت اور دبلی پتلی ایلس چل کر اُن کے پاس گئیں اور ہسپانوی زبان میں ان کی خبر لی تو دونوں عورتیں گھبراہٹ میں فوراً دکان سے باہر نکل گئیں۔

(ڈیلی ''ڈان'' لاہور 9 جون 2006)

سوالوں کا جواب اسلامی حجاب میں!

''ہم نے اپنے سکول کے بچوں کے لیے ہسپانوی ترجمے والے بارہ ہزار قرآن پاک کا آرڈر دیا لیکن ابھی تک ہمیں صرف پانچ ہزار پانچ سو نسخے دستیاب ہو سکے ہیں......'' یہ الفاظ اُس شخص کے ہیں جو گیارہ ستمبر کے حملوں سے پہلے میامی کے شہر میں ایک کٹر کیتھولک عیسائی تھا۔ سفیان ابوالعزیز لاطینی امریکہ سے ہجرت کر کے امریکہ آیا تھا۔ یہ وہی لاطینی امریکہ ہے جس پر 1492ء سے لے کر انیسویں صدی تک اسپین اور پرتگال کے مطلق العنان اور کٹر کیتھولک عیسائیوں کی حکمرانی رہی ہے۔ یہ پورا براعظم پوپ کا استقبال آج بھی انتہائی کروفر کے ساتھ کرتا ہے۔

امریکہ (United States of America) برطانیہ سے آزاد ہوا، پھر ترقی یافتہ ہوا تو جنوبی خطے سے لاطینی امریکی مفلوک الحال لوگ قسمت آزمائی کے لیے جوق در جوق وہاں جانے لگے۔ امریکہ کی جنوبی ریاستیں کیلی فورنیا، ٹیکساس، اریزونا، اور فلوریڈا وغیرہ بھی میکسیکو اور اسپین سے ہتھیائے ہوئے علاقے ہیں اور یوں وہ بھی لاطینی امریکہ ہی کا حصہ ہیں۔ ان ریاستوں میں زندگی کے ہر کاروبار میں محنت کا پسینہ بہانے والے یہی لوگ تھے۔ کھیتوں کھلیانوں سے لے کر ہوٹلوں اور شہری صفائی کے کاموں میں یہ لوگ جابجا نظر آتے ہیں۔

امریکی معاشرے کی ایک اور وبا ہے کہ جو لوگ ان کے زیرنگیں یا محتاج ہو جائیں، یہ ان کی عورتوں کو جسم فروشی کے بازار میں ضرور لا کھڑا کرتا ہے۔ یہی کچھ ان لاطینی امریکی عورتوں

کے ساتھ بھی ہوا۔ کہیں مساج پارلر کے نام پر تو کہیں مشایعت (Escort Service) کے نام پر...... یہ لوگ اپنے ہسپانوی آقاؤں کے دیے ہوئے کیتھولک مذہب پر شدت سے قائم ہیں۔ آپ کو اگر گلے میں لٹکی ہوئی صلیبیں کہیں زیادہ نظر آئیں تو وہاں یہی لاطینی امریکہ کے افراد موجود ہوں گے۔ لیکن گیارہ ستمبر کے بعد اچانک غربت وافلاس میں پستے اور امریکی معاشرے میں اپنے حقوق کی جنگ کے لیے تنظیمیں بناتے لاطینی امریکی تارکین وطن کو کیا ہو گیا کہ آج امریکہ کا ہر اخبار چیخ رہا ہے کہ لاطینی امریکی لوگ جوق در جوق اسلام قبول کر رہے ہیں۔

واشنگٹن پوسٹ میں سورین ریفاون اور نیشنل براڈ کاسٹنگ کارپوریشن (NBC) میں کیمرون سین جیسے سکہ بند لکھنے والے صرف ایک ہی بات لکھ رہے ہیں کہ لاطینی امریکی لوگوں کے اندر ایک عجیب وغریب انقلابی تبدیلی آ رہی ہے۔ اس انقلابی تبدیلی کی ایک جھلک دیکھیے جو اچانک ایک لہر کی صورت میں ان لوگوں میں رُونما ہوئی ہے۔

19 سالہ سٹیفنی پراودا نے چند دن پہلے حجاب اور جلباب پہننا شروع کیا۔ اس کی دوستوں نے نیویارک کی گرمی میں منی سکرٹ ترک کرنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ ''میں یہ سب اپنے اللہ کے لیے کر رہی ہوں جو اس کا بہتر اجر دینے والا ہے۔ اب مجھے نیویارک کے گندے اور غلیظ لڑکے نہیں چھیڑتے جو پہلے لاطینی امریکہ کی لڑکیوں کو Hey Mami, come over here. (ہائے میمی! ادھر آؤ) کہہ کر پیچھے پڑ جاتے تھے۔''

فلوریڈا انٹرنیشنل یونیورسٹی میں پڑھنے والی ماٹو نے کہا: ''جب میں نے اسلام قبول کیا تو ایسے لگا جیسے اس پوری دنیا میں، میں واحد لاطینی امریکی مسلمان لڑکی ہوں۔ لیکن مجھے حیرت ہوئی جب میرے ارد گرد ایک ہجوم ایسی خواتین کا جمع ہو گیا جو اسلام کے حلقے میں شامل ہو چکی ہیں۔''

واشنگٹن کی جیکی ایویلر 31 سال کی ہے لیکن اب اس نے اپنی ساتھ والی میز پر ایک ایسی

گھڑی رکھی ہوئی ہے جس سے اذان کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اگرچہ اس کمرے کے ایک طرف کونے میں مقدس مریم کا مجسمہ بھی ہے جسے وہ اس لیے نہیں ہٹاتی کہ اس کے باپ نے اسے وہاں رکھا ہے اور اس کا مذہب باپ کی دل آزاری پسند نہیں کرتا۔ اور ٹیکساس کی یونیورسٹی میں پڑھنے والی 32 سالہ مارٹینز نے جب شرق اوسط کی تاریخ پڑھنی شروع کی تو اس کی حیرت اسے ان وادیوں میں لے گئی جہاں تکبیر کے نغمے گونجتے تھے اور پھر گیارہ ستمبر کے واقعے نے اس کی دنیا بدلنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس کے خاندان نے کہا: اسلام چھوڑ دو یا گھر۔ اس نے گھر چھوڑ دیا۔

یہ سب لوگ ان چالیس ہزار سے زائد لاطینی امریکی لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے گزشتہ دو برسوں میں امریکہ میں اسلام قبول کیا ہے۔ ان میں عورتوں کی ایک کثیر تعداد ہے بلکہ وہ مردوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ لوگ ایک الگ داستان بیان کرتے ہیں۔ سوالوں کا ایک پلندا ہمارے سامنے رکھتے ہیں جس کا جواب انھیں نہ امریکی کلچر میں ملا اور نہ اپنے ماں باپ کی طرف سے۔ ان نوجوانوں کے سوال عجیب ہیں۔ ہمارا خاندانی نظام کس نے تباہ کیا؟ ہمارے ہاں سے شرافت اور پاکیزگی کا جنازہ کس نے نکالا؟ ہم میں جرم و گناہ کی آبیاری کس نے کی؟ ہمیں مردوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا کر، بغیر شادی کے بچے پیدا کرنے، بار بار ساتھی بدلنے اور آخر میں کلبوں میں رقص کر کے زندگی بسر کرنے پر کس نے مجبور کیا؟ یہ لوگ خصوصاً عورتیں کہتی ہیں کہ جب ہم اپنے پادریوں، ماں باپ اور بڑوں سے کہتیں کہ یہ سب تو اس تہذیب نے کیا ہے جس کے تم گن گاتے ہو تو ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوتا۔ پادری کہتا: یہ تو حکومت کا مسئلہ ہے۔ ماں باپ کہتے: معاشرتی ترقی میں یہ سب ہوتا ہے۔ لیکن دوسری جانب ہمیں ان سوالوں کا جواب اس کریہہ اور بدبودار سوسائٹی میں صرف حجاب پہننے سے مل گیا۔ ایسے لگا جیسے ہم کسی کی پناہ میں آ گئی ہوں۔

ان مسلمان ہونے والوں کو قبول اسلام سے باز رکھنے کا ایک حربہ وہی تھا جو مغربی معاشرے میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جب یہ لوگ مسلمان ہو رہے تھے تو ان کو ایک ہی طعنہ دیا جاتا کہ تم اسلام قبول کر کے ہسپانوی لاطینی امریکی کلچر سے بغاوت کر رہے ہو لیکن وہ جواب دیتے: ایک دن یہی اسلام ہسپانوی لاطینی امریکی کلچر ہوگا۔ ہمارے اسلامی ملکوں میں جدید مغربی کلچر کی ان بھول بھلیوں میں رقص کرتے ہوئے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ ایک دن ان کی اولادوں کو بھی وہی سوال کرنے پڑیں گے جو لاطینی امریکی بچے کر رہے ہیں۔ ایسے میں اپنی نسل کو لٹتا، اجڑتا اور تباہ ہوتا دیکھتے ہوئے والدین کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔

(''حرف راز'' از اوریا مقبول جان۔ نوائے وقت 19 جمادی الاولیٰ 1427ھ/16 جون 2006ء)

باب 9

اسلام کا تعارف

بنیادی اسلامی عقائد

دین اسلام اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین کو پوری طرح تسلیم کرنے اور ان کے آگے جھک جانے کا نام ہے جو اس نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر وحی کی صورت میں نازل کیے۔ اسلام کے بنیادی عقائد درج ذیل ہیں:

❶ اللہ پر ایمان

مسلمان ایک، بے مثال اور بے ہمتا معبود حقیقی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں جس کا کوئی بیٹا ہے نہ کوئی شریک، اور اس ایک ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی سچا معبود ہے اور اس کے سوا ہر معبود جھوٹا اور باطل ہے۔ اللہ کے نام سب سے زیادہ شان والے ہیں اور اس کی صفات ارفع اور کامل ہیں۔ کوئی اس کی الوہیت میں شریک ہے نہ اس کی صفات میں ساجھی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾

”(اے نبی)! کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے (کسی کو) نہیں جنا اور نہ وہ (خود) جنا گیا۔ اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔“ [1]

---

[1] الإخلاص 112:1-4

اللہ کے سوا کوئی یہ حق نہیں رکھتا کہ اس سے التجا کی جائے، دعا مانگی جائے، اس کی عبادت کی جائے یا کسی عمل سے اس کی عبادت کا اظہار کیا جائے۔

صرف اللہ ہی قادر مطلق، خالق کل، مقتدر اعلیٰ اور کائنات کی ہر شے کا رازق ہے۔ تمام اُمور اس کے دست قدرت میں ہیں۔ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کا محتاج نہیں اور تمام مخلوق اپنی حاجات کے لیے اس کی دست نگر ہے۔ وہ سمیع وبصیر اور علیم وخبیر ہے۔ اس کا علم تمام کھلی اور چھپی اشیاء اور ظاہر و باطن پر محیط ہے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ پیش آیا، جو کچھ پیش آئے گا اور جیسے پیش آئے گا۔ پوری کائنات میں اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ جو اس کی مرضی ہو، وہی ہوتا ہے اور جو اس کی مرضی نہ ہو، وہ نہیں ہوتا اور کبھی نہیں ہوگا۔ اس کی رضا تمام مخلوق کی رضا سے بالا ہے۔ اس کا اقتدار تمام اشیا پر حاوی ہے اور وہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ وہ رحمٰن و رحیم اور بے حد کریم ہے۔ نبی ﷺ نے ایک قیدی عورت کو اپنے بچے کے متعلق پریشان پایا اور جب وہ مل گیا تو اس عورت کا بچے کو اپنے سینے سے چمٹانا دیکھ کر آپ نے فرمایا:

«لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هٰذِهِ بِوَلَدِهَا»

”اللہ یقیناً اس سے کہیں زیادہ رحیم اور محبت والا ہے جتنی کہ اس عورت کو اپنے بیٹے سے محبت ہے۔“ [1]

اللہ تعالیٰ ظلم وتعدی سے پاک ہے۔ وہ اپنے افعال واحکام میں بڑی حکمت والا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ سے کچھ مانگنا چاہے تو وہ کسی اور سے سفارش کروائے بغیر براہ راست اللہ سے مانگ سکتا ہے۔

اس سلسلے میں عیسائیوں کا عقیدۂ الوہیت مسیح درست نہیں۔ خدا عیسیٰ نہیں اور نہ عیسیٰ خدا ہیں۔ [2]

---

[1] صحيح البخاري، الأدب، باب رحمة الولد......، حديث :5999

[2] ایسوسی ایٹڈ پریس لندن کی ایک رپورٹ (25 جون 1984ء) میں کہا گیا ہے کہ انگلستانی اساقفہ ◄◄

عیسیٰ علیہ السلام نے خود اس کی تردید کی تھی۔ انجیل متی میں لکھا ہے:

''یسوع نے اس (ابلیس) سے کہا: اے شیطان! دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔''[1]

حیرت ہے کہ اس ارشادِ مسیح کی نفی کرتے ہوئے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا گردانتے ہیں اور کیتھولک مسیحی تو باقاعدہ ان کے مجسمے کی پوجا کرتے ہیں۔ نومسلم یحییٰ ڈونلڈ ڈبلیو فلڈ اپنی کتاب The Best Way To Live And Die (جینے اور مرنے کا بہترین طریقہ) میں لکھتے ہیں:

''عیسائیوں کا یہ تصورِ خدا بہت غیر منطقی ہے کہ خدا انسان بن جاتا ہے جسے خود اس نے پیدا کیا، اور پھر وہ اپنے آپ کو مصائب میں مبتلا ہونے اور اپنی ہی مخلوق کے ہاتھوں قربانی کی موت مرنے کی اجازت دیتا ہے تاکہ بنی نوع انسان کو آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے گناہوں سے پاک کرے۔ کلیسا کے مطابق اس عقیدے پر یقین نجات کا وسیلہ بن گیا، تاہم اگر یہ عقیدہ ابدی زندگی کی پیشگی شرط ہے تو پھر تمام نبیوں نے اس کی تبلیغ کیوں نہ کی؟ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کا روپ کیوں نہ دھارا تاکہ تمام بنی نوع انسان کو جنت میں ابدی زندگی کے حصول کا مساوی موقع ملتا۔ اسی طرح ان لوگوں کا کیا بنے گا جنھوں نے کبھی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نہیں سنا؟''

» (Anglican Bishops) کی اکثریت نے ایک ٹی وی پروگرام کے سروے میں کہا: ''مسیحی یہ عقیدہ رکھنے کے پابند نہیں کہ یسوع عیسیٰ خدا تھے۔'' رپورٹ کے مطابق 31 میں سے 19 بشپوں نے کہا کہ یسوع کو ''خدا کا نائب اعلیٰ'' (God's Supreme Agent) کہنا ہی کافی ہے۔ یہ سروے لندن ویک اینڈ ٹیلی ویژن کے ہفتہ وار مذہبی پروگرام ''کریڈو'' کے سلسلے میں کیا گیا۔

[1] متی، باب 4، فقرہ: 10۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں الوہیت مسیح کے عقیدے کا رد یوں فرمایا:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○﴾

(یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا: ''بے شک اللہ تو وہی مسیح ابن مریم ہے۔'' اور مسیح نے کہا: ''اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمھارا رب ہے۔ بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، یقیناً اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''[1]

اللہ تعالیٰ تثلیث سے مبرا ہے۔ اس نے قرآن میں فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ﴾

''یقیناً وہ لوگ کافر ہوئے جنھوں نے کہا: ''بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے۔'' اور کوئی معبود نہیں سوائے ایک معبود کے۔ اور وہ جو کچھ کہتے ہیں اگر اس سے باز نہ آئے تو ان میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، انھیں ضرور دردناک عذاب ملے گا۔ پھر کیا وہ اللہ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے بخشش نہیں مانگتے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔ مسیح ابن مریم ایک رسول ہونے کے سوا کچھ نہیں۔''[2]

[1] المائدۃ 72:5 [2] المائدۃ 73:5-75

اسلام بائبل کے اس بیان کی تردید کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے بعد ساتویں دن آرام کیا (کتاب مقدس، پیدائش، باب 2 فقرہ 2) اور بائبل کا یہ بیان بھی مضحکہ خیز اور اللہ کی الوہیت کی توہین ہے کہ اس نے اپنے نبی یعقوب علیہ السلام سے کشتی لڑی (کتاب مقدس، پیدائش، باب 32 فقرات 24 تا 28)۔ اسلام اللہ کے انسانی شکل اختیار کرنے کی بھی نفی کرتا ہے۔ یہ تمام باتیں اللہ کے لیے باعث اہانت ہیں۔ اللہ عزت اور جلال والا ہے۔ اس کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ اسے کبھی تھکن لاحق نہیں ہوتی۔ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

عربی لفظ ''اللہ'' کے معنی ہیں: ''معبود''۔ وہ ذات واحد معبود حقیقی ہے جس نے پوری کائنات پیدا کی۔ لفظ ''اللہ'' معبود حقیقی کا وہ نام ہے جو عرب مسلمان اور عرب مسیحی دونوں استعمال کرتے ہیں۔ یہ لفظ واحد معبود حقیقی کے سوا کسی اور کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ لفظ ''اللہ'' قرآن مجید میں 2150 مرتبہ آیا ہے۔ آرامی زبان جو عربی سے قریبی رشتہ رکھتی ہے اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے تھے،[1] اس میں بھی معبود حقیقی کو ''اللہ'' ہی کہا گیا ہے۔

❷ فرشتوں پر ایمان

مسلمان فرشتوں کے وجود پر یقین رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ایک معزز مخلوق ہیں۔ فرشتے صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اسی کی اطاعت کرتے ہیں اور صرف اُسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ فرشتوں میں جبریل علیہ السلام بہت برگزیدہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبیوں کے پاس وحی لے کر آتے رہے اور انھی کے ذریعے سے حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا گیا۔

❸ الہامی کتابوں پر ایمان

مسلمان اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبیوں پر کتابیں نازل کیں جو بنی نوع انسان

---

[1] NIV Compact Dictionary of Bible, Douglas, P.45

کے لیے رہنمائی کا ذریعہ تھیں۔ قرآن الہامی کتابوں میں سے آخری کتاب ہے جو اللہ نے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو کسی تبدیلی یا تحریف سے پاک اور محفوظ رکھنے کی ضمانت دی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○﴾

"بے شک ہم نے ہی یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"[1]

4 نبیوں اور رسولوں پر ایمان

مسلمان اللہ کے نبیوں اور رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ انبیاء کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا۔ ان کے بعد نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مشہور نبی گزرے۔ ان پر آسمانی کتابیں یا صحیفے نازل ہوئے۔ لیکن اسلام اللہ کا آخری پیغام ہے جو وحی کی شکل میں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا اور یہ دراصل اس کے ابدی پیغام کی توثیق ہے۔ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے مبعوث اور خاتم النّبیین یعنی آخری نبی ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط﴾

"محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"[2]

مسلمان اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ تمام نبی اور رسول مخلوق اور انسان تھے اور ان میں کوئی اُلوہی صفات نہ تھیں۔

---

1. الحجر 9:15 2. الأحزاب 40:33

⑤ قیامت پر ایمان

مسلمان قیامت (مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے) کے دن پر ایمان رکھتے ہیں جب تمام انسان ازسرنو زندہ کیے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے عقائد واعمال کے مطابق اپنا فیصلہ صادر کرے گا۔

⑥ تقدیر پر ایمان

مسلمان تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں جو اللہ کی طرف سے مقدم یعنی پیشگی طے شدہ ہے لیکن تقدیر پر ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کی کوئی آزاد مرضی نہیں۔ اس کے بجائے مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آزاد مرضی سے نوازا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صحیح اور غلط میں سے انتخاب کر سکتے ہیں اور یہ کہ وہ اپنے انتخاب کے ذمہ دار اور جوابدہ ہیں۔ جن امور میں انسان مجبور ہے ان پر کوئی مسئولیت نہیں جیسے انسان کا قد وقامت، رنگ روپ اور اس کی جائے ولادت اس کے اختیار میں نہیں، البتہ جو امور اس کے اختیار میں ہیں ان کے لیے وہ جوابدہ ہوگا۔ نیکی اور بدی کے راستے کھلے ہیں۔ ان میں سے جو راستہ وہ اختیار کرے گا، اس کے مطابق اسے جزا یا سزا ملے گی۔

تقدیر مقدم میں چار چیزوں پر ایمان شامل ہے:

1. اللہ تعالیٰ کو ہر بات کا علم ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ پیش آ چکا ہے اور جو کچھ پیش آئے گا۔
2. اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ لکھ رکھا ہے جو پیش آیا ہے یا پیش آئے گا۔
3. اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا، وہ نہیں ہوتا۔
4. اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔

عقیدۂ آخرت اور جہنم سے بچنے کی شرط

عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ موجودہ زندگی اگلے جہان کی تیاری کے لیے ایک آزمائش ہے۔ یہ زندگی حیات بعدالموت کے لیے ہر شخص کا امتحان ہے۔ ایک دن آئے گا جب پوری کائنات تباہ ہو جائے گی اور مردے زندہ کیے جائیں گے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہوگا۔ یہ دن ایک ایسی زندگی کا آغاز ہوگا جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ یہی یومِ جزا ہے۔ اس روز تمام لوگوں کو ان کے عقائد و اعمال کے مطابق اللہ کی طرف سے بدلہ ملے گا۔ جو لوگ کلمۂ طیبہ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پر ایمان رکھتے ہوئے فوت ہو جائیں، اور وہ باعمل مسلمان ہوں، انھیں اس روز انعام دیا جائے گا اور انھیں ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل کیا جائے گا جیسے کہ اللہ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾

''اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں، وہ جنت والے ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔''[1]

لیکن جو لوگ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' پر ایمان نہ رکھتے ہوئے فوت ہو جائیں اور وہ مسلمان نہ ہوں، وہ جنت سے ہمیشہ محروم رہیں گے اور انھیں دوزخ میں ڈالا جائے گا جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝﴾

''اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے، وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا

---

[1] البقرة 82:2

جائے گا، اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔''[1]

اور اللہ نے مزید فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ؀﴾

''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور حالت کفر میں مرے، ان میں سے کوئی شخص زمین بھر سونا بھی فدیے میں دینا چاہے تو وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ انھی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''[2]

قبولِ اسلام جہنم سے بچنے کی شرط ہے

ایک غیر مسلم جو اسلام کی طرف راغب ہو، کہہ سکتا ہے: میں سمجھتا ہوں کہ اسلام ایک اچھا دین ہے لیکن اگر میں حلقہ بگوش اسلام ہوگیا تو میرا خاندان، میرے دوست اور دوسرے لوگ مجھے ایذا پہنچائیں گے اور میرا مذاق اڑائیں گے۔ پھر اگر میں اسلام قبول نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہوسکتا ہوں اور دوزخ کی آگ سے بچ سکتا ہوں؟ اس کا جواب اللہ نے اوپر مذکورہ آیت میں یوں دیا ہے:

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَھُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ؀﴾

''اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے، وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔''[3]

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے مبعوث کیا اور اتمامِ حجت ہوگیا تو اس کے بعد باری تعالیٰ کو اسلام کے سوا کسی اور دین سے وابستگی

---

[1] آل عمران 85:3 [2] آل عمران 91:3 [3] آل عمران 85:3

ہر گز قبول نہیں۔ اللہ ہی ہمارا خالق اور رازق ہے۔ زمین میں جو کچھ ہے، اسی نے ہمارے لیے پیدا کیا۔ ہمیں جو بھی نعمتیں اور اچھی اچھی چیزیں میسر ہیں، سب اسی کی دین ہیں، لہٰذا جب کوئی ان تمام نعمتوں سے استفادے کے بعد اللہ، اس کے آخری رسول محمد ﷺ اور دین اسلام پر ایمان نہ لائے تو یہ عین انصاف ہے کہ اسے آخرت میں سزا دی جائے۔ دراصل ہماری تخلیق کا بڑا مقصد بھی صرف اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت ہے جیسے کہ اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝﴾

''اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔''[1]

یہ زندگی جو ہم بسر کر رہے ہیں، بہت مختصر ہے۔ کفار روز قیامت خیال کریں گے کہ انھوں نے دنیا میں جو زندگی گزاری، وہ صرف ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ تھی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾

''اللہ فرمائے گا: زمین میں تم کتنے سال رہے؟ وہ کہیں گے: ہم ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ رہے۔''[2]

مزید فرمایا گیا ہے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۝ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ ۝﴾

''کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمھیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف

[1] الذاریات 56:51 [2] المؤمنون 23:112-113

لوٹ کر نہیں آ ؤ گے؟ پھر اللہ تو اعلیٰ ہے، بادشاہ سچا، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ عرشِ کریم کا رب ہے۔''[1]

آخرت کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔ یہ نہ صرف رُوحانی ہے بلکہ جسمانی بھی ہے۔ ہم وہاں روح اور جسم کے ساتھ رہیں گے۔ نبی ﷺ نے اس دنیا کا آخرت سے موازنہ کرتے ہوئے فرمایا:

«وَاللهِ! مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ هٰذِهِ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ؟»

''اللہ کی قسم! آخرت کے مقابلے میں اس دنیا کی قدر و قیمت اتنی ہی ہے جتنا کہ تم میں سے کسی کی انگلی سے لگنے والا پانی جب وہ اسے سمندر میں ڈبو کر نکالے، پھر وہ دیکھے کتنا پانی ساتھ آتا ہے؟''[2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے مقابلے میں یہ دنیا ایسے ہی ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں پانی کے چند قطرے۔

---

[1] المؤمنون 23:115-116 [2] صحیح مسلم، الجنة و صفة نعیمها و أهلها، باب فناء الدنیا.......، حدیث:2858

اسلام کے پانچ ارکان

اسلام کے پانچ ارکان ایک مسلمان کی زندگی کا سانچا ترتیب دیتے ہیں۔ یہ ایمان یعنی اللہ کی وحدانیت اور نبی ﷺ کی رسالت کی شہادت، پنجگانہ نماز، زکاۃ، ماہ رمضان کے روزوں اور زندگی میں ایک بار بشرطِ استطاعت مکہ کے حج سے عبارت ہیں۔

ایمان کی شہادت

ایمان کی شہادت یہ ہے کہ آدمی یقین قلب اور اخلاص کے ساتھ زبان سے کلمۂ شہادت ادا کرے: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔" کلمۂ طیبہ (لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ) یا کلمۂ شہادت کے پہلے حصے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ اللہ کا کوئی شریک ہے نہ کوئی بیٹا۔ ایمان کی یہ گواہی شہادہ یا شہادت کہلاتی ہے اور اسلام قبول کرنے کے لیے یقین و ایمان کے ساتھ یہ گواہی دی جانی چاہیے۔ ایمان کی یہ شہادت اسلام کا اہم رکن ہے۔

نماز پنجگانہ

مسلمان دن میں پانچ بار نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر نماز کی ادائیگی میں چند منٹ سے زیادہ وقت

صرف نہیں ہوتا۔ اسلام میں نماز بندے اور اللہ کے مابین ایک براہ راست رابطہ ہے کیونکہ بندے کو اللہ سے رابطے کے لیے کسی واسطے کی ضرورت نہیں۔

نماز میں انسان دلی مسرت، سکون اور اطمینان محسوس کرتا ہے اور یہ کہ اللہ اس سے خوش ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«يَا بِلَالُ! أَقِمِ الصَّلَاةَ أَرِحْنَا بِهَا»

''اے بلال! نماز کی اقامت کہو اور اس سے ہمیں راحت پہنچاؤ۔''[1]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک آزاد کردہ غلام اور نبی ﷺ کے ایک بہت پیارے صحابی تھے۔ نماز کے لیے اذان اور اقامت کہنے کے فرائض انھی کے سپرد تھے۔

پانچ فرض نمازیں فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ہیں اور یہ بالترتیب طلوع فجر کے بعد، بعد زوال، سہ پہر کو، غروب آفتاب کے بعد اور رات کے وقت ادا کی جاتی ہیں۔ ایک مسلمان فرض نماز کہیں بھی ادا کرسکتا ہے، مثلاً کھیت، دفتر، کارخانے یا یونیورسٹی میں۔ لیکن مسجد قریب ہو تو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ضروری ہے۔

اسلام میں نماز کے موضوع پر مزید معلومات کے لیے وزٹ کیجیے:

www.islam-guide.com/prayer

یا ''نماز نبوی'' شائع کردہ دارالسلام (ریاض، ہیوسٹن، لاہور) کا مطالعہ کیجیے۔ فون لاہور 7240024-7232400

زکاۃ کی ادائیگی

تمام چیزیں اللہ کی ملکیت ہیں، اس لیے دولت انسانوں کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ لفظ

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في صلاة العتمة، حديث: 4985

''زکاۃ'' کے لغوی معنی ''پاکیزگی'' اور ''افزائش'' کے ہیں۔ زکاۃ دینے کا مطلب ہے: بعض اموال پر ایک مخصوص حصہ حاجت مندوں کو ادا کرنا۔ قمری سال بھر ملکیت میں رہنے والے سونے، چاندی اور نقد رقم پر اڑھائی فیصد زکاۃ کی مقدار تقریباً 85 گرام سونا ہے۔ ضرورت مندوں کے لیے مال کا تھوڑا سا حصہ الگ کر دینے سے ہمارا مال پاک ہو جاتا ہے، اور پودوں کی کانٹ چھانٹ کی طرح زکاۃ کی کٹوتی سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔

زکاۃ کے علاوہ انسان رضا کارانہ طور پر جس قدر صدقہ یا خیرات کرنا چاہے، خوشی سے کرسکتا ہے۔

رمضان کے روزوں کی برکتیں

اسلامی تقویم کا نواں مہینہ رمضان المبارک ہے۔ مسلمان ہر سال ماہ رمضان میں طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک روزہ رکھتے ہیں اور اس دوران میں کھانے پینے یا بیویوں سے ہم بستری کرنے سے رک جاتے ہیں۔ اگرچہ روزہ صحت کے لیے بھی مفید ہے مگر بنیادی طور پر اللہ نے اسے روحانی صفائی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ دنیاوی آرام چھوڑ کر روزہ دار ان لوگوں کے لیے ہمدردی محسوس کرتا ہے جو بھوکے ہوں، اور اپنی روحانی افزائش کا اہتمام بھی کرلیتا ہے۔

بیت اللہ کا حج

مکہ مکرمہ کا سالانہ حج اس شخص پر زندگی میں ایک بار فرض ہے جو جسمانی اور مالی طور پر اس کی ادائیگی کی استطاعت رکھتا ہو۔ ہر سال دنیا

بھر سے بیس پچیس لاکھ انسان فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے مکہ پہنچتے ہیں۔ اگرچہ مکہ میں ہمیشہ زائرین کی آمدورفت رہتی ہے مگر حج اسلامی تقویم کے بارھویں مہینے ذی الحجہ میں ادا کیا جاتا ہے۔ مرد حاجی سادہ سفید کپڑے کا احرام پہنتے ہیں جس سے رنگ، نسل اور مرتبے کے امتیازات مٹ جاتے ہیں حتیٰ کہ اللہ کے حضور میں سب مساوی کھڑے ہوتے ہیں۔

مراسم حج میں کعبے کا سات بار ''طواف'' اور صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سات بار سَعْی شامل ہیں جیسا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش کے دوران میں سعی (بھاگ دوڑ) کرتی رہی تھیں۔ پھر 9 ذی الحجہ کو حجاج کرام عرفات میں، جو مکہ سے تقریباً 15 میل کے فاصلے پر ہے، اللہ کے سامنے مل کر کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ سے اپنی مرادیں مانگتے اور بخشش طلب کرتے ہیں جسے اکثر روز قیامت کا ایک پیشگی منظر سمجھا جاتا ہے۔

اسلام کا ایک عظیم معجزہ

حج اسلام کا پانچواں رکن اور دین ابراہیمی کا شعار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے ہاتھوں بیت اللہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم فرمایا تھا:

﴿وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ﴿27﴾ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ ﴿28﴾ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ ﴿29﴾﴾

''اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دے، وہ تیرے پاس ہر دور دراز راستے سے پیدل (چل کر) اور دبلے پتلے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں گے تاکہ وہ اپنے منافع کے لیے حاضر ہوں، اور معلوم ایام میں (ذبح کے وقت) ان چوپائے مویشیوں پر اللہ کا نام

پڑھیں، جو اللہ نے انھیں دیے ہیں۔ پھر تم (خود بھی) ان کا گوشت کھاؤ اور ہر بھوکے فقیر کو کھلاؤ۔ پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دُور کریں، اور چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں، اور چاہیے کہ قدیم گھر (بیت اللہ) کا طواف کریں۔''[1]

اس فرمان الٰہی کے مطابق حج کعبہ تقریباً چار ہزار سال سے ادا کیا جا رہا ہے۔ نبی ﷺ نے اسے عہد جاہلیت کی مشرکانہ رسوم سے پاک صاف کر کے اللہ تعالیٰ کے فرمودات کے عین مطابق ادا کیا اور اس کے بعد آپ ﷺ کی اُمت اسی مسنون طریقے سے حج ادا کرتی چلی آ رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حج اسلام اور قرآن پاک کا ایک عظیم معجزہ ہے۔ یہ جو فرمایا گیا کہ لوگ دور دراز علاقوں سے پیدل چل کر اور سوار ہو کر آئیں گے، اس کا عملی نمونہ آج مکمل اور حیرت انگیز شکل میں سامنے آ رہا ہے جب لاکھوں اہل اسلام دُنیا کے گوشے گوشے سے پیدل اور موٹر کاروں، بسوں اور ہوائی جہازوں پر کشاں کشاں ارض مقدس پہنچتے ہیں اور فریضۂ حج کی ادائیگی سے روحانی بالیدگی اور ایمانی پختگی حاصل کرتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا انقلاب اور کتنا بڑا معجزہ ہے جس کا آغاز ہزاروں سال پہلے ریگزارِ بطحا میں چند نفوس نے مل کر کیا تھا۔

ذرا تصور کریں کہ اللہ کے ایک برگزیدہ بندے نے وادئ غیر ذی زرع میں حکم الٰہی کے مطابق اپنی بیوی اور بیٹے پر مشتمل کنبہ بسا دیا، پھر باپ بیٹے نے مل کر اللہ کا گھر تعمیر کیا اور اذن الٰہی پا کر کعبہ شریف کا حج ادا کیا جو ان کی سنت کی شکل میں آج اسلام کا رکنِ رکین ہے۔ ہر سال لاکھوں مسلمان اکنافِ عالم سے فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ پہنچتے ہیں اور مزید لاکھوں اہل ایمان پورا سال عمرہ ادا کرنے کے لیے اس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ مناسکِ حج ادا کرنے والوں کی تعداد بڑھتے بڑھتے تیس چالیس لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ عبادت گزاروں کا جمِ غفیر طوافِ کعبہ، قیامِ منیٰ و مزدلفہ اور وقوفِ عرفات کے مناسک ادا کرتا ہے اور

[1] الحج 22:27-29

تلبیہ کا روح پرور زمزمہ اس دشت وجبل میں شب و روز اس طرح گونجتا ہے کہ آسمان کے فرشتے بھی ان کے ہم آواز ہو کر اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا اعلان کرتے ہیں۔

وقوفِ عرفات حج مبرور کا سب سے بڑا رُکن ہے جس کے بغیر یہ فرض ادا نہیں ہوتا۔ نبی ﷺ نے جب فریضۂ حج کی ادائیگی کے اصول واحکام کی تعلیم دی، اس وقت تمام عرب کی آبادی فقط لاکھوں میں تھی اور ربعِ مسکون پر بسنے والے انسان بس چند کروڑ کی تعداد میں تھے۔ اس وقت کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مستقبل میں نصف کروڑ کے لگ بھگ اہل ایمان یہاں آن جمع ہوا کریں گے۔ اس کے باوجود نبی ﷺ نے مناسک حج کی ادائیگی کے لیے شہر مکہ اور اس کے بیس کلو میٹر باہر تک مناسک حج کی ادائیگی کے مقامات کی توثیق وتعیین فرمائی تو ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرمایا:

''اگر کوئی شخص میدانِ عرفات میں (بامرِ مجبوری) دیر سے پہنچا اور اس نے 9 اور 10 ذی الحجہ کی درمیانی رات فجر سے پہلے پہلے کسی وقت میدانِ عرفات میں تھوڑی دیر کے لیے بھی وقوف کر لیا تو اس کا حج ہو جائے گا۔''[1]

نبی ﷺ نے میدانِ عرفات میں وقوف کرنے کے لیے کوئی خاص جگہ بھی متعین نہیں کی۔ آپ ﷺ نے جبل رحمت کے قریب وقوف کیا اور فرمایا: ''میں نے یہاں وقوف کیا ہے جبکہ سارا عرفات جائے وقوف (ٹھہرنے کی جگہ) ہے۔''[2]

مستقبل کے امکانات کے پیش نظر اللہ کے نبی ﷺ کے فرمودات میں پنہاں دُور اندیشی اور آیندہ کے حالات و واقعات کی وسعت ظاہر و باہر ہے جس کی حکمت وتعبیر موجودہ دور میں، لاکھوں حجاج کے جمِ غفیر اور رش میں کھل کر سامنے آتی ہے اور اسے معجزات نبوی ہی میں شمار کیا جانا چاہیے۔

---

[1] سنن النسائی، کتاب مناسك الحج، حديث: 3019

[2] صحيح مسلم، كتاب الحج، حديث: 1218

حج کا اختتام 10 ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ پر ہوتا ہے۔اس روز حاجی قربانی کرتے ہیں جبکہ دنیا بھر کے مسلمان اپنی اپنی جگہ نماز عید الاضحیٰ کی ادائیگی کے بعد قربانی کی سنت ادا کرتے ہیں۔ اس سے پہلے شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر رمضان کے ختم ہونے کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ یوں عید الفطر اور عید الاضحیٰ اسلامی تقویم کے دو سالانہ تہوار ہیں۔

پانچ ارکانِ اسلام پر مزید معلومات کے لیے وزٹ کیجیے:

www.islam-guide.com/pillars

یا کتاب ''ارکانِ اسلام و ایمان'' شائع کردہ دارالسلام (ریاض، ہیوسٹن، لاہور) کا مطالعہ کیجیے۔

سنت: ہدایتِ الٰہی کا دوسرا سرچشمہ

کیا قرآن کے علاوہ بھی ہدایت الٰہی کا کوئی سرچشمہ ہے؟

ہاں! نبی ﷺ کے اقوال، افعال یا تقاریر (صحابہ رضی اللہ عنہم کے اعمال جن کا نبی ﷺ نے مشاہدہ کیا اور خاموش رہے) کا مجموعہ سنت کہلاتا ہے جو اسلامی تعلیمات کا دوسرا سرچشمہ ہے۔ سنت احادیث پر مشتمل ہے جو ان احکام و امور کی نبی ﷺ سے کامل صحت کے ساتھ بیان کی گئی روایات ہیں جو آپ ﷺ نے بیان فرمائے، ان پر عمل کیا یا انھیں پسند فرمایا۔ سنت پر ایمان ایک بنیادی اسلامی عقیدہ ہے۔

نبی ﷺ کے 10 فصیح و بلیغ اور جامع فرمودات

«مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ، تَدَاعٰى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى»

''مومنوں کی ایک دوسرے سے محبت، ایک دوسرے پر رحم اور ایک دوسرے سے شفقت کی مثال انسانی جسم کی سی ہے۔ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف ہو تو پورا جسم بے آرامی اور بخار میں مبتلا ہوتا ہے۔''[1]

«أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ»

''ایمان میں کامل ترین مومن وہ ہے جو ان میں اخلاق میں سب سے اچھا ہو، اور تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لیے بہترین ہو۔''[2]

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''[3]

---

[1] صحیح مسلم، البر والصلة، باب تراحم المؤمنين......، حديث: 2586

[2] جامع الترمذی، الرضاع، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجها، حديث: 1162

[3] صحیح البخاری، الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، حديث: 13

- «اَلرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ»

''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔تم زمین والوں پر رحم کرو،تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔''[1]

- «تَبَسُّمُكَ فِي وَجْهِ أَخِيكَ لَكَ صَدَقَةٌ»

''اپنے مسلمان بھائی کو دیکھ کر تیرا مسکرا دینا بھی تیری طرف سے صدقہ ہے۔''[2]

- «وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ»

''اور ہر اچھی بات صدقہ ہے۔''[3]

- «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلٰى جَارِهِ»

''جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے ہمسائے سے اچھا سلوک کرے۔''[4]

- «إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى أَجْسَادِكُمْ وَلَا إِلٰى صُوَرِكُمْ، وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلٰى قُلُوبِكُمْ»

''اللہ تمھارے جسموں اور تمھاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے۔''[5]

---

1. جامع الترمذی، البر والصلة، باب ماجاء فی رحمة الناس، حدیث:1924
2. جامع الترمذی، البر والصلة، باب ما جاء فی صنائع المعروف، حدیث:1956
3. صحیح مسلم، الزکاة، باب بیان أن اسم الصدقة......، حدیث : 1009
4. صحیح مسلم،الإیمان، باب الحث علی إکرام الجار......، حدیث:48
5. صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم......، حدیث:2564

❁ «أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ، قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ»

"مزدور کو اس کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو۔"[1]

❁ «بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، اِشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ، ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً، ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ حَتّٰى رَقِيَ، فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللهُ لَهُ، فَغَفَرَ لَهُ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! وَإِنَّ لَنَا فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؟ فَقَالَ: فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ»

"ایک شخص سفر کر رہا تھا، راستے میں اسے شدید پیاس لگی تو اس نے ایک کنواں پایا۔ وہ اس میں اترا اور پانی پیا۔ پھر جب وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کے مارے مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس شخص نے دل میں کہا: اس کتے کو ویسی ہی پیاس لگی ہے جیسی مجھے لگی تھی۔ تب وہ کنویں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا، پھر اس نے موزہ اپنے منہ میں تھاما حتیٰ کہ وہ کنویں سے نکل آیا، سو اس نے کتے کو پانی پلایا، پھر اللہ نے اس کی یہ نیکی قبول کی اور اسے بخش دیا۔ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا ان جانوروں کے بارے میں بھی ہمارے لیے اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر جاندار کے معاملے میں اجر ہے۔"[2]

---

[1] سنن ابن ماجه، الرهون، باب أجرالأجراء، حديث: 2443

[2] صحيح مسلم، السلام، باب فضل سقي البهائم...... حديث: 2244

انسان مسلمان کیسے بنتا ہے؟

انسان صرف ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ کہہ دینے سے اسلام کے دائرے میں آ جاتا ہے اور ایک مسلمان بن جاتا ہے۔ اس کلمۂ طیبہ کے معنی ہیں: ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“ کلمۂ طیبہ کے پہلے جز ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ اللہ کا کوئی شریک ہے نہ بیٹا۔

کلمۂ طیبہ کے دوسرے جز ”مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور ان کی نبوت تا قیامت تمام بنی نوع انسان کے لیے واجب الاطاعت ہے۔ مسلمان بننے کو انسان کے لیے یہ بھی ضروری ہے:

- وہ ایمان لائے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اس نے نبی ﷺ پر نازل کیا۔
- وہ ایمان لائے کہ یوم قیامت (دوبارہ جی اٹھنے کا دن) سچ ہے اور وہ ضرور آئے گا جیسے کہ قرآن میں وعدہ کیا گیا ہے۔
- وہ اسلام کو اپنے دین کے طور پر قبول کرے۔
- وہ اللہ کے سوا کسی شخص یا کسی چیز کی عبادت نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ انسان کی سچی توبہ قبول کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ حِيْنَ يَتُوبُ إِلَيْهِ، مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى

رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ، وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ، فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتٰى شَجَرَةً، فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا، قَدْ أَيِسَ مِنْ رَّاحِلَتِهِ، فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا، قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ، أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ»

''یقیناً اللہ اپنے بندے کی توبہ سے، جب وہ اس کے آگے توبہ کرے، اس شخص سے بڑھ کر خوش ہوتا ہے جو اپنی سواری پر کسی بیابان اجاڑ زمین سے گزر رہا ہو۔ وہاں سواری کا جانور اس سے چھوٹ کر بھاگ نکلے اور اس کا کھانا اور اس کا پانی بھی اسی پر لدا ہو۔ پھر وہ اس سے مایوس ہو جائے اور کسی درخت کے پاس پہنچے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے۔ وہ اپنی سواری سے مایوس ہو چکا ہو۔ جب وہ اس حالت میں ہو تو اچانک اس کا جانور اس کے پاس آ کھڑا ہو، پھر وہ اس کی لگام پکڑے اور خوشی کی شدت سے پکارے: اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں، جبکہ یہ خطا اس نے خوشی کی شدت سے کی ہو۔''[1]

یاد رہے اسلام قبول کر لینے اور توبہ کرنے پر انسان کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لہٰذا ہر غیر مسلم کو چاہیے کہ وہ پہلی فرصت میں توبہ کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو جائے۔

[1] صحیح مسلم، التوبة، باب في الحض على التوبة والفرح بها، حديث :2747

قرآنِ کریم کے بنیادی موضوعات

قرآن مجید اللہ کا آخری نازل شدہ کلام ہے جو ہر مسلمان کے ایمان وعمل کا سرچشمہ ہے۔ یہ انسانوں سے متعلق تمام موضوعات کا احاطہ کرتا ہے، مثلاً: عقل، نظریہ، عبادت، لین دین، قانون وغیرہ، لیکن اس کا بنیادی نظریہ اللہ اوراس کی مخلوق کے مابین تعلق ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ ایک عادلانہ معاشرے، اچھے انسانی کردار اور ایک منصفانہ اقتصادی نظام کے لیے رہنما خطوط اور تفصیلی تعلیمات فراہم کرتا ہے۔

یاد رکھیے قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر صرف عربی زبان میں نازل ہوا تھا، لہٰذا کوئی بھی قرآنی ترجمہ، خواہ انگریزی میں ہو یا کسی اور زبان میں، قرآن ہوتا ہے نہ قرآن کا بدل، بلکہ یہ محض قرآن کے مفہوم کا ترجمہ ہوتا ہے، چنانچہ قرآن کی قراءت یا تلاوت صرف عربی زبان میں کی جاتی ہے جس میں یہ نازل ہوا تھا، البتہ جو عربی دان نہیں، وہ قرآن کے مطالب ومفاہیم کو سمجھنے کے لیے تراجم وتفاسیر سے مدد لے سکتے ہیں، تاہم اُن پر لازم ہے کہ وہ اولیں فرصت میں قرآن کی زبان عربی سیکھنے کی کوشش کریں۔

حیاتِ محمد ﷺ پر ایک نظر

حضرت محمد ﷺ 570ء یا 571ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق قبیلہ قریش کی ایک معزز شاخ بنو ہاشم سے تھا۔ چونکہ آپ کے والد حضرت عبداللہ آپ کی پیدائش سے پہلے فوت ہوگئے تھے اور آپ کی والدہ حضرت آمنہ بھی اس وقت وفات پا گئیں جب آپ چھ سال کے تھے، لہٰذا آپ کی پرورش پہلے آپ کے دادا عبد المطلب اور پھر آپ کے چچا ابوطالب نے کی۔ آپ اُمّی تھے، پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے اور وفات تک یہی کیفیت تھی۔ آپ کی قوم، آپ کے اعلان نبوت سے پہلے، جاہل تھی اور ان میں سے اکثر ان پڑھ تھے۔ جب آپ بڑے ہوئے تو آپ کی شہرت ایک سچے، دیانتدار، قابل اعتماد، فیاض اور مخلص انسان کی تھی۔ آپ اس قدر سچے اور امانت دار تھے کہ لوگ آپ کو ''صادق'' اور ''امین'' کہہ کر پکارتے تھے۔ عرب کا معاشرہ بُت پرست تھا مگر حضرت محمد ﷺ شروع ہی سے اللہ سے لو لگائے ہوئے تھے اور آپ کو معاشرے کی اخلاقی گراوٹ اور بت پرستی سے نفرت تھی۔

منصب نبوت پر سرفرازی

حضرت محمد ﷺ چالیس برس کے تھے جب جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلی وحی لے کر آپ کے پاس آئے اور آپ کو نبوت تفویض ہوئی۔ جیسے ہی نبی ﷺ نے قرآن اور پیغام حق لوگوں کو سنانا شروع کیا، کفار آپ کے مخالف ہوگئے۔ وہ آپ کو اور آپ کے

پیروکاروں کو طرح طرح سے ستانے لگے۔ ایذا رسانی کا سلسلہ انتہا کو پہنچ گیا تو 622ء میں اللہ نے آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا جو مکہ سے تقریباً 270 میل شمال میں ہے۔ اس واقعے سے اسلامی تقویم (سن ہجری) کا آغاز ہوا۔

کفار مکہ اور دیگر مشرکین کئی بار مدینہ پر حملہ آور ہوئے مگر اللہ کی نصرت سے مسلمان ہر بار انھیں شکست دینے میں کامیاب رہے۔ 6ھ/628ء میں نبیٔ کریم ﷺ اور کفار مکہ کے مابین صلح حدیبیہ طے پائی۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے اردگرد کے حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھے تو حبشہ (ایتھوپیا) کے نجاشی اصحمہ بن ابجر، والیٔ بحرین منذر بن ساوی اور عمان کے حکمرانوں جیفر اور عبد نے اسلام قبول کر لیا۔ سن 8ھ/630ء میں نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم فاتح بن کر مکہ واپس آئے اور آپ نے اپنے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ نبی ﷺ پر نزولِ وحی کا سلسلہ 23 برس جاری رہا اور اس کی تکمیل قرآن مجید کی شکل میں ہوئی جو 114 سورتوں اور 30 اجزا (پاروں) پر مشتمل ہے۔

اسلام کا سچا عقیدہ اور اس کا فروغ

جب آپ ﷺ نے 11ھ/632ء میں 63 سال کی عمر میں رحلت فرمائی، اس وقت جزیرہ نمائے عرب کا بڑا حصہ حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد ایک صدی کے اندر اندر اسلام مغرب میں اسپین (اندلس) اور مشرق میں چین تک پھیل چکا تھا، نیز برصغیر میں وادیٔ سندھ میں اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اسلام کے تیزی سے اور پُر امن طور پر فروغ پانے میں اس کے عقیدے کی سچائی اور ستھرائی کا بڑا دخل ہے اور اسلام کے تلوار کے زور سے پھیلنے کا مغربی پروپیگنڈہ اس لیے غلط ہے کہ مشرقی یورپ اور ہندوستان جہاں مسلمانوں نے صدیوں حکمرانی کی، وہاں آج بھی اکثریت غیر مسلموں کی ہے، نیز انڈونیشیا اور ملائشیا وغیرہ پر کبھی اسلامی افواج حملہ آور نہ ہوئیں، اس کے باوجود یہ خطہ بھاری مسلم اکثریت کا حامل ہے۔ آج

اگرچہ مسلمان دنیا بھر میں مغلوب ہیں، پھر بھی اسلام اپنی سچی تعلیمات اور محکم دلائل کی بنا پر سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب ہے۔

لائق اتباع سیرتِ نبوی

نبی ﷺ دیانت، عدل، رحم و کرم، ہمدردی، سچائی اور بہادری کا کامل نمونہ تھے۔ آپ بشر تھے مگر تمام بشری علائق سے پاک تھے اور صرف رضائے الٰہی اور جزائے اُخروی کے لیے کوشاں رہے۔ مزید برآں آپ اپنے تمام اعمال و معاملات میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے تھے۔ آپ نے بھرپور عملی اور عائلی زندگی بسر کی جو مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

نبی ﷺ کی حیات مبارکہ کے بارے میں مزید جاننے کے لیے مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی تصنیف ''تجلیات نبوت'' مطبوعہ دارالسلام کا مطالعہ کیجیے۔ انگریزی خواں حضرات مولانا مبارکپوری کی تصنیف ''الرحیق المختوم'' کا انگریزی ترجمہ "The Sealed Nectar" ملاحظہ کر سکتے ہیں جسے دارالسلام نے شائع کیا ہے۔

اسلام دہشت گردی کے متعلق کیا کہتا ہے؟

اسلام رحم وکرم کا مذہب ہے۔ یہ دہشت گردی کی اجازت نہیں دیتا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ط اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○﴾

''اللہ تمھیں ان لوگوں کے بارے میں نہیں روکتا جو تم سے دین پر نہیں لڑے اور انھوں نے تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا، کہ تم ان سے بھلائی کرو اور ان سے انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''[1]

- نبی ﷺ اہل لشکر کو عورتوں اور بچوں کو ہلاک کرنے سے روکتے تھے۔ حدیث میں ہے:

«وُجِدَتِ امْرَأَۃٌ مَقْتُولَۃٌ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْمَغَازِي ، فَنَھٰی رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْیَانِ»

''ایک عورت کسی جنگ میں ہلاک شدہ پائی گئی، تب نبی ﷺ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔''[2]

- رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

---

[1] الممتحنۃ 8:60

[2] صحیح مسلم، الجھاد، باب تحریم قتل......، حدیث: 1744

«وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَمْثُلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا»

''اور تم دغا نہ دو اور لاشوں کا مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔''[1]

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا يُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا»

''جس نے (مسلمانوں سے) معاہدہ رکھنے والے شخص کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا، اور یقیناً اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک بھی پائی جاتی ہے۔''[2]

- اور نبی ﷺ نے آگ لگا کر سزا دینے سے منع فرمایا ہے:

«إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ»

''یہ جائز نہیں کہ آگ کے رب (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب دے۔''[3]

- ایک بار نبی ﷺ نے قتل کو کبیرہ گناہوں میں سے دوسرا بڑا گناہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ: وَشَهَادَةُ الزُّورِ»

''سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، انسانی جان کو قتل کرنا، والدین کی نافرمانی اور جھوٹی بات۔'' یا آپ نے فرمایا: ''جھوٹی گواہی۔''[4]

---

[1] صحیح مسلم الجهاد، باب تأمیر الإمام الأمراء ......، حدیث: 1731

[2] صحیح البخاری، الجزیة و الموادعة، باب إثم من قتل معاهداً بغیر جرم، حدیث: 3166

[3] سنن أبی داود، الجهاد، باب فی کراهیة حرق العدو بالنار، حدیث: 2675

[4] صحیح البخاری، الدیات، باب فی قول اللّٰه تعالیٰ "ومن أحیاها...... جمیعاً" حدیث: 6871

اور نبی ﷺ نے انتباہ کیا کہ روز قیامت پہلا مقدمہ خونریزی کا پیش کیا جائے گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فِي الدِّمَاءِ»

''یوم قیامت لوگوں کا مقدمہ جس کا فیصلہ سب سے پہلے سنایا جائے گا، وہ (انسانی) خون کا ہوگا۔''[1]

ان فرمودات کی رو سے یہ حرام ہے کہ دہشت گردی کرتے ہوئے بے گناہ انسانوں کی جان لی جائے۔

[1] صحیح مسلم، القسامة والمحاربین، باب المجازاة......، حدیث: 1678

مسلمانوں کو جانوروں پر رحم کی تلقین

مسلمانوں کو جانوروں پر رحم کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور انھیں تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے۔ ایک بار نبی ﷺ نے فرمایا:

«عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ، لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ حَبَسَتْهَا، وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ»

''ایک عورت کو اس لیے عذاب دیا گیا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا حتیٰ کہ وہ مرگئی۔ اس بنا پر وہ دوزخ میں چلی گئی۔ جب اس نے اسے باندھ رکھا تھا، وہ اس کو خوراک دیتی تھی نہ پانی پلاتی اور نہ وہ اسے چھوڑتی تھی کہ حشرات وغیرہ کھا لے۔''[1]

نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا، لہٰذا اس عمل کی بنا پر اللہ نے اسے معاف کر دیا۔ صحابہ نے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول! کیا ہمیں جانوروں پر مہربانی کرنے کی بھی جزا ملے گی؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ ''ہر جاندار کے معاملے میں اجر ملے گا۔''[2]

مزید براں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی جانور کو ذبح کرتے وقت اس طریقے سے ذبح

---

[1] صحیح مسلم، السلام، باب تحریم قتل الهرّة، حدیث: 2242

[2] صحیح مسلم، حدیث: 2244

کریں کہ اسے کم سے کم خوف اور تکلیف محسوس ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ»

''پھر جب تم (موذی) جانور کو قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو، اور جب جانور کو ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔ اور تم میں سے ایسا کرنے والے کو چاہیے کہ اپنی چھری تیز کر لے اور اپنے ذبح کیے جانے والے جانور کو آرام پہنچائے۔''[1]

ان احادیث اور دیگر تعلیمات کی روشنی میں نہتے شہریوں کے دلوں میں دہشت بٹھانا، عمارات اور اثاثوں کی بڑے پیمانے پر تباہی، بے گناہ مردوں، عورتوں اور بچوں پر بمباری اور انھیں اپاہج بنانا اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک حرام اور قابل نفرت افعال ہیں۔ مسلمان ایک امن، سلامتی، رحم اور عفو و درگزر کے مذہب کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی بہت بڑی اکثریت پُر تشدد افعال سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی جنھیں بعض لوگ مسلمانوں سے منسوب کرتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان انفرادی طور پر دہشت گردی کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اسلامی شریعت کی خلاف ورزی کا مجرم ہوگا۔

[1] صحیح مسلم، الصید و الذبائح، باب الأمر بإحسان......، حدیث: 1955

انسانی حقوق اور عدل اسلام کی نظر میں

اسلام انسان کو بہت سے حقوق عطا کرتا ہے۔ان انسانی حقوق میں سے بعض درج ذیل ہیں جن کا اسلام تحفظ کرتا ہے:

- اسلامی ریاست میں تمام شہریوں کے جان و مال مقدس خیال کیے جاتے ہیں، خواہ کوئی شخص مسلم ہو یا غیر مسلم۔
- دین اسلام انسان کی عزت وآبرو کو بھی تحفظ دیتا ہے، چنانچہ اسلام میں دوسرں کی توہین کرنا یا ان کا مذاق اڑانا ممنوع ہے۔ نبی ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

«فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ»

”بے شک تمھارے خون اور تمھارے اموال اور تمھاری آبروئیں ایک دوسرے پر حرام ہیں۔“[1]

- اسلام میں نسل پرستی روا نہیں کیونکہ قرآن انسانی مساوات کا ان الفاظ میں اعلان کرتا ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۝﴾

---

[1] صحيح البخاري، الحج، باب الخطبة أيام منى، حديث: 1739

”اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمھارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں سب سے زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ بہت علم والا، خوب باخبر ہے۔“[1]

سورۃ الحجرات ہی میں اسلامی اخوت کا فلسفہ یوں بیان کیا گیا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾

”(یاد رکھو) بے شک سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔“[2]

اسلام اس امر کو مسترد کرتا ہے کہ کسی فرد یا قوم کو اپنی دولت، اقتدار یا نسل کی بنا پر اوروں پر برتری حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو برابر پیدا کیا ہے جنھیں صرف ایمان اور تقویٰ کی بنا پر ایک دوسرے پر امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَّإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى أَعْجَمِيٍّ وَّلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَّلَا لِأَحْمَرَ عَلٰى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلٰى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى»

”اے لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور بے شک تمھارا باپ (آدم علیہ السلام) ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے۔“[3]

انسانیت آج جن بڑے بڑے مسائل سے دوچار ہے، ان میں سے ایک نسل پرستی بھی

[1] الحجرات 13:49 [2] الحجرات 9:49

[3] مسند أحمد: 411/5

ہے۔ ترقی یافتہ ممالک انسان کو چاند پر تو بھیج سکتے ہیں مگر وہ انسان کو انسان سے نفرت کرنے اور لڑنے سے نہیں روک سکے۔ نبی ﷺ کے زمانے سے اسلام نے نسلی تعصب کو ختم کرنے کی واضح مثال پیش کی ہے۔ مکہ مکرمہ کا سالانہ حج تمام نسلوں اور قوموں کے مابین اسلامی اخوت کا ایک عظیم مظاہرہ ہے جبکہ دنیا بھر سے تیس پینتیس لاکھ مسلمان حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ آتے ہیں۔

* اسلام عدل وانصاف کا دین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ﴾

”بے شک اللہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں والوں کو ان کی امانتیں لوٹا دو، اور (حکم دیتا ہے) کہ جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل سے فیصلہ کرو۔“ [1]

اور اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝﴾

”اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ [2]

اسلام کی رو سے ہمیں ان لوگوں سے بھی انصاف کرنا چاہیے جن سے ہمیں نفرت ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ﴾

”کسی قوم کی عداوت تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔“ [3]

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

---

[1] النساء 58:4 [2] الحجرات 9:49 [3] المائدة 8:5

«اِتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّهُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''ظلم سے بچو۔ بے شک ظلم قیامت کے دن سراسر تاریکی ہوگا۔''[1]

اور جن لوگوں کے حقوق ان کی زندگی میں چھینے گئے، وہ انھیں روز قیامت حاصل ہوں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

«لَتُؤَدَّنَّ الْحُقُوقُ إِلٰى أَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ»

''روز قیامت یقیناً لوگوں کو ان کے حقوق دیے جائیں گے۔''[2]

[1] مسند أحمد :92/2

[2] صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الظلم، حدیث :2582

اسلام میں عورتوں کا مقام

عورت کنواری ہو یا شادی شدہ ، وہ اسلام کی نظر میں ایک شخصیت رکھتی ہے اور اسے حق حاصل ہے کہ کسی سرپرست کے بغیر وہ اپنی جائداد اور سرمایہ رکھے اور اس کا لین دین کرے خواہ وہ سرپرست اس کا باپ ،شوہر یا کوئی اور ہو۔اسے حق حاصل ہے کہ وہ خرید وفروخت کرے، تحفے اور خیرات دے اور جیسے چاہے اپنا سرمایہ خرچ کرے۔دلھن کو ذاتی استعمال کے لیے دولھا کی طرف سے مہر دیا جاتا ہے اور وہ اپنے شوہر کا نام اپنانے کے بجائے اپنا خاندانی نام برقرار رکھ سکتی ہے۔

اسلام شوہر کے لیے لازم ٹھہراتا ہے کہ وہ اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ» ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے بہترین ہو۔''[1]

اسلام میں ماؤں کا بڑا احترام کیا جاتا ہے۔اسلام ان سے بہترین سلوک کا حکم دیتا ہے۔حدیث میں ہے:

«جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِي؟ قَالَ: أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ

---

[1] جامع الترمذي ،المناقب، باب فضل ازواج النبي ﷺ ، حديث :3895

مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أُمُّكَ، قَالَ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ أَبُوكَ»

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے پوچھا: لوگوں میں میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا: اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا: اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا: ''تیری ماں۔'' اس نے پوچھا: اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا: ''تیرا باپ۔''[1]

''اسلام میں عورت کا مقام'' پر مزید معلومات کے لیے وزٹ کیجیے:

www.islam-guide.com/women

''عورتوں کے امتیازی مسائل وقوانین'' (مطبوعہ دارالسلام، الریاض۔ لاہور) کا مطالعہ کیجیے۔

[1] صحیح مسلم، البر والصلة، باب بر الوالدین......، حدیث :2548

اسلام کا خاندانی نظام

خاندان، جو انسانی تہذیب کی بنیادی اکائی ہے، مادیت کے اس دور میں بکھر رہا ہے، تاہم اسلام کا خاندانی نظام شوہر، بیوی، بچوں اور رشتہ داروں کے حقوق کے مابین بہت عمدہ توازن پیدا کرتا ہے۔ یہ اخلاص ومحبت، رحم وکرم اور فراخدلی کے جذبات کو ایک خوب منظم خاندانی نظام میں سمو دیتا ہے۔ اس طرح ایک مستحکم خاندانی وحدت سے حاصل ہونے والا امن وسکون بڑا قابل قدر ہے اور اسے خاندان کے ارکان کی ذہنی نشوونما کے لیے لازم خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں وسیع تر خاندان کی موجودگی اور بچوں کی نعمت میسر آنے سے ایک ہم آہنگ سماجی نظام جنم لیتا ہے۔

مسلمان بڑوں سے کیسا برتاؤ کرتے ہیں؟

مادّیت کے اسیر مغربی ممالک میں اولڈ پیپلز ہوم یا ''بوڑھوں کے گھر'' عام ہیں، مگر عالمِ اسلام میں یہ شاذ ونادر ہی نظر آتے ہیں کیونکہ مسلم معاشرے میں اولاد اپنے بوڑھے ماں باپ کی زندگی کے اس مشکل ترین وقت میں ان کی خدمت اور دیکھ بھال کو اپنی سعادت اور باعثِ افتخار سمجھتی ہے اور اس سے خود ان کی روحانی نشوونما بھی ہوتی ہے۔ اسلام میں صرف اتنا کافی نہیں کہ ہم والدین کے لیے صرف دعا کرتے رہیں بلکہ ہمیں ان سے بے پناہ محبت کا برتاؤ کرنا چاہیے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جب ہم ناتواں بچے تھے، تو انھوں نے اپنی ذات پر ترجیح

دے کر ہماری پرورش کی۔ اسلام میں ماں باپ کا خاص طور پر احترام کیا جاتا ہے، چنانچہ اسلام کا حکم یہ ہے کہ جب مسلمان ماں باپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو اولاد کو چاہیے کہ ان سے رحم دلی اور محبت وشفقت سے پیش آئے اور ان سے مخلصانہ برتاؤ کرے۔

اسلام میں والدین کی اطاعت اور خدمت اللہ کی عبادت کے بعد دوسری ذمہ داری ہے اور یہ ان کا حق ہے کہ وہ اولاد سے خدمت کی توقع کریں۔ ماں باپ بوڑھے ہو جائیں اور اولاد کی مدد اور دیکھ بھال کے محتاج ہوں تو اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ اس عمر میں اولاد ان سے اچھا سلوک نہ کرے تو یہ اسلام کی نگاہ میں انتہائی ناپسندیدہ فعل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ۭ﴾

"اور (اے نبی!) آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا کہ تم لوگ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے اچھا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے "اُف" تک نہ کہہ اور انھیں مت جھڑک اور ان سے نرم لہجے میں بات کر۔ اور ان کے سامنے عاجزی اور محبت کے ساتھ اپنے کندھے جھکائے رکھ اور (ان کے لیے) دعا کر: میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انھوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔"[1]

[1] بنی إسرائیل 17:23-24

باب 10

▪ قبولِ اسلام کی برکات

اسلام کے ابدی فوائد

اسلام فرد اور معاشرے کو کثیر فوائد سے بہرہ ور کرتا ہے۔ یہاں بعض فوائد کا ذکر کیا جاتا ہے جو انسان کو اسلام کے ذریعے سے حاصل ہوتے ہیں:

❶ جنت میں داخلہ

رب کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ﴾

”اور (اے نبی) ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان جنتوں کی خوشخبری دو جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔“[1]

اور اللہ نے یہ بھی فرمایا:

﴿سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ﴾

”تم اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کی طرح ہے۔ وہ ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔“[2]

---

❶ البقرة 25:2 ❷ الحديد 21:57

نبی رحمت حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت میں جو سب سے کم مرتبے والا ہوگا وہ بھی پوری دنیا اور اس سے دس گنا زیادہ کا مالک ہوگا جیسے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

«اِذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ أَمْثَالِهَا»

''جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہاں تو پوری دنیا کے مثل اور اس سے دس گنا زیادہ کا مالک ہوگا۔''[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں سیدنا حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو ام حارثہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ اگر حارثہ جنت میں ہیں تو پھر میں نہیں روؤں گی اور اگر ایسا نہیں تو پھر آپ دیکھیں گے میں کیا کرتی ہوں۔ نبی ﷺ نے حارثہ رضی اللہ عنہ کے جنت الفردوس میں داخل ہونے کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

«مَوْضِعُ قَدَمٍ مِّنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا»

''دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سے جنت میں ایک قدم کی جگہ بہتر ہوگی۔''[2]

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جنت کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«فِيهَا مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ»

''جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جو آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سنیں اور نہ انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا۔''[3]

---

1. صحيح مسلم، الإيمان، باب آخر أهل النار خروجاً، حديث : 186
2. صحيح البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث:6568
3. صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب صفة الجنة، حديث :2825

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«يُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللهِ! يَا رَبِّ! مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ»

''اہل جنت میں سے وہ شخص جو دنیا میں سب سے زیادہ مصائب کا شکار رہا، اسے جنت میں ایک ڈبکی دی جائے گی، پھر اس سے کہا جائے گا: ''اے ابن آدم! کیا تم نے کبھی کسی مصیبت کا سامنا کیا؟ کیا تم پر کبھی کوئی سختی گزری؟'' تب وہ کہے گا: ''نہیں، واللہ! اے میرے رب! مجھ پر کبھی کوئی مصیبت نہیں گزری۔ اور مجھے کبھی سختی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔''[1]

اگر آپ مسلمان ہیں اور اپنے نیک اعمال اور اللہ کے فضل سے جنت میں گئے تو آپ وہاں بیماری، تکلیف، غم یا موت کے بغیر بہت پُر مسرّت زندگی گزاریں گے۔ اللہ آپ سے راضی ہوگا اور آپ وہاں ہمیشہ رہیں گے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم عنقریب انھیں ان جنتوں میں لے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔''[2]

---

[1] صحيح مسلم،صفات المنافقين، باب صَبْغ أنعمُ......، حديث:2807، مسند أحمد حديث: 12699

[2] النساء 57:4

جنت یا عاقبت (حیات بعد الموت) کے بارے میں مزید معلومات کے لیے دارالسلام (الریاض، لاہور) کی شائع کردہ کتاب ''جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات'' کا مطالعہ کیجیے یا وزٹ کیجیے: www.islam-guide.com/hereafter

❷ دوزخ سے نجات

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ۝﴾

''بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور حالت کفر میں مرگئے، ان میں سے کوئی اگر فدیے میں زمین بھر سونا بھی دینا چاہے تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ انھی لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''[1]

گویا یہ زندگی ہمارے لیے جنت کے حصول اور دوزخ کی آگ سے بچاؤ کا آخری موقع ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کفر کی حالت میں مر جائے تو اسے اس دنیا میں واپس آ کر ایمان لانے کا دوسرا موقع نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بتایا ہے کہ روز قیامت کافروں سے کیا ہونے والا ہے:

﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾

''اور (اے نبی) کاش! آپ دیکھیں جب وہ دوزخ کے پاس کھڑے کیے جائیں گے تو وہ کہیں گے: کاش! ایک بار ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو ہم اپنے رب کی نشانیوں کو ہرگز نہ جھٹلائیں گے، اور ہم مومنوں میں سے ہوں گے۔''[2]

---

[1] آل عمران 91:3 [2] الأنعام 27:6

لیکن کسی کو دنیا میں آنے کا دوسرا موقع نہیں ملے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

«يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا، مِنْ أَهْلِ النَّارِ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً: ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ! يَا رَبِّ!»

''اہل دوزخ میں سے وہ شخص جو دنیا والوں میں سب سے زیادہ خوشحال تھا، اسے روز قیامت لایا جائے گا، پھر اسے دوزخ میں ایک ڈبکی دی جائے گی، پھر کہا جائے گا: اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی؟ کیا تجھ پر کبھی خوشحالی گزری؟ تب وہ کہے گا: نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب!''[1]

عذاب دوزخ سے نجات کے لیے دارالسلام کی مطبوعہ کتاب ''جنت میں داخلہ اور دوزخ سے نجات'' کا مطالعہ کیجیے۔

③ حقیقی خوشی اور سکون قلب کا حصول

انسان کو حقیقی خوشی اور سکون تبھی حاصل ہوتا ہے اگر وہ اپنے خالق و رازق کے احکام کے آگے جھک جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿أَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝﴾

''یاد رکھو! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔''[2]

اس کے برعکس جو شخص قرآن مجید کی تعلیمات اور اللہ کے ذکر سے منہ موڑتا ہے، اسے اس دنیا میں مشکل زندگی گزارنی ہوگی جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

---

[1] صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب صَبْغ أنعم……، حدیث: 2807

[2] الرعد 28:13

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○﴾

''اور (ہاں) جو شخص میری یاد سے منہ موڑے گا، اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم روز قیامت اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''[1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بعض لوگ خودکشی کیوں کرتے ہیں جبکہ انھیں وہ تمام مادی آسائشیں حاصل ہوتی ہیں جو دولت سے خریدی جا سکتی ہیں۔ انھیں دراصل سکونِ قلب اور حقیقی خوشی میسر نہیں ہوتی۔ ایسے بے سکون غیر مسلموں میں جنھیں اسلام کی دولت میسر آ گئی اور وہ حقیقی خوشی اور سکون سے بہرہ ور ہوئے، شہرۂ آفاق برطانوی موسیقار کیٹ سٹیونز (Cat Stevens) بھی ہیں جو اب یوسف اسلام (Yusuf Islam) کہلاتے ہیں۔ وہ اس سے پہلے ایک مشہور پاپ سنگر تھے جو کبھی ایک رات میں ڈیڑھ لاکھ ڈالر سے زیادہ کما لیتے تھے۔ جب وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، اس کے بعد ہی انھیں حقیقی مسرت اور سکون میسر آیا جو ان کی مادی کامیابیوں کے زمانے میں حاصل نہ تھا۔

آپ کیٹ سٹیونز (یوسف اسلام) سے ان کے قبول اسلام کے بعد کے احساسات معلوم کرنا چاہیں تو درج ذیل پتے پر ان سے رابطہ کر سکتے ہیں:

2 Digswell Street, London N7 8JX, U.K.

اور جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ان کی داستانیں پڑھنے کے لیے براہ کرم وزٹ کیجیے ...... www.islam-guide.com/stories

یا دارالسلام کی شائع کردہ کتاب ''اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں؟'' کا مطالعہ کیجیے جس میں آپ ان نومسلموں کے خیالات اور احساسات پڑھ سکتے ہیں جن کا تعلق مختلف ملکوں سے ہے، ان کا مذہبی اور سماجی پس منظر مختلف ہے اور ان کے تعلیمی درجے بھی مختلف ہیں مگر وہ اللہ کی

---

[1] طٰہٰ 124:20

توفیق سے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

4 تمام سابقہ گناہوں کی معافی

جب کوئی شخص اسلام قبول کر لیتا ہے تو اللہ اس کے تمام سابقہ گناہ اور برائیاں معاف کر دیتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«فَلَمَّا جَعَلَ اللهُ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلِأُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَمِينَهُ، قَالَ: فَقَبَضْتُ يَدِي، قَالَ: مَالَكَ يَاعَمْرُو؟ قَالَ: قُلْتُ: اَرَدْتُّ أَنْ أَشْتَرِطَ، قَالَ: تَشْتَرِطُ بِمَاذَا؟ قُلْتُ: أَنْ يُغْفَرَ لِي، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ يَاعَمْرُو! أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟»

”جب اللہ نے میرے دل میں اسلام ڈال دیا تو میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کی بیعت کرسکوں۔ پس آپ نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا۔ عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تب میں نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! تجھے کیا ہو گیا؟ عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ اپنی شرط پیش کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمھاری شرط کیا ہے؟ میں نے کہا: (شرط یہ ہے) کہ میری بخشش ہو جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ بلاشبہ اسلام پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے؟“[1]

اسلام قبول کرنے کے بعد انسان کے اچھے اور برے اعمال کا صلہ دیا جاتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب کون الإسلام یهدم......، حدیث: 121

«إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَ ذٰلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ إِلٰى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا، كَتَبَهَا اللهُ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً»

''بے شک اللہ نے نیکیاں اور برائیاں لکھیں، پھر ان کو واضح کر دیا۔ پس جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کرے تو اللہ اپنے ہاں اس کی جگہ پوری ایک نیکی لکھتا ہے، پھر اگر وہ کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اسے کر گزرے تو اللہ اپنے ہاں اس کی جگہ دس نیکیوں سے لے کر سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ لکھتا ہے۔ اور اگر وہ ایک برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اللہ اپنے ہاں اس کی جگہ پوری ایک نیکی لکھتا ہے۔ اور اگر وہ اس برائی کا ارادہ کرے اور اسے کر گزرے تو اللہ اس کی جگہ ایک ہی برائی لکھتا ہے۔''[1]

[1] صحیح مسلم، الإیمان، باب إذا هم العبد بحسنة......، حدیث:131

باب ۱۱
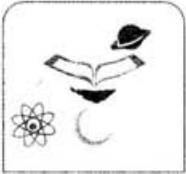
قبول اسلام کے چند ایمان افروز واقعات

''حرا'' کی استقامت وشہادت سے ہندو گھرانا مسلمان ہو گیا

حرا ایک نو عمر بھارتی لڑکی تھی، صنف نازک تھی اور اسلام قبول کرنے پر اسے آگ میں زندہ جلانے والے اس کے چچا اور والد تھے۔ اسلام کی اس بے نظیر اور عظیم بیٹی کی دردناک اور ایمان افروز داستان اس کے سفاک چچا نے بیان کی ہے۔ یہ ''ظلم وسفاکی اور ایمانی استقامت میں مقابلہ'' کی ایک انوکھی اور خون کے آنسو رلانے والی داستان ہے جو شہید ''حرا'' کے چچا عبداللہ اہیر نے بیان کی ہے۔ (ملک احمد سرور، مدیر بیدار ڈائجسٹ)

خاندانی پس منظر

شہید ''حرا'' کا چچا بیان کرتا ہے: اگر میں کہوں کہ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے، اس وقت سے لے کر آج تک میں دنیا کا ظالم ترین، بدترین بلکہ خونخوار درندہ ہوں اور خوش قسمت ترین انسان بھی ہوں تو یہ بالکل صحیح تعارف ہوگا۔ میں ضلع مظفر نگر کی تحصیل بڈھانہ کے مسلم راجپوت اکثریت والے ایک گاؤں میں ایک اہیر (گڈریے) کے گھر آج سے تقریباً بیالیس تینتالیس سال قبل پیدا ہوا۔ ہمارا گھرانہ نہایت مذہبی لیکن جرائم پیشہ تھا۔

والد اور چچا جرائم پیشہ گروہ کے سرغنوں میں سے تھے۔ لوٹ مار اور ظلم خاندانی طور پر گھٹی میں پڑا تھا۔ 1987ء میں میرٹھ کے فسادات کے موقع پر میں اپنے والد کے ساتھ رشتے داروں کی مدد کے لیے گیا اور ہم دونوں نے کم از کم پچیس مسلمانوں کو اپنے ہاتھوں سے شہید کیا۔ اس

کے بعد مسلمانوں سے نفرت کے جذبے سے میں بجرنگ دل میں شامل ہوا۔ میں نے بابری مسجد کی شہادت کے سلسلے میں 1990ء میں بڈھانہ میں بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا۔ بڈھانہ میں ایک بہت مشہور مسلمان بدمعاش تھا جس سے پورے علاقے کے غیر مسلم تھراتے تھے، میں نے اپنے ایک ساتھی سے مل کر اس کو گولی ماردی۔ بلاشبہ میرے بدترین اور سفاک قاتل کہلانے کے لیے میرے مظالم کچھ کم نہیں مگر میں نے تو ان سے بھی کہیں بڑھ کر ظلم ڈھایا اور ایک ایسی سفاکانہ حرکت کی کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کسی نے دیکھی نہ سنی ہوگی اور نہ کسی کے تصور میں آئی ہوگی۔

قرآن مجید کے تیسویں پارے میں سورۂ بروج ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تاریخ انسانی کے ایک سفاکانہ واقعے کا ذکر کیا ہے۔ تب اسلام دشمنوں نے اسلام قبول کرنے والوں کو خندقوں کی آگ میں زندہ جلا دیا تھا اور ان کے جلنے کا تماشا دیکھتے رہے تھے۔ میں اصحاب الاخدود سے کوئی کم ظالم نہیں، میں نے بھی اپنی اسلام کی نام لیوا بھتیجی کو گڑھے میں دھکیل کر آگ لگائی تھی اور اسے آگ کے شعلوں میں جلتے ہوئے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس کا قصور بھی یہی تھا کہ وہ رب احد پر ایمان لے آئی تھی اور اصحاب الاخدود کی طرح میں مشرکین میں سے تھا۔ تاریخ انسانی کا یہ بدترین واقعہ میرے ہاتھوں رونما ہوا۔ اسی لیے میں اپنے آپ کو تاریخ انسانی کا ظالم اور بدترین انسان سمجھتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھلا نہ رکھا ہوتا تو میرے لیے احساسِ ظلم کی آگ دوزخ کی آگ سے بھی بڑھ کر اذیت ناک ہوتی۔ میں اصحاب الاخدود سے اس لحاظ سے مختلف ہوں کہ رب رحمان نے مجھے توبہ کی توفیق دی۔ جب مجھے اپنے ظلم کا احساس ہوا تو میں نے اللہ کے حضور اپنے ظلم کا اعتراف کیا اور اس کی وحدانیت کو قبول کرلیا۔

ڈاکوؤں کے چنگل میں

میرے قبول اسلام کا واقعہ ہر مایوس کو امید دلانے والا ہے کہ وہ کرپادان اور دیالو

(ارحم الراحمین) اللہ جب میرے جیسے سفاک قاتل کے ساتھ ایسا کرم کر سکتا ہے تو پھر کسی اور کو مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے ایک بڑے بھائی تھے۔ مظالم اور جرائم کا ارتکاب کرنے کے باوجود ہم دونوں بھائیوں میں حد درجہ محبت تھی۔ میرے بھائی کی دو لڑکیاں اور دو لڑکے تھے اور میری کوئی اولاد نہیں۔ ان کی بڑی لڑکی کا نام ہیرا تھا۔ وہ عجیب دیوانی لڑکی تھی۔ بہت ہی بھاؤک (جذباتی) تھی۔ جس سے ملتی بس دیوانوں کی طرح، اور جس سے نفرت کرتی، پاگلوں کی طرح۔ کبھی کبھی ہمیں خیال آتا کہ شاید اس پر ہوائی اثر ہے۔ اسے متعدد سیانوں کو بھی دکھایا مگر اس کا حال جوں کا توں رہا۔ اس نے آٹھویں کلاس تک سکول میں پڑھا، بڑی ہو گئی اور اسے گھر کے کام میں لگا دیا گیا مگر اس کو آگے پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اس نے گھر والوں کی مرضی کے بغیر ہائی سکول میں داخلے کا فارم بھر دیا۔ فیس اور کتابوں کے لیے اس نے آٹھ دن تک کھیتوں میں مزدوری کی۔ جب کتابیں اس کی سمجھ میں نہ آئیں تو ایک بامن (برہمن) کے گھر اس کی لڑکی سے پڑھنے جانے لگی۔ برہمن کا ایک لڑکا بدمعاش اور ڈاکو تھا۔ اس نے ہیرا کو بہکایا اور ایک رات اسے اپنے ساتھ لے کر فرار ہو گیا۔ وہ اس کو بڑوت کے قریب ایک جنگل میں لے گیا۔ وہاں ڈاکوؤں کا ایک گروہ رہتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ چلی تو گئی مگر وہاں پہنچ کر اسے اپنے ماں باپ کی بدنامی اور اپنی غلطی کا احساس ہوا تو پچھتانے لگی۔ وہ چھپ کر چپکے چپکے روتی۔

مسلم نوجوان سے ملاقات

اس گینگ میں ادریس پور کا ایک مسلمان نوجوان بھی شامل تھا۔ ایک روز اس نے ہیرا کو روتے ہوئے دیکھ لیا۔ رونے کی وجہ پوچھی تو ہیرا نے اسے بتایا:

''کم سمجھی کے باعث جذبات میں بہہ کر میں اس کے ساتھ آ تو گئی ہوں مگر مجھے یہاں اپنی عزت خطرے میں لگ رہی ہے۔ مزید یہ کہ جب میں اپنے ماں باپ کی

پریشانی کے بارے میں سوچتی ہوں تو دل رونے لگتا ہے۔''

وہ مسلمان ایک ہمدرد اور صاحب کردار نوجوان تھا، اسے ہیرا پر ترس آ گیا اور اس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا: ''میں ایک مسلمان ہوں اور ایک مسلمان اپنے عہد کا پابند ہوتا ہے۔ مسلمان جھوٹ نہیں بولتا اور نہ کسی کو فریب دیتا ہے، اس لیے تم مجھ پر اعتبار کر سکتی ہو۔ میں تجھے اپنی بہن بناتا ہوں۔ میں تمھاری عزت کی حفاظت ایک غیرت مند بھائی کی طرح کروں گا۔ میرا وعدہ ہے کہ میں تمھیں اس جنگل سے نکال کر صحیح سلامت تمھارے گھر پہنچانے کی کوشش کروں گا۔''

ہیرا کو اس سے حوصلہ ملا۔ مسلمان نوجوان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لڑکی تو بہت بہادر معلوم ہوتی ہے، ہمیں اپنے گروہ میں ایسی بہادر لڑکیوں کو شامل کر لینا چاہیے۔ اس کو جنگل میں مستقل رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے لڑکوں والے کپڑے پہنا دیے جائیں۔ سب ساتھیوں نے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ ہیرا کو لڑکوں والے کپڑے پہنا دیے گئے اور اب وہ ہر جگہ ان کے ساتھ ہوتی۔ ہیرا نے دیکھا کہ دس بارہ افراد کے اس گروہ میں مسلمان نوجوان کا کردار، رویہ اور برتاؤ سب سے الگ ہے۔ وہ بات کا پکا تھا، سوچ سمجھ کر رائے دیتا اور اس کی رائے ہمیشہ اچھی ہوتی۔ جب مال تقسیم ہوتا تو اس میں غریبوں کا حصہ بھی رکھتا۔ وہ ہیرا کو الگ کمرے میں سلاتا اور رات کو بار بار اٹھ کر دیکھتا کہ کوئی ساتھی ادھر تو نہیں گیا۔ جب ہیرا کو ان کے ساتھ رہتے ہوئے کچھ دن گزر گئے اور ڈاکوؤں کو اطمینان ہو گیا کہ اب وہ گینگ کی ممبر بن چکی ہے تو انھوں نے چوکسی کم کر دی۔

ایک روز اس مسلم نوجوان نے ہیرا کو کسی بہانے بڑوت بھیجا اور اس سے کہا: وہاں سے تانگے میں بیٹھ کر ادریس پور ہمارے گھر چلی جانا اور میرے چھوٹے بھائی کو سارا حال سنانا اور کہنا کہ میں نے اسے بلایا ہے۔ اسے یہ بتا دینا کہ یہاں آ کر کہے: وہ لڑکی بڑوت والوں نے

پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دی ہے۔ ہیرا نے ایسا ہی کیا جیسا اسے بتایا گیا تھا۔ اس کا بھائی جنگل میں آیا اور اپنے بھائی کے ساتھیوں کو ہیرا کے پولیس کے حوالے کیے جانے کی کہانی سنا دی، تاہم اس مسلمان نوجوان نے علیحدگی میں اپنے بھائی سے کہا کہ واپس جا کر ہیرا کو تھانے بھیج دو اور اس سے کہنا کہ وہ تھانے میں جا کر یہ کہے کہ ''ڈاکوؤں کا گروہ مجھے گاؤں سے اٹھا کر لے گیا تھا، میں بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں پہنچی ہوں اور میری جان خطرے میں ہے۔'' ہیرا نے ایسا ہی کیا۔

بڑوت تھانے والوں نے بڈھانہ تھانے سے رابطہ کیا۔ وہاں لڑکی کے اغوا کی رپورٹ پہلے سے درج تھی۔ بڈھانہ تھانے والے لیڈیز پولیس کو لے کر بڑوت پہنچے اور ہیرا کو اپنے ساتھ ہمارے گاؤں لے آئے۔ گاؤں میں اس قدر بدنامی ہو چکی تھی کہ ہیرا کو گھر میں رکھنا بڑا مشکل تھا مگر ہم نے پھر بھی اسے گھر میں رکھ لیا۔ اس نے بڑا یقین دلایا کہ ''اگرچہ ڈاکو مجھے اٹھا کر لے گئے تھے مگر میں نے اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کی ہے۔'' اس کی بات پر کسی کو یقین نہ آیا۔ اسی دوران میں ایک پڑھے لکھے رشتے دار آ گئے، انھوں نے تجویز دی کہ ہیرا کا ڈاکٹری معاینہ کروالو۔ تجویز موزوں تھی، اس لیے ہم دونوں بھائی اس کو بڈھانہ ہسپتال لے گئے۔ ہم طے کر کے نکلے تھے کہ اگر اس کی عصمت و آبرو سلامت ہوئی تو واپس لائیں گے ورنہ بڈھانہ کی ندی میں پھینک آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا کہ معاینے کے بعد ڈاکٹر نے رپورٹ دی کہ ہیرا کی عصمت سلامت ہے۔ ہم خوشی و اطمینان سے اسے گھر واپس لے آئے۔

حرا کا قبول اسلام

جنگل سے واپس آنے کے بعد وہ مسلمانوں کا بہت ذکر کرنے لگی، ان کی اچھائیاں گنواتی

اور ان کی تعریف کرتی۔ ہمیں بار بار یاد دلاتی کہ ''صرف مسلمان لڑکے کی شرافت کی وجہ سے میں بچ نکلنے میں کامیاب ہوئی ہوں۔'' وہ مسلمانوں کے گھر جانے لگی۔ ایک مسلمان لڑکی نے اسے ''دوزخ کا کھٹکا اور جنت کی کنجی'' نامی کتاب پڑھنے کو دی۔ مسلمانوں کی کتاب اپنے گھر میں رکھی دیکھی تو میرا ہندوانہ تعصب شعلہ بار ہوگیا۔ میں نے اس کی خوب پٹائی کی اور اسے خبردار کیا کہ اگر آئندہ اس طرح کی کوئی کتاب میں نے گھر میں دیکھی تو تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔ وہ میرے غصے اور ہندو مذہب سے میری محبت وعقیدت سے خوب آگاہ تھی، اس کے باوجود میری سختی اور دھمکی کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اسلام اس کے دل میں گھر کر چکا تھا، اس کے دل کی اندھیری کوٹھری کو اسلام نے اپنے پرکاش (نور) سے پرکاشت (منور) کر دیا تھا، اس لیے ہماری ناراضی، سختی اور دھمکی کی اسے کوئی پروا نہ تھی۔ ہماری سختی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک مسلمان لڑکی کے ہمراہ جا کر اس نے ایک مولوی صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ وہ چپکے چپکے نماز سیکھنے اور سمے سمے (وقتاً فوقتاً) نماز بھی پڑھنے لگی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ہمارے گھرانے کو مشرکوں کا گھرانہ سمجھنے لگی تھی، اس لیے گھٹن محسوس کرتی۔ وہ پریشان اور اداس رہتی۔ ہر وقت ہنسنے ہنسانے والی لڑکی ایسی ہوگئی جیسے اس کا سب کچھ بدل گیا ہو۔ وہ بت پرست گھر کے ماحول سے اس قدر بیزار ہوئی کہ ایک بار پھر فرار ہوگئی۔

بڈھانہ سے دلّی تک

گاؤں کے مولوی صاحب اپنی بیوی کے ہمراہ اسے پھلت چھوڑ آئے تھے۔ مولوی کلیم احمد صدیقی پھلت کے مشہور عالم دین ہیں۔ وہ کچھ دن ان کے گھر میں رہی۔ انھوں نے احتیاط کے طور پر اسے اپنی بہن کے ہاں دہلی بھیج دیا۔ وہاں اسے اپنی مرضی اور پسند کا ماحول ملا۔ خلوص بھری محبت اور چاہت ملی۔ وہ مولوی صاحب کی بہن کو ''رانی پھوپھو'' کہتی۔ رانی پھوپھو نے اس کی بہترین تربیت کی۔ وہ کم وبیش ڈیڑھ سال دہلی میں رہی۔ پھلت اور دہلی کے قیام

نے اسے ایسا مسلمان بنا دیا کہ وہ قرونِ اُولیٰ کی عورت نظر آنے لگی۔ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتی تو سننے والوں کو ایسے محسوس ہوتا کہ قرآن نازل ہو رہا ہے۔ وہ شرک کی شب تاریک میں چودھویں کا روشن چاند تھی۔

وہ پیاری بچی اپنے گھر والوں سے بہت پیار کرتی تھی، خصوصاً ماں کو وہ دل و جان سے چاہتی تھی مگر اللہ تعالیٰ کی محبت کے آگے سب محبتیں پیچھے رہ گئیں۔ اس کی ماں اکثر بیمار رہتی تھی۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کی ماں مرگئی ہے۔ آنکھ کھلی تو اسے ماں کی یاد آئی۔ ماں کی ہستی ہی ایسی ہے کہ کوئی اسے بھلانا بھی چاہے تو نہیں بھلا سکتا اور پھر اللہ تعالیٰ نے کافر اور مشرک ماں تک کی خدمت کا حکم دیا ہے۔ اس خواب کے بعد اس کی نیند اڑ گئی۔ ماں کی یاد اسے تڑپانے لگی۔ وہ یہ سوچ کر رونے لگی کہ اس کی ماں اگر بغیر ایمان لائے مرگئی تو کیا ہوگا۔ اس کی چیخیں سن کر گھر کے سبھی لوگ اٹھ گئے۔ اسے سمجھایا اور تسلی دی۔ وقتی طور پر وہ چپ ہوگئی مگر خواب کو یاد کر کے بار بار روتی۔

مولوی کلیم احمد صدیقی کو وہ "ابی جی" کہتی تھی۔ وہ اپنی ماں کی یاد میں روتی اور صدیقی صاحب سے کہتی: "ابی جی! مجھے ماں سے ملنے کے لیے گھر جانے کی اجازت دے دیں۔" مولوی صاحب اسے سمجھاتے: "بیٹی! تمھارے گھر والے تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے اور مار دیں گے یا پھر تمھیں ہندو بنا لیں گے۔" اپنے ایمان کو خطرے میں محسوس کر کے وہ رک جاتی مگر کچھ دن بعد ماں کی یاد آتی تو پھر گھر جانے کی ضد کرنے لگتی۔ اس نے اس قدر اصرار کیا کہ مولوی کلیم صدیقی نے اسے اپنی ماں کے پاس گھر جانے کی اجازت دے دی اور نصیحت کی: "صرف اپنے گھر والوں کو اسلام کی دعوت دینے کی نیت سے جاؤ۔ اگر تمھیں اپنے گھر والوں سے واقعی محبت ہے تو اس محبت کا یہ تقاضا اور حق ہے کہ تم انھیں اسلام کی دعوت دو اور ان کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی فکر اور کوشش کرو۔" ہیرا جس کا اسلامی نام "حرا" تھا، اس نے

کہا: ”وہ تو اسلام کے نام سے بھی چڑتے ہیں۔ وہ کسی طرح اسلام قبول نہیں کریں گے۔“ مولوی صاحب بولے: ”جب اللہ ان کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دے گا تو پھر وہ کفر وشرک سے بھی اس طرح چڑنے لگیں گے جس طرح اسلام سے چڑتے ہیں۔“ مولوی صاحب نے مزید کہا: ”بیٹی! کبھی تم بھی تو اسلام سے اسی طرح چڑتی تھیں جس طرح اب شرک سے نفرت کرتی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور میرے سامنے عہد کرو کہ تم اپنے گھر اپنی ماں اور گھر والوں کو دوزخ سے بچانے کے لیے جا رہی ہو۔ اگر تم اس نیت سے جاؤ گی تو اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت کرے گا اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچائی گئی تو وہ تکلیف ہو گی جو ہمارے نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ اگر تمھارے گھر والوں نے تمھیں مار بھی دیا تو شہید کہلاؤ گی اور شہادت جنت کا مختصر ترین راستہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمھاری شہادت تمھارے گھر والوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنے گی۔ اگر تم گھر والوں کو دوزخ کے عذاب سے بچانے کے لیے اپنی جان کی قربانی دے دیتی ہو تو یہ تمھارے لیے سستا مگر بہترین سودا ہوگا۔“

مولوی کلیم صدیقی صاحب نے ہمیں بتایا کہ گھر کی طرف روانہ ہونے سے قبل اس نے دو رکعت نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ کے حضور گھر والوں کی ہدایت کے لیے دعا کی اور انھیں دعوت اسلام دینے کی باقاعدہ نیت کی۔

ماں نے اسلام پر جان دی

حرا، دہلی سے پھلت اور وہاں سے گھر پہنچی۔ اسے دیکھ کر سب لوگ آگ بگولا ہو گئے۔ کسی نے اس کا حال نہ پوچھا۔ میں نے اسے جوتوں اور لاتوں سے مارنا شروع کر دیا۔ وہ نازک سی لڑکی مار کھاتی رہی اور کہتی رہی: ”میں اب مسلمان ہوں، رب احد کی ماننے والی ہوں۔ کوئی مار اور اذیت مجھے اسلام سے نہیں ہٹا سکتی۔“ ہم سزا کو مزید سخت کرتے تو وہ رونے اور

گھبرانے کے بجائے ہمیں اسلام کی دعوت دیتی اور مسلمان ہونے کو کہتی۔ اس کی ماں سخت بیمار تھی۔ دو ماہ بعد وہ مرگئی تو اس نے اصرار کیا کہ ''دفن کرنے کے لیے میری ماں کی لاش کو مسلمانوں کے حوالے کیا جائے کیونکہ اس نے میرے سامنے کلمہ پڑھا ہے۔ وہ مسلمان ہو کر مری ہے، اس کی لاش جلانا ظلم اور زیادتی ہے۔'' ہم لوگوں کے لیے اس کی بات پر یقین کرنا اور ماننا ممکن نہیں تھا۔ وہ چیختی چلاتی رہی اور ہم نے اس کی ماں کی لاش کو جلا دیا۔ اس پر کسی سختی کا اثر نہ ہوا اور گھر میں ہر روز فساد ہونے لگا۔ کبھی وہ اپنے بھائیوں کو مسلمان ہونے کو کہتی اور کبھی اپنے باپ کو۔ اس پر اسلام جنون کی طرح سوار تھا۔ تنگ آ کر ہم نے اسے اس کے ننھیال پہنچا دیا۔ وہاں بھی اس نے اسلام کی دعوت کا کام جاری رکھا۔ اس کے ماموں نے نرمی، سختی سے ہر طرح اسے سمجھایا اور بالآخر وہ بھی اس کی مسلمانی سے عاجز آ گئے۔ انھوں نے مجھے اور میرے بھائی کو بلایا اور کہا: ''ادھرم (لامذہب) کو ہمارے یہاں سے لے جاؤ۔ ہم لوگ اس کی باتیں سن سن کر عاجز آ گئے ہیں۔''

حرا کی آخری نماز

ہماری پریشانی اس حد کو پہنچ گئی کہ ایک دن میں نے بجرنگ دل کے ذمہ داروں کے سامنے ساری صورت حال رکھی اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ سب نے حرا کو مار ڈالنے کے لیے کہا۔ ہر ہندو اس کی موت کا خواہاں تھا۔ اس پیاری معصوم بچی کے لیے ہم میں سے کسی کے دل میں بھی ہمدردی اور چاہت نہ رہی تھی۔ ہم سب اس کے خون کے پیاسے ہو چکے تھے۔ وہ اب ہماری بچی بھی تو نہ رہی تھی، وہ تو مسلمانوں کی بچی بن چکی تھی۔ بجرنگ دل کے ذمہ داروں سے مشورہ کرنے کے بعد میں اپنے گاؤں آیا اور ایک دن ندی کے کنارے پانچ فٹ گہرا گڑھا کھودا۔ پھر میں اور حرا کے والد اس کے ماموں کے ہاں گئے اور گاؤں چلنے کے بہانے حرا کو اپنے ساتھ لے آئے۔ ہم نے اسے بتایا کہ تیری بوا (پھوپھی) کے ہاں جا رہے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خواب کے ذریعے اسے اصل حقیقت اور ہمارے منصوبے سے آگاہ کر دیا تھا، اسی لیے وہ نہائی اور نئے کپڑے پہنے۔ ہمارے سامنے آئی تو اس نے کہا: ''چچا جان! مجھے آخری نماز پڑھ لینے دو۔'' اس نے نماز پڑھی اور خوشی خوشی ہمارے ساتھ چل دی۔ آج وہ دُلھن کی طرح خوب صورت لگ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک نور اور معصومیت تھی، کوئی خوف اور ڈر نہ تھا۔ آبادی سے باہر نکل کر ہم نے راستہ تبدیل کیا مگر اس نے نہ پوچھا کہ بوا کا گھر ادھر کہاں؟ ندی کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے باپ سے پوچھا: ''پتا جی! آپ مجھے بوا کے گھر لے جا رہے ہیں یا پھر اپنے گھر؟''

حرا کی اس دن کی باتوں کو یاد کرتا ہوں تو سینہ پھٹنے لگتا ہے اور آنکھوں سے خون کے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ایمان کی اس چٹان کی داستان کیسے مکمل کروں۔ کہاں سے وہ حوصلہ لاؤں جو جرأت ایمانی کے اس معصوم پیکر کے آخری لمحوں کی داستان بیان کر سکوں؟ یہ داستان کیسے مکمل کروں؟ یہ داستان حرا کے ایمان و استقامت اور میرے ظلم و جبر کی داستان ہے، حرا کی بے مثال قربانی اور میری سفاکی و بے رحمی کی داستان ہے۔ تاریخ ہند کی ایک نومسلمہ کے ناقابل شکست عزم کی داستان ہے تو تاریخ انسانی کے بدترین انسان کی بدترین داستان بھی۔

معصوم جان کا آگ میں جلنا

میرے تھیلے میں پانچ لٹر پٹرول تھا۔ ہم اسے لے کر گڑھے کے قریب پہنچ گئے جو ایک روز پہلے کھودا گیا تھا۔ گڑھے کے کنارے کھڑے ہو کر تینوں نے گڑھے کو غور سے دیکھا۔ موت کے منڈلاتے سائے دیکھ کر بھی اس کے چہرے پر کوئی خوف نہ تھا۔ میں نے دھکا دے کر اسے گڑھے میں گرا دیا اور کہا: ''تو ہمیں نرک (دوزخ) کی آگ سے ڈرایا کرتی تھی، ہمیں اس آگ کے عذاب سے بچانا چاہتی تھی۔ لے آج اس نرک کا ذرا مزہ چکھ اور اگر بچ سکتی ہے تو

ذرا نچ کے دکھا۔"

میں نے سارا پٹرول اس کے جسم پر انڈیل دیا اور ماچس کی تیلی جلائی۔ میرے بڑے بھائی یعنی حرا کے والد کا دل بھر آیا اور وہ رونے لگے مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ میں نے تیلی حرا پر پھینک دی اور آگ نے اس کے نئے کپڑوں اور جسم کو لپیٹ میں لے لیا۔ اب بھی اس کے چہرے پر کوئی خوف تھا نہ زبان پر کسی قسم کی چیخ پکار۔ آگ کے شعلوں میں اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور بلند آواز میں کہنے لگی:

"اے میرے اللہ! تو مجھے دیکھ رہا ہے نا۔ میرے اللہ! تو مجھے دیکھ رہا ہے نا۔ میرے اللہ! تو مجھ سے محبت کرتا ہے نا۔ اپنی حرا سے پیار کرتا ہے نا۔ ہاں، میرے اللہ، تو غار حرا سے بھی محبت کرتا ہے اور گڑھے میں جلتی ہوئی اس حرا سے بھی۔ اے اللہ! تیری محبت اور رضا مندی کے بعد مجھے کسی اور کی محبت کی ضرورت نہیں۔"

باپ اور چچا کو وصیت

حرا چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئی اور پھر زور زور سے کہنے لگی: "پتا جی! اسلام ضرور قبول کر لینا، مسلمان ضرور ہو جانا۔ چاچا! مسلمان ضرور ہو جانا۔ ہم بے رحم پتھروں اور آگ کے شعلوں سے بڑھ کر ظالم تھے۔ وہ ہماری لگائی ہوئی آگ میں جلتے ہوئے بھی ہماری اخروی زندگی کا بھلا سوچ رہی تھی۔ وہ ہمیں سلامتی کا راستہ دکھا رہی تھی۔ اور ہمیں اس کی ان باتوں پر بہت غصہ آ رہا تھا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیسی بچی ہے کہ آگ میں جلتے ہوئے بھی اس نے اپنی زندگی کے لیے ہمارے آگے ہاتھ نہ پھیلائے۔ ایک بار بھی تو نہ کہا کہ "پتا جی! چاچا جی! مجھے بچا لو، مجھے معاف کر دو۔"

اس کی باتوں اور نصیحتوں پر مجھے اس قدر غصہ آیا کہ میں نے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑا اور چل دیا۔ بھائی صاحب کے دل میں بیٹی کی محبت جاگ اٹھی، کہنے لگے: "ایک بار اور سمجھا کر

دیکھ لیتے ہیں، شاید سمجھ جائے۔ میں نے غصے میں سخت ردِعمل کا اظہار کیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ حرا کی آخری آواز جو ہمارے کانوں میں پڑی وہ ''لا الہ الا اللہ'' کی تھی۔ ہم نے اسے زندہ جلا دیا۔ سورۂ بروج میں مذکور خندق والے جلتے مسلمانوں کو دیکھ کر اگر قہقہے لگا رہے تھے تو میں بھی اپنے مذہبی فریضے کی ادائیگی پر بہت خوش تھا۔ وہ بھی سنگدل اور سفاک تھے اور میں ان سے بڑھ کر سفاک تھا کہ میرے سامنے میری بھتیجی جل رہی تھی۔ آج جب میں حرا کی زندگی کے آخری لمحات کو تصورات میں لاتا ہوں تو میرا پتھر دل بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اس کے منہ سے نکلے آخری الفاظ اور آگ کے شعلوں میں دی جانے والی اسلام کی دعوت کا سوچ کر میں ریزہ ریزہ ہو جاتا ہوں اور اپنی ذات سے نفرت کی آگ مجھے جلانے لگتی ہے۔ اس نفرت کی آگ کے شعلے خندق کی آگ کے شعلوں سے بھی زیادہ گرم اور اذیت ناک بن جاتے ہیں۔

والد کا پچھتاوا اور قبولِ اسلام

حرا کے والد نے اپنی بیٹی کی اس اذیت ناک موت (شہادت) کا بہت اثر لیا۔ وہ گھر واپس آتے ہی بیمار ہو گئے۔ حرا آخران کی بیٹی تھی، لختِ جگر تھی۔ لختِ جگر کو اپنے سامنے جلتا اور مرتا دیکھنا کسی باپ کے بس کا روگ نہیں۔ بیٹی کی مظلومانہ موت کے صدمے کی بیماری ان کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔ مرنے سے دو دن پہلے انھوں نے مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا: ''میں نے زندگی میں جو کیا، سو کیا مگر اب میں اپنی بیٹی کی آخری خواہش رد نہیں کر سکتا۔ اس نے آگ کے شعلوں میں جلتے ہوئے مجھے مسلمان ہونے کو کہا تھا۔ میں پچھتاوے کی آگ میں جل رہا ہوں اور یہ آگ پٹرول کی آگ سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ اسے میری بیٹی کا دھرم ہی بجھا سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری موت حرا کے دھرم کے بغیر ہو، فوراً کسی مولوی کو بلاؤ۔''

بھائی صاحب کی بیماری اور اب ان کی باتوں نے مجھے بھی توڑ دیا تھا۔ میرے پتھر دل میں بھی دراڑیں پڑ گئیں۔ شاید میرے اندر کا ہندو کمزور ہو رہا تھا۔ میں نے بھائی صاحب سے قطعاً بحث نہ کی اور نہ انھیں اسلام قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کی بلکہ خاموشی سے اٹھا اور قریبی مسجد میں چلا گیا۔ مولوی صاحب آئے اور انھوں نے بھائی صاحب کو کلمہ پڑھایا۔ ان کا اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا۔ بھائی صاحب نے وصیت کی کہ مرنے کے بعد مجھے اسلامی طریقے سے دفنانا۔ میرے لیے ان کی وصیت پر عمل کرنا بہت مشکل اور نہ کرنا بھی تکلیف دہ تھا۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے بھائی کی انتم اِچھا (آخری خواہش) پوری کرنے کے لیے یہ کیا کہ علاج کے بہانے انھیں دہلی لے گیا۔ وہاں ہسپتال میں داخل کرایا۔ بیٹی کی موت کا صدمہ بہت گہرا تھا، کسی دوا نے ان پر اثر نہ کیا اور وہ انتقال کر گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ خاصے مطمئن تھے کہ انھوں نے اپنی بیٹی کی آخری خواہش کو پورا کر دیا ہے۔ ان کی موت بڑے پرسکون انداز میں ہوئی۔

چچا اسلام کی دہلیز پر

میں نے وہاں ایک مسلمان ڈاکٹر کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو انھوں نے سنگم وہار کے مسلمانوں کو بلا کر بھائی کی تدفین کے لیے کہا۔ اگرچہ میں نے بھائی کی آخری خواہش پر عمل کیا مگر سچ یہ ہے کہ مجھے ان کے مسلمان ہونے کا بہت دکھ ہوا تھا۔ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میری بھابی بھی یقیناً مسلمان ہو کر مری ہوں گی۔ مجھے ایسے لگا کہ کسی مسلمان نے ہمارے گھر پر جادو کر دیا ہے اور وہ دلوں کو باندھ رہا ہے۔ اسی لیے ایک ایک کر کے سب اپنے دھرم کو چھوڑ کر مر رہے ہیں۔ میں نے اس بارے میں کئی سیانوں سے بات کی۔ ایک روز تانترک (جادو ٹونے والے) کی تلاش میں شاملی سے اُون جا رہا تھا۔ جس بس میں سوار ہوا وہ کسی

مسلمان کی تھی اور ڈرائیور بھی مسلمان تھا۔ اس نے قوالی کی کیسٹ چلا رکھی تھی۔ ''بڑھیا'' نام کی قوالی تھی۔ اس میں ہمارے نبی کریم ﷺ کو ایک بڑھیا کے ستانے، آپ ﷺ کے اس کے ساتھ اچھے سلوک، اس کو سمجھانے اور پھر بڑھیا کے مسلمان ہو جانے کا قصہ تھا۔ سپیکر میرے سر پر تھا۔ قوالی نے میری سوچ کو بدل دیا۔ مجھے خیال آیا کہ جس نبی کا یہ قصہ ہے، وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ جھنجھانہ میں بس رکی تو میں اَوَن جانے کے بجائے وہیں اتر گیا۔ میں نے اسلام کا مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ واپسی کے لیے شاملی کی بس میں بیٹھا، اس میں بھی ایک کیسٹ چل رہی تھی۔ یہ پاکستان کے مولوی قاری حنیف صاحب کی تقریر تھی۔ تقریر میں موت اور موت کے بعد کے حالات بیان کیے جا رہے تھے۔ مجھے شاملی اترنا تھا مگر تقریر مکمل نہ ہوئی تھی۔ شاملی اڈے پر ڈرائیور نے ٹیپ کو بند کر دیا۔ قاری حنیف صاحب کی تقریر نے اس قدر متاثر کیا کہ میں نے مظفر نگر کا ٹکٹ لے لیا۔ بگھرا جا کر وہ تقریر ختم ہوئی۔ اس تقریر نے اسلام سے میرے فاصلے کو بہت کم کر دیا۔ میں بڈھانہ روڈ پر اترا اور گھر جانے کے لیے بڈھانہ کی بس پر سوار ہو گیا۔ میرے قریب ایک مولوی صاحب بیٹھے تھے۔ ان سے میں نے کہا: ''میں اسلام کے بارے میں پڑھنا اور معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں، اس سلسلے میں آپ میری رہنمائی کریں۔'' انھوں نے کہا: ''آپ پھلت جائیں اور وہاں مولوی کلیم صدیقی صاحب سے ملیں۔ ہمارے علاقے میں ان سے زیادہ پڑھا لکھا اور مناسب آدمی کوئی نہیں۔'' میں نے ان سے مولوی کلیم صدیقی صاحب کا پتہ لیا اور گھر جانے کے بجائے پھلت چلا گیا۔ مولوی کلیم صدیقی صاحب گھر پہ نہ تھے۔ وہ کہیں گئے ہوئے تھے اور اگلے روز انھیں واپس آنا تھا، چنانچہ رات میں نے وہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔ رات کو ایک ماسٹر صاحب نے مجھے کلیم صدیقی صاحب کی کتاب ''آپ کی امانت، آپ کی سیوا'' پڑھنے کو دی۔ اس کتاب کی زبان اور دل کو چھو لینے والی باتوں نے میرے ذہن و قلب کو شکار کر لیا۔

اسلام کی آغوش میں

مولوی صاحب اگلے روز صبح کے بجائے شام کو پھلت پہنچے۔ نماز مغرب کے بعد میں ان سے ملا اور اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ میں نے ان سے کہا: ''میں تو یہاں اسلام کی معلومات حاصل کرنے آیا تھا مگر آپ کی کتاب نے مجھے شکار کر لیا ہے۔ اب میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔'' مولوی صاحب بہت خوش ہوئے۔ یوں 13 جنوری 2000ء کو میں نے کلمۂ شہادت پڑھا اور ''عبداللہ'' میرا نام رکھا گیا۔

رات میں نے وہیں قیام کیا اور مولوی صاحب سے ایک گھنٹہ طویل ملاقات کی۔ اس ملاقات میں، میں نے انھیں اپنے ظلم و سفاکی اور اسلام دشمنی کی داستان سنائی۔ حرا کی کہانی سن کر مولوی صاحب دیر تک روتے رہے اور بتایا کہ ''حرا ہمارے یہاں ہی مقیم رہی اور پھر میری بہن کے پاس دہلی چلی گئی تھی۔'' اپنے ظلم و سفاکی کا شدید احساس ہوتے ہی میری حالت بہت خراب ہو گئی۔ میں دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ مولوی صاحب نے تسلی دیتے ہوئے بتایا کہ اسلام گزشتہ سارے گناہ ختم کر دیتا ہے مگر میرے دل کو پھر بھی اطمینان نہ ہوا۔ میں نے سوچا بھلا اس درجے کی سفاکی اور درندگی کو کس طرح معاف کیا جا سکتا ہے۔

مولوی صاحب نے کئی مثالیں دے کر سمجھایا کہ اسلام قبول کرتے ہی پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے مزید کہا: ''آپ نے بڑی تعداد میں مسلمانوں کو قتل کیا، اب کچھ مسلمانوں کی جان بچانے کی کوشش کریں۔ اس طرح آپ کے دل کو اطمینان و سکون ملے گا۔ قرآن کا فرمان ہے: إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ''نیکیاں گناہوں کو زائل کر دیتی ہیں۔'' (ھود: 114/11) میں نے مولوی صاحب کی بات پلے باندھ لی۔ اب کوئی حادثہ ہو یا بیماری یا کوئی مسلم کش فساد ہو، میں مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کسی مرنے والے کو نہیں بچا سکتا مگر کوشش کرنے والا بھی بچانے والے کی طرح ہوتا ہے،

اس لیے کوشش کرتا رہتا ہوں کہ شاید میرے گناہوں کا کچھ ازالہ ہو جائے۔

فسادات گجرات میں ازالۂ جرم

گجرات میں مسلم کش فسادات ہوئے تو میں نے موقع غنیمت جانا اور وہاں ہندو بن کر بہت سے مسلمانوں کو محفوظ جگہ پہنچایا۔ متعدد بار مسلمانوں کو بلوے کے خطرے سے پہلے ہی ہوشیار کر دیا۔ میں ہندوؤں کے اجلاسوں میں بھی شریک ہوتا تھا، اس لیے مجھے ان کے منصوبوں کا پہلے پتہ چل جاتا تھا۔ میں نے کم وبیش گیارہ حملوں کی قبل از وقت اطلاع دے کر مسلمانوں کو محفوظ مقامات پر پہنچنے کا موقع دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے اللہ کا کرم تھا جس نے مجھے اپنے سابقہ مظالم کے ازالے کی توفیق دی۔ اور ایک کام تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ایسا لیا جس سے میرے دل کو بڑا سکون ملا۔

بھاؤنگر میں ایک مدرسے میں چار سو مسلم بچے زیر تعلیم تھے۔ ہندوؤں نے بچوں سمیت مدرسے کو جلانے کا پروگرام بنایا۔ میں نے پہلا کام یہ کیا کہ تھانہ انچارج کو اطلاع دی اور مدرسے کی حفاظت کے لیے راضی کیا۔ دوسرا کام یہ کیا کہ ہندو حملہ آوروں کے لشکر کی آمد سے دس منٹ قبل مدرسے میں پہنچ گیا۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے پچھلی دیوار توڑی اور چار سو معصوم بچوں کو وہاں سے بھگا دیا۔ یہ کام کر کے میرے دل کو تسلی ہوئی کہ جب حرا کو پتا چلے گا کہ میں نے اس کے چار سو مسلمان بھائیوں کو ہندوؤں کے ہاتھوں جلنے سے بچایا ہے تو وہ یقیناً مجھے معاف کر دے گی۔

میں تین ماہ تک گجرات میں رہا اور اپنے ہر لمحے کو مسلمانوں کے لیے وقف کیے رکھا۔ پھر بھی جب اپنے مظالم پر نگاہ ڈالتا ہوں تو دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ میرے مظالم اس قدر زیادہ ہیں کہ شاید کبھی ان کا ازالہ نہ کر سکوں۔ اکیلی حرا کا قتل ہزاروں قتلوں پر بھاری ہے۔ پھر

مولوی کلیم صدیقی کی بات ذہن میں آ کر مجھے تسلی دینے لگتی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کی رحمت ناقابل تصور حد تک وسیع ہے۔ تمھارے مظالم اس کی رحمت کے سامنے کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ موت کا وقت اور بہانہ تو اس نے خود طے کیا ہے۔ جس اللہ نے آپ کو ہدایت سے نوازا، وہ آپ کو معاف کرنے پر کیوں قادر نہیں؟''

پورا خاندان حلقہ بگوشِ اسلام

مولوی کلیم صاحب نے اسلام سیکھنے اور سمجھنے کے لیے مجھے تبلیغ کے لیے جماعت کے ساتھ جانے کا مشورہ دیا۔ میں نے ان سے دو ماہ کا وقت مانگا۔ اس عرصے میں میں نے گاؤں کے مکانات اور زمینیں سستے داموں فروخت کر دیں اور دہلی میں مکان خرید لیا۔ اپنی بیوی، دو بھتیجوں اور حرا کی بہن کو اسلام کی دعوت دی، انھیں قائل کیا اور پھلت لے جا کر انھیں کلمہ پڑھوایا۔ اس کام میں دو ماہ کے بجائے پورا سال لگ گیا۔ اس کے بعد میں جماعت کے ساتھ جانے لگا۔

میرا دل ہر وقت اس غم میں ڈوبا رہتا کہ اتنے مسلمانوں اور پھول سی حرا کو اس سفا کی سے قتل کرنے والا کس طرح معافی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ میری اس پریشانی کو دیکھتے ہوئے مولوی صاحب نے مجھے قرآن مجید، خاص طور پر سورۂ بروج بار بار پڑھنے کو کہا۔ اب یہ مجھے زبانی یاد ہے اور اس کا ترجمہ بھی۔ 1400 سال پہلے کیسی سچی بات میرے اللہ نے کہی تھی۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ غیب جاننے والے اللہ نے ہمارا نقشہ کھینچا ہے:

﴿ قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ؕ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ؕ﴿۹﴾

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴿١٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ﴿١١﴾

''مارے گئے خندقوں والے، آگ کی خندقیں جن میں انھوں نے بہت سا ایندھن جھونک رکھا تھا اور وہ خندقوں کے پاس بیٹھے تھے اور اہل ایمان کے ساتھ جو ظلم وستم وہ کر رہے تھے، اس کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ اہل ایمان کی اس بات سے برافروختہ تھے کہ وہ لوگ اس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور قابل تعریف ہے اور جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اور اللہ ہر چیز کے حال سے واقف ہے۔ بے شک جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں کو ایذائیں دیں اور پھر توبہ نہ کی، ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے، البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔''[1]

اس سورت کو پڑھیں اور حرا کی تڑپا دینے والی آخری صداؤں کو غور سے سنیں:

''اے میرے اللہ! تو مجھے دیکھ رہا ہے نا۔ میرے اللہ! تو مجھے دیکھ رہا ہے نا۔ میرے اللہ! تو مجھ سے محبت کرتا ہے نا۔ اپنی حرا سے پیار کرتا ہے نا۔ ہاں، میرے اللہ، تو غار حرا سے بھی محبت کرتا ہے اور گڑھے میں جلتی ہوئی حرا سے بھی۔ اے اللہ! تیری محبت اور رضا کے بعد مجھے کسی اور کی محبت کی ضرورت نہیں۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھ سے کوئی ایسا کام ضرور کرا دے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے کہ میرے مظالم کی تلافی ہو گئی ہے۔ واقعی قرآن کے اس فرمان میں مجھ ایسے لاعلاج مریض کے لیے بڑا علاج ہے کہ اچھائیاں برائیوں کو زائل کر دیتی ہیں، اس لیے گجرات کے

[1] البروج 85:4-11

فسادات میں کچھ معصوم مسلمانوں کی مدد اور ان کی جانیں بچانے کی کوشش سے میرے دل کو کسی حد تک تسلی ہوتی ہے۔ [1]

[1] ماخوذ از ماہنامہ ''ارمغان شاہ ولی اللہ'' پھلت اور ماہنامہ ''اللہ کی پکار'' بحوالہ: ماہنامہ 'بیدار ڈائجسٹ' لاہور، جولائی 2005ء

نماز کی کشش نے مجھے اسلام تک پہنچا دیا

[جناب عبد السلام ہینکن قبول اسلام سے پہلے ولیم ہینکن کہلاتے تھے۔ وہ اوائل جوانی ہی میں مراکش کے ایک بزرگ احمد انس کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ ان کے بقول مسیحیت کے عقائد ایک گورکھ دھندا ہیں جبکہ اسلام کا عقیدہ سادہ، سچا اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ اپریل 2005ء میں عبد السلام صاحب لاہور آئے تو جناب انیس الرحمٰن نے ہفت روزہ ندائے ملت کے لیے ان کا ایک ایمان افروز انٹرویو لیا جو ''ندائے ملت'' کے شکریے کے ساتھ شامل کتاب کیا جا رہا ہے۔]

سوال آپ کو اسلام کی جانب کس چیز نے مائل کیا؟

جواب میرا نام عبد السلام ہینکن ہے۔ میں 1961ء میں برطانیہ کے ایک قصبے گرِمزبی میں ایک پروٹسٹنٹ عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا۔ میرے والد ولیم ہینکن کا انتقال اس وقت ہوا جب میں ابھی عمر کے ابتدائی حصے میں تھا۔ ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود میں اپنے آبائی مذہب کے افکار سے مطمئن نہیں تھا کیونکہ جو سوالات میرے دماغ میں تھے، ان کے جواب مجھے تسلی بخش اور عقلی طور پر اپنے پروٹسٹنٹ عیسائی مذہب میں نہیں ملتے تھے، اس لیے میں نے ان سوالات کے جواب حاصل کرنے کے لیے باقاعدگی سے تقریباً ہر مذہب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مغرب میں حقیقتاً مذہب نہیں ہے، عیسائیت کے نام

پر بت پرستی ہے یا مکمل طور پر لادینیت اور مادہ پرستی۔ ایسے ماحول میں انسان کے دماغ میں کئی قسم کے سوالات جنم لیتے ہیں جبکہ ایک پیدائشی مسلمان اس قسم کی صورتحال سے دوچار نہیں ہوتا۔

سوال برطانیہ میں تو اسلامک سینٹرز ہیں، وہاں سے آپ کو رہنمائی نہیں ملی؟

جواب میرے قصبے ڈوور میں مسلمان نہیں تھے جبکہ لندن میں موجود اسلامی سینٹر میرے علم میں نہیں تھا۔

سوال آپ نے کن مذاہب کا مطالعہ کیا؟

جواب عیسائیت میں کیتھولک مسلک کا مطالعہ کیا۔ اس کے علاوہ یہودیت کا مطالعہ کیا جبکہ ہندوازم، تاؤازم اور بدھ مت کا لٹریچر بھی پڑھا۔

سوال لیکن اگر آپ یہودیت پر ایمان لے آتے تو پھر بھی آپ یہودی مذہب اختیار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہودی ہونے کے لیے یہودی ماں کے بطن سے پیدا ہونا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں آپ کیا کرتے؟

جواب ایسا نہیں ہے۔ یہودیوں کے ہاں بھی بہت سے فرقے ہیں، تاہم ایک طرح سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہودی دو طرح کے ہیں: ایک وہ جنھیں آرتھوڈکس یہودی کہا جاتا ہے، یہ بہت بنیاد پرست قسم کے یہودی ہیں۔ وہ تو کسی صورت مجھے قبول نہیں کر سکتے تھے مگر ان کے علاوہ لبرل قسم کے یہودی بھی ہیں، اُن کے ہاں یہودی افکار پیدائشی طور پر غیر یہودی بھی اختیار کر سکتا ہے۔

سوال یہودیت میں آپ کو کوئی کشش نظر آئی؟

جواب بالکل نہیں۔ یہودیت میں بھی بے شمار چیزیں غیر منطقی ہیں، میں اس سے بھی مطمئن نہ ہو سکا۔

سوال مذہب کی جستجو کرتے ہوئے اسلام کے بارے میں آپ کو شروع میں کیا معلومات حاصل ہوئیں؟

جواب شروع میں اسلام کے بارے میں مجھے کوئی خاص معلومات میسر نہ آ سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا تعلق جس علاقے سے ہے وہاں مسلمانوں کی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ مغربی مستشرقین نے جس طرح کی تحقیق اسلام کے بارے میں کی ہے اُس سے انسان مسلمان ہونے کے بجائے اسلام سے دور چلا جاتا ہے۔ یہ تمام تحقیق زیادہ تر ایک مخصوص نقطۂ نظر کے تحت کی گئی ہے، اس لیے برطانیہ میں رہتے ہوئے مجھے اتفاقاً ایسا کوئی ادارہ یا کتابیں میسر نہ آ سکیں جو اسلام کے صحیح تعارف کا سبب بنتیں۔

سوال اگر برطانیہ میں رہ کر اسلام کے بارے میں آپ کو صحیح تعارف میسر نہ آ سکا تو پھر کس طرح آپ کو اس دین کے بارے میں صحیح آگاہی ہوئی؟

جواب میں انسان اور اس کی زندگی کا اصل مقصد جاننا چاہتا تھا۔ اس مقصد کی خاطر میں مذاہبِ عالم کا مطالعہ کرتا رہا اور اسی جستجو میں مجھے سفر بھی اختیار کرنا پڑا۔ میں چار مغربی ممالک کے سفر کے بعد ایک مسلمان ملک مراکش جا پہنچا۔ میرے اس سفر کا دورانیہ تقریباً ایک سال بنتا ہے۔ یہ جستجو مجھے مراکش کے شہر فاس میں لے آئی۔ میں فاس کی تاریخی مسجد جامعہ قرویین کے سامنے کھڑا تھا، نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے مسلمانوں کو نماز ادا کرتے دیکھا تو میرا بھی دل چاہا کہ میں بھی اِن کی طرح یہ عبادت کروں۔ اسی اثنا میں نماز کا وقت ختم ہوا اور بہت سے لوگوں کے ساتھ ایک شخص مسجد سے باہر آیا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ کیا میں بھی اس طرح عبادت کر سکتا ہوں تو اُس نے جواب دیا کہ اس طرح نماز ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر اس سے پہلے آپ اس دین کے بارے میں تو کچھ جان لیں جس دین میں یہ طریقۂ عبادت ہے۔ مجھے اس کی بات معقول نظر آئی اور میں اس کے ساتھ اس کے ایک دوست کے

گھر گیا جہاں انھوں نے مجھے اسلام کے بارے میں بہت سی معلومات مہیا کیں۔ اس طرح مجھ میں اسلام کے بارے میں اور بہت کچھ جاننے کا تجسس پیدا ہوا۔ میں اُن سے اور دیگر علماء سے اسلام کے بارے میں بہت سوالات کرتا جن کا مجھے تسلی بخش جواب دیا جاتا۔ یوں میں چار دنوں کے اندر مسلمان ہو گیا۔

سوال اسلام سے متعلق کس چیز نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا یا کس خاص بات کی وجہ سے آپ نے مسلمان ہونے کا اِرادہ کیا؟

جواب اس سلسلے میں میرا جواب شاید آپ کے لیے دلچسپ ہو۔ جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ میں انسان اور اس کی زندگی کے حقیقی مقاصد جاننا چاہتا تھا اور اِن سوالوں کے جواب مجھے کسی مذہب میں عقلی طور پر نہیں مل سکے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ میرے اسلام لانے کا اصل سبب یہ ہے کہ مجھے انسان اور اُس کی زندگی کے اصل مقاصد کے متعلق سوالوں کے جو جواب دیے گئے وہ سارے کے سارے عقلی اور منطقی تھے۔ یہی ایک بات میرے اسلام لانے کا سبب بنی۔ اگر تمام چیزیں ٹھیک ہوتیں اور ان میں سے ایک بھی بات غیر عقلی ملتی تو شاید میں کبھی مسلمان نہ ہو سکتا مگر تلاش بسیار کے باوجود اسلام میں مجھے کوئی بات غیر عقلی نہ مل سکی جس پر میں قائل ہو گیا کہ یہی وہ دین ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ یوں میں آج سے تقریباً بائیس برس قبل اسلام لے آیا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک میں اسلامی تعلیمات کا ایک طالب علم ہی ہوں اور اس عظیم دین کی حقانیت مجھ پر روز بروز کھلتی جا رہی ہے۔

سوال اسلام کی جستجو میں آپ نے مراکش کے علاوہ کسی اور اسلامی ملک کا سفر کیا؟

جواب جی نہیں، ان دنوں میں نے صرف مراکش تک ہی سفر کیا تھا۔ کئی سال بعد میں نے مصر اور ملائشیا وغیرہ کا سفر اختیار کیا۔

سوال اسلام قبول کرنے کے بعد جب آپ واپس برطانیہ گئے تو گھر والوں کی جانب سے

کس طرح کا ردعمل سامنے آیا؟

جواب تمام گھر والے حیران تھے کہ اتنی بڑی تبدیلی کیسے آ گئی۔ مجھے یاد ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا اور میرے دوست مجھے کلب لے جانے کے لیے آئے تو اُس وقت انھیں پتا چلا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ اسلام لانے سے پہلے میں دوستوں کے ساتھ کلب جایا کرتا تھا، شراب نوشی کثرت سے کرتا تھا۔ اسی کام کے لیے میرے دوست مجھے لینے آئے مگر اس مرتبہ میں الحمدللہ روزے سے تھا اور ماضی کی زندگی سے یکسر کنارہ کش ہو چکا تھا۔

سوال والدہ کی جانب سے کیا ردعمل سامنے آیا؟

جواب حقیقت میں میری والدہ نے میرا بہت ساتھ دیا بلکہ جب میں انھیں اسلام کے بارے میں آگاہ کرتا تو وہ بہت غور سے میری بات سنتیں۔ ان کا اسلام کے بارے میں اپنا بھی مطالعہ تھا، چنانچہ 1997ء میں انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ملائشیا گئیں کیونکہ میرے والد تو آسٹریلوی انگریز تھے مگر والدہ ڈچ یعنی ہالینڈ کی رہنے والی تھیں اور ہالینڈ کے باشندوں کا نو آبادیاتی دور سے انڈونیشیا اور ملائشیا سے قریبی تعلق ہے۔ میری والدہ اسلام قبول کرنے کے چند ماہ بعد ہی ملائشیا میں انتقال کر گئی تھیں۔ ان کی آخری رسومات مکمل اسلامی طریقے سے ادا کی گئیں کیونکہ ان کا انتقال مسلم ملک میں ہوا تھا، اس لیے میں اسے ان کی خوش قسمتی ہی کہوں گا۔

سوال آپ کے خاندان میں والدہ کے علاوہ اور کون مسلمان ہوا؟

جواب میری والدہ کے مسلمان ہو جانے کے چند ماہ بعد میرا چھوٹا بھائی بھی اسلام لے آیا۔ اس کا نام اب ہاشم ہے۔

سوال دائرۂ اسلام میں آنے کے بعد آپ کی برطانیہ میں سماجی سرگرمیاں کیسی رہیں؟

جواب اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے باقاعدگی سے اسلام کا مطالعہ شروع کیا کیونکہ اسلام

کے بہت سے وسیع شعبے ہیں۔ میرا یہ مطالعہ بائیس سال سے جاری ہے۔اس کے ساتھ ساتھ میں برطانیہ میں مسلمان ہونے والے نئے افراد کی مدد کرتا ہوں، انھیں لٹریچر مہیا کرتا اور دیگر معاملات میں ان کی مدد کرتا ہوں۔ میں نے برطانیہ میں موجود کئی اسلامی تنظیموں میں کام کیا۔ برطانیہ کی اسلامک پارٹی میں باقاعدہ شمولیت اختیار کر لی۔ میں نے مشہور برطانوی مسلم ڈیوڈ موسیٰ پیڈکاک یا داؤد موسیٰ کے ساتھ مل کر اس پارٹی میں کام کیا۔اس کے علاوہ میں نے برطانیہ کی یونیورسٹی میں اسلام کے اقتصادی نظام سے متعلق بھی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد عربی زبان سیکھنے مصر کی جامعہ الازہر بھی گیا۔ یہاں سے قبرص کا سفر اختیار کیا اور وہاں کی درس گاہوں میں اسلام کے معاشی نظام سے متعلق علمی آگاہی حاصل کی۔ میں نے اسلامک فاؤنڈیشن (یُو کے) کے جناب خرم مراد اور پروفیسر خورشید احمد سے کئی ملاقاتیں کیں اور ان سے خاصا استفادہ کیا۔

سوال اسلامک پارٹی میں آپ کی خدمات کا شعبہ کون سا تھا؟

جواب میں اسلامک پارٹی کے اقتصادی شعبے کی ترجمانی کے فرائض انجام دیتا رہا۔

سوال مستقبل میں آپ کے کیا منصوبے ہیں؟

جواب میں اسلام کے اقتصادی نظام سے متعلق کام کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ تیسری دنیا خصوصاً مسلم ممالک کو مغربی اقتصادی نظام کے تحت لا کر انھیں تباہی سے دوچار کر دیا گیا ہے۔سُود کی تباہ کاریاں اب ہر جگہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ معاشی تعمیر کے نام پر تخریب کاری کی جا رہی ہے۔ اِسی لیے میں نے اس شعبے میں کام کرنے کا عزم کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے اور دیگر مسلمان سکالروں کے تجربات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے معاشی اور اقتصادی نظام پر کتابیں تالیف کروں تاکہ مسلمانوں کو مغربی اقتصادی نظام کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا جا سکے۔

(''ندائے ملت'' لاہور، 5 مئی 2005ء)

قرآن کی گولڈن آیات کی تاثیر

امریکی نومسلم مسٹر برینڈن یوسف ٹوروپوف گزشتہ برس ممتاز سعودی بزنس مین ڈاکٹر یوسف العزام کی خصوصی دعوت پر ایک ہفتے کے لیے سعودی عرب آئے تھے۔ عمرہ کرنے کے بعد انھوں نے مسجد نبوی کی زیارت کی۔ وہ سعودی دارالحکومت ریاض آئے تو مکتبہ دارالسلام ریاض کے ایم ڈی مولانا عبدالمالک مجاہد نے ان کے اعزاز میں مرحبا ریستوران میں ایک پُرتکلف عشائیے کا اہتمام کیا۔

برادر یوسف بہت سی اسلامی کتابوں کے مصنف ہیں اور دو سال قبل ہی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ وہ امریکہ کی برینڈیز یونیورسٹی کے گریجوایٹ ہیں اور امریکہ کی ٹریننگ آرگنائزیشنز کے لیے بطور سینئر رائٹر کام کر رہے ہیں۔

عشائیے میں نومسلم بھائی برینڈن یوسف ٹوروپوف نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا: ''عمرے کی ادائیگی کے لیے اسلام کی مقدس سرزمین میں آ کر مجھے جو خوشی ہوئی ہے اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں اللہ رب العلمین کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے حق کے راستے پر چلنے کی توفیق بخشی۔ میرے دائرۂ اسلام میں آنے کا تمام تر کریڈٹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (Jesus) کو جاتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں بیان کیے گئے ان کے سچے اور غیر اُلوہی کردار سے متاثر ہو کر میں مذہب اسلام کے قریب آیا۔ میں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے تقریباً چار پانچ ماہ تک قرآن پاک کا بغور مطالعہ کیا۔ میں جوں جوں اس سچی الہامی کتاب کا

مطالعہ کرتا گیا، میرے دل کے بند دریچے آہستہ آہستہ کھلتے گئے اور میرے اندر اسلام کے حلقہ بگوش ہونے کا جو خیال جڑ پکڑ چکا تھا، وہ پختہ ہونے لگا۔ قرآن مجید کے علاوہ میں نے کئی دیگر اسلامی کتابیں بھی پڑھ ڈالیں۔ میں اپنے خاندان میں اسلام قبول کرنے والا پہلا شخص ہوں اور بغیر کسی دباؤ کے دائرۂ اسلام میں داخل ہوا ہوں۔ اپنا پہلا مذہب چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو اپنی زندگی کا لائحۂ عمل بنانا بڑا دشوار کام ہے۔ اسلام قبول کرنا میرے لیے آزمائش پر مبنی مرحلہ تھا۔ وہ لمحات میری زندگی کے مشکل ترین لمحات تھے مگر عقیدے اور ایمان نے کسی مشکل کو راستے کی رکاوٹ نہیں بننے دیا۔''

اسلام میں نیا جنم

برادر یوسف نے بتایا: ''عیسائی ہوتے ہوئے میں انجیل کا مطالعہ کر چکا تھا، پھر جب قرآن کا مطالعہ کیا تو مجھے ان دونوں کی تعلیمات میں واضح فرق نظر آیا۔ قرآن کریم کی ایک ایک آیت مجھے گولڈن محسوس ہوئی جس میں کہیں کوئی فرق نہ پایا۔ اسلام کی تعلیمات سادہ، انسانی فطرت کے مطابق اور خالص توحید سے عبارت ہیں جن میں شرک کا کوئی شائبہ نہیں۔ یہ ایک کامل ضابطۂ حیات ہے۔ دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو امن و سلامتی کا داعی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے آج میری حالت ایسی ہے، جیسے میں نے آج ہی جنم لیا ہو اور میں ایک نومولود بچے کی طرح ہوں۔ میرے اندر اسلام سے جُڑ جانے کی جو تبدیلی آئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لیے گرانقدر اثاثہ ہے۔ اسلام کی آغوش میں آ کر آج میں اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین شخص سمجھنے لگا ہوں۔''

نومسلم یوسف نے مسلمان ہونے کے بعد پہلی بار عمرے کی سعادت حاصل کی، اس وقت کے تاثرات بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا: ''جب میں حرم کعبہ میں داخل ہوا تو میری نظریں کعبہ مشرفہ پر جم کر رہ گئیں۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں حرم میں

موجود ہوں۔ بہت دیر تک میری یہی کیفیت رہی۔ میرے دل کی جو حالت ہوئی، اسے بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔'' انھوں نے مزید بتایا: ''میں اب باقاعدگی سے نماز پنجگانہ ادا کرتا ہوں اور اکثر بڑی اسلامی مجالس میں شریک ہوتا ہوں۔ میرا بڑا بیٹا اکثر میرے ساتھ مسجد میں جاتا ہے اور اس کا ذہن تبدیل ہو رہا ہے جبکہ میرے دو چھوٹے بچے میرے اسلامی کردار اور عبادات کے بارے میں اپنی والدہ سے پوچھتے رہتے ہیں۔ اللہ کی بارگاہ سے امید ہے کہ وہ انھیں بھی قبول اسلام کی توفیق بخشے گا۔''

برادر برینڈن یوسف نے مغرب بالخصوص امریکہ میں اسلام کی پیش رفت کے حوالے سے کہا: ''11 ستمبر کے تاریخی واقعات کے بعد پوری دنیا میں اسلام کے فروغ میں اضافہ ہوا ہے۔ مسیحی مشنریوں اور مستشرقین نے اسلام کے بارے میں جو غلط خیالات پھیلا رکھے تھے ان کی تردید سے اسلام کا حقیقی تصور کھل کر سامنے آ رہا ہے۔ لیکن مغربی بالخصوص امریکی میڈیا بدستور اسلامی تعلیمات توڑ مروڑ کر پیش کر رہا ہے۔ مغربی میڈیا کا یہ منفی کردار دراصل اس کا کاروبار بن چکا ہے۔''

تقریب کے صدر اور عشائیہ کے مہتمم مولانا عبدالمالک مجاہد نے کہا: ''ہم دارالسلام کے پلیٹ فارم سے برادر یوسف کو خوش آمدید کہتے ہیں اور انھیں یقین دلاتے ہیں کہ فروغ اسلام کے سلسلے میں ان سے ہر ممکن تعاون کریں گے اور انھیں دوبارہ سعودی عرب آنے کی دعوت خاص دیں گے تاکہ انھیں دین اسلام سے روشناس ہونے کا مزید موقع ملے اور ان کی علمی کوششوں کو تقویت حاصل ہو۔'' تقریب کے اختتام پر مجاہد صاحب نے برادر برینڈن یوسف اور صحافیوں کو اسلامی کتب کے تحائف پیش کیے۔

(ریاض، سعودی عرب سے جناب اعجاز احمد طاہر اعوان کا مکتوب)

جرمن خاتون سرویا (ثریا فاطمہ) کے قبول اسلام کی

رُوح پرور رُوداد

(محترمہ رضیہ نثار احمد کی زبانی)

ان دنوں ہم کراچی میں تھے۔ ایک دن میرے شوہر کے ایک دوست کا فون آیا کہ پشاور سے چند مہمان آئے ہیں۔ خواتین بھی ان کے ہمراہ ہیں جو پردہ دار ہیں۔ ہم نے ان کی رات کو دعوت رکھی ہے۔ چونکہ تمھاری بیوی بھی پردہ کرتی ہے، اس لیے اسے ضرور ساتھ لانا۔ پردے کا مکمل انتظام ہوگا اور مردوں کا کھانا اور بیٹھنا علیحدہ ہوگا۔ میں عام طور پر دعوتوں اور کھانوں میں شرکت کرنا پسند نہیں کرتی مگر چونکہ وہاں پردے کا انتظام بھی تھا اور صاحب خانہ مُصر بھی تھے، اس لیے انکار نہ کرسکی مگر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ''پروردگار! میرا وہاں جانا دین کی خدمت کے لیے ہو۔ صرف کھانا کھانے میں وقت ضائع نہ ہو۔''

ہم زبان سے ملاقات

جب وہاں پہنچے تو واقعی خواتین کے پردے کا پورا انتظام تھا اور ایک زینے کے ذریعے کوٹھی کے اوپر کے حصے میں بیبیوں کے لیے کمرہ مخصوص تھا۔ جب میں اوپر پہنچی تو ایک بڑا ڈرائنگ روم خواتین سے بھرا ہوا تھا۔ قہقہے اور خوش گپیاں ہورہی تھیں۔ میں سیدھی سامنے والے صوفے کے قریب پہنچی جو خالی تھا۔ اپنی پردے والی چادر اتار دی اور جھجکتے ہوئے ایک طرف بیٹھ گئی۔ اور ہاں، یہ بھی بتا دوں کہ صاحب خانہ غیر شادی شدہ تھے اور میزبان خاتون وہاں کوئی نہ تھی۔

ابھی میں سنبھلنے نہ پائی تھی کہ سامنے نگاہ پڑی۔ ایک غیر ملکی خاتون مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ میں نے سوچا اکثر اوقات جب میں باہر کسی مجلس میں جاتی ہوں یا کوئی اجتماع ہوتا ہے تو میرا پردہ اور چادر دیکھ کر کئی خواتین مسکراتی ہیں اور زیر لب کوئی فقرہ بھی کستی ہیں۔ خیر میں بھی جواباً مسکرائی تو وہ خاتون فوراً اٹھ کر میرے پاس آ بیٹھیں اور پوچھنے لگیں: ''کیا تم انگریزی بول سکتی ہو؟'' میں نے انگریزی میں جواب دیا: ''کیوں، کیا بات ہے؟'' کہنے لگیں: ''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج میری امید بر آئی۔ بیس سال سے میں کوشش کر رہی ہوں کہ کوئی مسلمان عورت ایسی ملے جو میری زبان سمجھے اور میں اس سے اسلام کے بارے میں کچھ پوچھوں مگر خواتین جو انگریزی جانتی ہیں وہ دین کے بارے میں بے بہرہ ہیں اور جو دین اسلام کی پیروی کرتی ہیں وہ میری زبان سے نابلد ہیں۔''

میں یہ سن کر پانی پانی ہوگئی۔ میں نے کہا: گو میں ایک بے علم اور ناقص سی مسلمان ہوں مگر اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو کچھ آپ مجھ سے پوچھیں، اللہ تعالیٰ اس کا صحیح علم مجھے عطا فرمائے۔ انھوں نے کہا: مجھے اپنا ٹیلیفون نمبر اور پتہ دے دو۔ میں نے خوشی خوشی ان کو اپنا فون نمبر اور پتہ دے دیا۔ اس وقت کھانے کا اعلان ہوا، پھر دوسری خواتین سے ملاقات ہوئی۔ رخصت ہونے سے پہلے ہم ایک دوسرے سے گرمجوشی سے ملیں اور وہ فون کرنے کا وعدہ کر کے چلی گئیں۔

جب میں گھر پہنچی تو خوشی کے مارے مجھے ساری رات نیند نہ آئی کہ اللہ تعالیٰ اس قدر رحیم اور کریم ہے کہ اس نے مجھ جیسی گنہگار کو دین اسلام کی خدمت کا سنہری موقع عطا فرمایا ہے۔ میں نے دعا مانگی: یا باری تعالیٰ! اس خاتون کو میرے ہاتھوں مسلمان ہونے کی سعادت عطا فرمانا۔

اسلام کی بے پناہ تڑپ

دوسرے دن ابھی چھ بجے تھے۔ صبح صبح اس خاتون کا فون آ گیا کہ بھئی میں ساری رات

خوشی سے نہیں سوئی۔ میں نے کہا کہ میں کب سوئی ہوں، میں بھی خوشی کی وجہ سے ساری رات جاگتی رہی ہوں۔ اس پر انھوں نے کہا کہ کیا تم آج آ سکتی ہو؟ میں نے اپنے میاں سے ذکر کیا تو کہنے لگے تم چلی جانا۔ میں نے بی بی کو بتایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں دس بجے آپ کے ہاں حاضر ہو جاؤں گی۔

دس بجے سے پہلے میں نے نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی اور درود شریف پڑھتے ہوئے وہاں جا پہنچی۔ جا کر دیکھا تو وہ بڑی بیتابی سے میرا انتظار کر رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کے بچے جو تقریباً دس اور بارہ سال کے تھے، دونوں موجود تھے۔ بہت تپاک سے ملیں اور کمرے میں بٹھایا۔ میں دل میں بار بار دعا کر رہی تھی کہ یا باری تعالیٰ! یہ جو بھی پوچھیں، تیرے حکم سے میری زبان سے اس کا جواب ٹھیک نکلے۔ یہ بھی مطمئن ہو جائیں اور میں بھی گنہگار ہونے سے بچ جاؤں۔ بیٹھتے ہی انھوں نے کہا کہ دین اسلام کے بارے میں ہمیں کچھ بتاؤ۔ میں نے جواب دیا کہ میں ایک عام سی مسلمان ہوں، کوئی عالم فاضل نہیں ہوں۔ بہتر ہے کہ آپ کے دل میں اسلام کے بارے میں جو خلش ہے اسے ظاہر کریں، اس کو دور کرنے کی میں پوری کوشش کروں گی۔ کہنے لگیں: عیسائیت کے بارے میں تمھیں علم ہوگا کہ ہمارا کیا عقیدہ ہے۔ میں نے کہا: آپ یہ پوچھنا چاہتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں ہم مسلمانوں کا کیا عقیدہ ہے اور اسلام اور عیسائیت میں بنیادی فرق کیا ہے؟ وہ بولیں: ہاں، میں یہی پوچھنا چاہتی ہوں مگر الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کا بہتان

اب میں آپ کو بتا دوں کہ جب اللہ تعالیٰ سے نیک نیتی کے ساتھ دعا کریں گے تو اس کے فضل و کرم سے فوراً آپ کے دل میں اس کا جواب القا ہو جائے گا۔ میری زبان سے فوراً نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جب میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا

اور ان کو بغیر ماں باپ کے صرف اپنے حکم سے پیدا کیا تو کسی کو اچنبھا نہ ہوا مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے حکم سے صرف بغیر باپ کے پیدا کیا تو تم لوگ اسے خدا کا بیٹا کیوں قرار دیتے ہو؟ کیسی بڑی بات ہے اور کیسا بڑا بہتان لگاتے ہو!

وہ خاتون تو یہ سنتے ہی فوراً میرے گلے لگ گئیں اور اپنی آنکھوں میں آنسو بھر کر بولیں: واقعی! ہم نے کبھی یہ تو سوچا ہی نہ تھا۔ کس قدر صحیح اور سچی بات ہے! میں مانتی ہوں، میں یقین کرتی ہوں۔ یہ بالکل ٹھیک بات ہے۔

اب میں حیران کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور حکم کے بغیر یہ بات میرے منہ سے ہرگز نہ نکل سکتی تھی۔ اگر میں ساری عمر بھی سوچتی تو یہ جواب میرے ذہن میں نہ آ سکتا تھا۔ سبحان اللہ!

میاں، نام کے مسلمان

میں نے کہا: اب مجھے اپنے میاں کی دینی حالت کے متعلق بھی بتائیے۔ کہنے لگیں: ''وہ مسلمان ہیں۔ ہم نے لندن میں شادی کی۔ ہمارا نکاح ایک مسلمان مولوی نے پڑھایا۔ اس نے چند کلمات عربی میں ادا کیے جو میں سمجھ نہ سکی۔ میرے میاں بیرسٹر ہیں۔ ہم شادی کے کچھ عرصہ بعد پاکستان آ گئے۔ ہمارے تین بچے ہیں۔ میرا نام سرویا ہے۔ میری ساس بہت عبادت گزار بی بی تھیں۔ ہر وقت نماز، تلاوتِ قرآن اور تسبیح میں مصروف رہتی تھیں۔ بہت نرم خو تھیں۔ مجھ سے بہت محبت کرتی تھیں مگر چونکہ ہم ایک دوسرے کی زبان نہ سمجھتی تھیں، اس لیے ایک دوسرے سے بات چیت نہ کر سکتی تھیں۔ مجھے انھیں دیکھ کر اسلام سے بہت دلچسپی ہو گئی مگر جب تک میرا دل تسکین نہ پاتا، میں مسلمان کیسے ہوتی اور کیا کرتی۔ میرا وطن جرمنی ہے۔ میں پڑھنے کے لیے انگلینڈ گئی تھی جہاں ہماری ملاقات ہوئی اور پھر شادی ہو گئی۔ میرے میاں مسلمان ضرور ہیں مگر محض نام کے۔ انھوں نے کبھی نماز نہیں پڑھی اور نہ قرآن پاک پڑھا ہے۔ نہ بچوں کو دین کے بارے میں بتایا ہے اور نہ مجھے، تاہم میرا تجسس اور شوق روز بروز

بڑھتا رہا۔ میں پاکستان میں جس خاتون سے بھی ملتی، اس سے اسلام کے بارے میں ضرور پوچھتی مگر وہ میرے بنیادی سوال کا جواب بھی نہ دے سکتی اور نہ انھیں اس سے کچھ زیادہ دلچسپی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ تم مجھے ملیں۔ تمھیں چادر میں لپٹے دیکھ کر میں نے سوچا ہو سکتا ہے یہ بی بی کچھ پڑھی لکھی ہو۔ آپ کی دین سے شیفتگی کا اندازہ تو آپ کے پردے ہی سے ہو گیا تھا، لہٰذا اللہ کا نام لے کر تمھاری طرف بڑھی۔ اب اللہ کرے تم اس بارے میں میری مدد کر سکو۔" میں نے کہا: "بسر وچشم، ان شاء اللہ مجھ سے جو بھی ہو سکا، تن من دھن سے حاضر ہوں۔ یہ میرا دینی فرض بھی ہے، شوق بھی ہے اور تبلیغ کا تقاضا بھی۔"

تھوڑی دیر کے بعد چائے آ گئی۔ اس کے بعد اجازت لے کر گھر لوٹی۔ مگر اس ملاقات سے دل نہ بھرا۔ دوسرے دن پھر خاتون کا فون آیا کہ اس دن وقت کم تھا، دل نہیں بھرا۔ اب زیادہ وقت لے کے آؤ۔ میں نے جواب دیا۔ ان شاء اللہ دو دن کے بعد حاضر ہوں گی اور اطمینان سے گفت وشنید ہوگی۔ اس دوران میں، میں نے اپنی تمام دینی کتابوں کا بغور مطالعہ شروع کر دیا۔ دین اسلام کے پانچوں ارکان اور ان کی تفصیل، اللہ تعالیٰ کی توحید، نبی پاک ﷺ کی رسالت، دین اسلام کی تعلیم اور اس پر عمل کی ضرورت وغیرہ۔

ترغیبِ اسلام کا احسن انداز

اس مرتبہ میں پوری پوری تیاری کر کے گئی تا کہ بفضل اللہ تعالیٰ دین کی پوری اور صحیح تصویر ان کے سامنے پیش کروں اور ان کے دل ودماغ میں جو اضطراب اور بے چینی ہے' اسے دور کر سکوں اور ان کے شوق کو مہمیز لگاؤں۔ اس دوران میں، میں نے ذہنی سکون کے لیے روزے بھی رکھنے شروع کر دیے اور دن رات اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر اس سے دعائیں اور مناجات کرتی رہی کہ یا میرے خالق، اس مشن کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما اور اس میں مجھے اپنے فضل وکرم سے سرخرو فرما۔

تیسرا دن آ پہنچا۔ میں حسب معمول درود شریف پڑھتے پڑھتے وہاں جا پہنچی۔ اس مرتبہ تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ آخر میں، میں اپنے دل کی بات زبان پر لائی کہ کیا آپ مسلمان ہیں یا ابھی اپنے پرانے دین پر قائم ہیں؟ کہنے لگیں: ''نکاح کا تو تمھیں بتایا ہے کہ اسلامی طریقے سے ہوا۔ اس کے بعد سے مسلمان ہونے کی منتظر ہوں۔ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے۔'' میں خوشی سے جھوم اٹھی اور کہا: ''بس آپ فکر نہ کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مجھ سے جو بھی بن پڑا، کروں گی۔''

ہمارے گھر کے نزدیک جامع مسجد تھی۔ امام صاحب کی بیوی کا ہمارے گھر آنا جانا تھا اور بڑے اچھے تعلقات تھے۔ میں نے ان کے ذریعے سے امام صاحب سے پوچھ بھیجا کہ کیا ہم مسجد میں بی بی کو لا کر آپ سے گزارش کر سکتے ہیں کہ آپ انھیں مسلمان کر دیں۔ امام صاحب نے بڑی خوشی سے ہامی بھر لی۔ میں نے اسی وقت بی بی کو فون کیا کہ اپنے میاں سے اجازت لے کر دن اور وقت بتاؤ۔ میں خود ان شاء اللہ آپ کو اور بچوں کو لے کر آؤں گی۔ جب اس خاتون نے اپنے میاں سے پوچھا تو صاحب اینٹھ گئے۔ بولے کہ میں تمھیں ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ تم مسجد میں جا کر مسلمان ہو جاؤ۔

اس بیچاری بی بی نے جب مجھے بتایا تو میں نے کہا: اچھا اگر مسجد میں جانے کی اجازت نہیں تو کیا یہ ممکن ہے کہ آپ لوگ ہمارے گھر میں آ جائیں؟ ہم امام صاحب کو بھی بلا بھیجیں گے اور چند خواتین کو بھی مدعو کر لیں گے تاکہ اس خوشی میں ایک چھوٹی سی تقریب، یعنی چائے پانی اور اجتماع ہو جائے اور یوں یہ نیک کام سرانجام دیا جا سکے۔

انھوں نے یہ تجویز اپنے میاں کے سامنے پیش کی تو ادھر سے جواب ملا کہ اگر امام صاحب آئے یا کوئی اور خاتون تمھارے اسلام لانے کی تقریب میں شامل ہوئی تو میں تمھیں اس گھر میں جانے ہی نہ دوں گا۔

اب ہم دونوں سخت گھبرا گئیں کہ یہ صاحب مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر تعاون

تو کجا ہر بات میں روڑے اٹکا رہے ہیں۔ ناچار میں نے اس خاتون سے کہا کہ اگر آپ کو ہمارے گھر آنے کی اجازت ملے تو ہم صرف آپ کی فیملی یعنی میاں بیوی اور بچوں اور ان کے دوست کو جن کے ہاں آپ سے ملاقات ہوئی تھی، بلا لیں اور جمعے کی نماز کے بعد اگر آپ ہمارے گھر تشریف لے آئیں تو دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ تناول فرمائیں، پھر یہ نیک فرض ادا ہو جائے تو کیا پھر بھی کوئی اعتراض کی گنجائش باقی ہے؟ آخر کار میاں صاحب نے ہامی بھر لی اور کہا: ہاں، اب مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ کچھ پیش رفت ہوئی ہے۔ اب سب سے بڑھ کر فکر مجھے انھیں مسلمان کرنے کی تھی۔ ہم سب لوگ بفضل اللہ پیدائشی مسلمان ہیں۔ ہم میں سے اکثر مسلمانوں نے کسی شخص کو مسلمان ہوتے نہیں دیکھا۔ میں نے ساری کتابیں کھنگال ماریں کہ یا اللہ! مجھ جیسی جاہل اور ناکارہ مسلمان کسی دوسرے شخص کو کیسے مسلمان کرے۔ کتابوں سے صرف یہی معلوم ہوا کہ سب سے پہلے مسلمان ہونے والا شخص غسل کر کے نئے کپڑے پہنے، پھر کلمہ شریف پڑھے۔ زبان سے بھی مسلمان ہونے کا اقرار کرے اور دل سے بھی۔ دین اسلام کے باقی ارکان کے متعلق اسے بتایا اور سمجھایا جائے اور عمل کر کے بتایا جائے۔ میں نے انھیں فوراً فون کیا کہ جمعے کے دن آپ اور بچوں کو غسل کر کے نئے کپڑے پہن کر آنا ہے۔ میں آپ کو نیا جوڑا سلا کر بھیجوں گی۔ کہنے لگیں: نہیں میرے پاس ایک سفید جوڑا پڑا ہے اور سر ڈھانپنے کا سفید سکارف بھی ہے۔ اب دوسرا مرحلہ اسے نماز پڑھانے اور سکھانے کا تھا۔ اب جو اپنی کتابوں کا جائزہ لیا تو اس میں انگریزی زبان میں نماز کی کوئی کتاب میرے پاس موجود نہ تھی۔ فوراً تاج کمپنی پہنچی۔ وہ لوگ بولے: فی الحال تو ہمارے پاس ایسی کوئی کتاب نہیں۔ دس پندرہ دن تک چھپے گی تو پتہ کر لینا۔

انگریزی میں نماز کے چارٹ کی تیاری

سارے کراچی شہر کا چکر لگایا مگر انگریزی میں نماز کی کوئی کتاب نہ ملی۔ ناچار سوچا کہ خود ہی ہمت کروں۔ سفید بڑا چارٹ پیپر خرید کر اس پر تین تین لکیریں قریب قریب کھینچیں، پھر وقفہ، پھر تین تین لکیریں، یعنی اوپر والی لکیر پر عربی زبان، اس سے نیچے والی پر رومن، یعنی انگلش میں عربی زبان کا تلفظ اور تیسری لائن پر اس کا انگلش میں ترجمہ لکھ دیا۔

سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، دائیں اوپر والے کونے پر اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک، اس کے بالمقابل رسول اکرم ﷺ کا نام مبارک محمد ﷺ لکھا، پھر نماز لکھنی شروع کی۔ یوں لکھتے لکھتے جب التحیات تک پہنچی تو اب التحیات کے ترجمے کا مسئلہ آن پڑا۔ اگر لکھنے میں غلطی ہوگئی تو سخت گناہ ہوگا اور اگر نہ لکھوں وہ کیسے سمجھ پائیں گی۔ آخر سوچ سوچ کر اس کا ترجمہ چھوڑ دیا کہ بعد میں ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب ملنے پر اسے پورا کرلوں گی۔ آخر میں نے چارٹ کو اپنی پوری کوشش سے سجایا اور مکمل کیا اور یہ مرحلہ بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اور فضل وکرم سے طے ہوا۔

اس کے بعد گھر میں جس قدر بھی خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کی تصویریں، درود، چارٹ، کتابیں، ڈرائنگ، تحریریں، طغرے، غرضیکہ جو کچھ بھی میسر تھا سب ایک کمرے میں اکٹھا کر کے سجا دیا، پھر ان کے ساتھ خاتون کی ساری فیملی کے لیے حتی المقدور اعلیٰ جوڑے، پھول، مٹھائی، خوشبو اور ہار قرینے سے رکھے اور سب سے اوپر اللہ تعالیٰ کا کلام پاک رکھا۔ خوشی کے مارے راتوں کی نیند اڑ گئی۔ اپنی قسمت پر رشک آنے لگا اور یقین کریں کہ ایسی خوشی محسوس ہوئی جس کا اندازہ پہلے نہ تھا۔ گھروں میں، خاندانوں میں خوشیوں کے مواقع آتے ہیں مگر یہ خوشی ایک عجیب کیفیت کے ساتھ تھی۔ اس مسرت کو بیان کرنے کے لیے کم از کم میرے پاس الفاظ نہیں۔ دل میں اور لب پر ہر وقت ذکر، درود شریف اور دعائیں کہ اے میرے اللہ! یہ وقت

اپنے فضل و کرم سے خیریت سے لانا اور یہ نیک کام سرانجام دینے کی مجھے توفیق عطا فرمانا۔

اللہ اللہ کر کے جمعۃ المبارک کا دن آن پہنچا۔ میں صبح ہی سے بیتاب تھی۔ سب گھر والوں سے کہا کہ آج ایسی خوشی کا دن ہے، آپ سب اس میں شامل رہیں اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیسی رحمت کی بارش برسائی ہے۔ اس میں سب اپنے مقدور کے برابر حصہ لیں اور دعا کریں۔

سچ مچ کی حور

انتظار کی یہ گھڑیاں ختم ہونے ہی میں نہ آتی تھیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں سن لیں اور وہ مقدس قافلہ دو کاروں میں ہمارے ہاں آ پہنچا۔ جب بی بی اندر آئیں تو وہ سچ مچ کی حور لگ رہی تھیں۔ سرخ و سفید رنگت تو تھی ہی۔ اس پر اسلام کی وارفتگی کا غازہ سونے پر سہاگے کا کام دے رہا تھا۔ سفید پاجامہ اور اس پر لمبی سفید قمیض اور اوپر سفید سکارف لیے، اپنا سر پوری طرح ڈھانپے ہوئے۔ نظر چہرے پر ٹکتی ہی نہ تھی۔ وہ خوشی سے مسکرائے جا رہی تھیں اور میں فرط جذبات سے روئے جا رہی تھی۔ اندر آتے ہی ہمارے ڈرائنگ روم میں سامنے لگی خانہ کعبہ کی تصویر دیکھ کر بولیں: ''کیا یہ مسجد نبوی کی تصویر ہے؟'' میں نے بتایا کہ یہ تو خانہ کعبہ کی تصویر ہے اور دوسری تصویر مسجد نبوی کی ہے۔

کھانا تیار تھا۔ مردوں کے لیے باہر اور بی بی اور بچوں کے لیے اندر انتظام کیا ہوا تھا۔ کہنے لگیں: تم ہمارے ساتھ کھاؤ۔ میں نے کہا: اس خوشی میں، میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ کھانے کے فوراً بعد میں ان سب کو کمرے میں لے گئی۔

جب سرویا نے اسلام کا کلمہ پڑھا

قالین کے اوپر چاندنی بچھی تھی۔ کمرہ معطر تھا اور عجیب پاکیزگی کا ماحول پیش کر رہا تھا۔

سب سے پہلے ان سب کو وضو کرایا، پھر وہاں بٹھا کر کلمہ پڑھایا اور اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں دین اسلام کے ارکان بتائے۔قرآن پاک انگریزی زبان میں عبداللہ یوسف علی کے ترجمے کے ساتھ میرے پاس تھا، میں نے اسے تھام کر چوما اور آنکھوں سے لگایا۔اس کے بعد ان کو نماز کا وہ چارٹ دکھایا جو ان کے لیے تیار کیا تھا۔اسے دیکھ کر خوشی سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہنے لگیں: ''دنیا کی ساری چیزیں مل سکتی ہیں مگر یہ چارٹ اور کہیں سے نہیں مل سکتا کہ میری بہن نے اس محبت، شوق، محنت اور عرق ریزی سے تیار کیا ہے۔'' میں نے کہا: ''یہ آپ پر کوئی احسان نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص حکم کے تحت میں نے اپنے گنہگار ہاتھوں سے دین اسلام کی تبلیغ کے لیے ایک عاجزانہ کوشش کی ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔'' کہنے لگیں: ''یہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔اگر تم الحمدللہ سات آٹھ مرتبہ پڑھو گی تو مجھے زبانی یاد ہو جائے گا۔'' میں نے کہا: بسر وچشم۔ میں پڑھتی گئی، وہ اور اس کے بچے میرے ساتھ پڑھنے لگے۔ہم سب نے وہ چارٹ متعدد بار پڑھا۔درود بھی بہت مرتبہ پڑھا، پھر دعا کی۔اس کے بعد باقی چارٹ اور تصویریں وغیرہ دکھائیں اور ان کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ان کا نام سرویا تھا۔ میں نے ان کا نام ثریا فاطمہ رکھا۔بچوں کے نام اسلامی تھے۔

پہلی نماز کی ادائیگی

اسی دوران میں نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ یہ وہ سہانا سماں تھا جو مجھے تازندگی نہیں بھولے گا۔ اسی چاندنی پر جائے نماز بچھائی اور مجھ جیسی کم ترین ہستی نے عصر کی نماز اونچی آواز میں انھیں پڑھائی۔ جو سرور، کیفیت اور فروتنی اس نماز میں تھی، وہ شاید ہی پھر کسی نماز میں ملی ہو۔جس جذبے اور خشوع وخضوع سے اس نومسلم فیملی نے نماز ادا کی، اس سے وجد آ گیا۔آخر میں، میں نے پھر اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں دعا کی۔

بعد میں سب نے چائے پی۔ اس خاتون کی حالت دیدنی تھی۔ خوشی کے مارے اس سے چائے نہیں پی جا رہی تھی۔ بار بار کہتیں: ''مجھے اور بتاؤ، مجھے مزید سکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میری دیرینہ خواہش پوری فرمائی ہے اور مجھے مسلمان بنایا ہے۔'' وہ بار بار بہت ہی مسرت کا اظہار کر رہی تھیں۔ اتنے میں باہر سے ان کے شوہر کا پیغام آیا کہ اب واپس چلیں۔ کہنے لگیں: ''ابھی میرا دل نہیں بھرا۔ ابھی میں واپس نہیں جانا چاہتی۔'' میں نے ان کے شوہر کو کہلا بھیجا کہ اگر آپ کو ضروری جانا ہے تو چلے جائیں، ہم کچھ دیر کے بعد انھیں خود گھر پہنچا دیں گے۔

اس کے بعد مزید دینِ اسلام اور شریعت کے بارے میں باتیں ہوتی رہیں جنھیں انھوں نے بڑی توجہ سے سنا۔ گھر پہنچ کر میاں نے فون کیا کہ بس اب آ جاؤ۔ ہم اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے سب سے پہلے قرآن پاک، پھر باقی دینی کتابیں جو انگلش میں تھیں، تحائف، کپڑوں کے جوڑے، پھول، ہار اور مٹھائی وغیرہ پیش کیے جو انھوں نے نہایت عقیدت اور خوشی کے ساتھ قبول کیے۔ اس کے بعد انھیں ہم گھر چھوڑ آئے اور یوں یہ تقریب اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے اپنے انجام کو پہنچی۔ پھر ہفتے کے بعد انگریزی میں بھی نماز کی کتابیں مل گئیں جو سب انھیں پیش کیں تاکہ وہ دوسروں تک بھی پہنچائیں۔ کراچی میں قیام کے دوران وقتاً فوقتاً میں ان سے ملتی رہی اور انھیں دین اسلام کے متعلق بتاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

باب 12
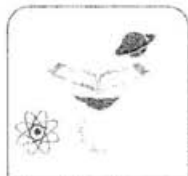
فروغِ اسلام اور سائنس کی ترقی

سائنس میں مسلمانوں کی خدمات

اسلام انسان کو تلقین کرتا ہے کہ وہ اپنی عقل اور مشاہدے کی قوتوں سے کام لے، چنانچہ اسلام کے فروغ کے ساتھ ساتھ تھوڑے ہی عرصے میں اسلامی تہذیب اکنافِ عالم میں پھیل گئی اور بڑے بڑے علمی مراکز اور یونیورسٹیاں وجود میں آئیں جہاں دنیا بھر سے تشنگانِ علم آ کر اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ دنیا کی سب سے پہلی باقاعدہ یونیورسٹی بھی ایک اسلامی ملک مراکش میں قائم کی گئی۔ جامعہ قرویّین کا قیام مراکش کے تاریخی شہر فاس میں 859ء میں عمل میں آیا جس کی بانی دو علم دوست خواتین تھیں۔ دراصل محمد بن عبداللہ فہری قیروانی نے اس یونیورسٹی کے بنانے کا حکم دیا تھا مگر موت نے ان کو مہلت نہ دی، تاہم ان کے بعد ان کی بیٹیوں فاطمہ اور مریم نے اپنے والد کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے یونیورسٹی مکمل کروائی۔ یونیورسٹی میں ایک جامع مسجد کے علاوہ فقہ اور دوسرے علوم پڑھانے کے لیے بہت سی عمارتیں بنائی گئیں اور اسے مدینۃ العلم کا نام دیا گیا۔[1] جامعہ قرویّین کی عمارت بھی فن تعمیر کا شاہکار ہے جو خوبصورت رنگین ٹائلوں سے مزین ہے۔ یہ یونیورسٹی جامعہ ازہر (قاہرہ) سے بھی کم از کم 113 سال پرانی ہے۔

دنیائے اسلام کے علمی مراکز اور جامعات میں مشرق و مغرب کے علوم کے ارتکاز سے نئے افکار و نظریات نے جنم لیا۔ طب، ریاضی، طبیعیات، فلکیات، جغرافیہ، فن تعمیر، فنون لطیفہ، ادب

[1] ماہنامہ "علم و آگہی"، فیصل آباد

شکل 16- مسلمانوں کا ایجاد کردہ اہم ترین سائنسی آلہ اُصطرلاب (Astrolabe) جسے اہلِ مغرب جدید زمانے تک استعمال کرتے رہے۔

اور تاریخ میں بے پناہ ترقی ہوئی ۔کئی اہم نظام مثلاً الجبرا، عربی ہندسے اور صفر کا تصور (جو ریاضی کے ارتقا کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوا) قرون وسطیٰ میں مسلم دنیا سے یورپ پہنچے۔ اصطرلاب، مزولہ یا زاویہ دار بلندیاں ناپنے کے آلے (Quadrant) اور جہاز رانی کے اچھے نقشوں اور دیگر جدید آلات سے یورپ والوں کے لیے بحری مہمات آسان ہوگئیں۔

مسلمانوں کے طبی کارنامے

مسلمانوں نے یونانی طب کو عربی میں منتقل کیا اور یہ کام کمال دیانتداری سے کیا جس کی ایک مثال ''جوارش جالینوس'' نامی خرابیٔ معدہ کی دوا ہے جو آج بھی یونانی طبیب جالینوس سے منسوب ہے۔ دوسری طرف انھوں نے علم الطب کو ایک باقاعدہ سائنس بنا دیا۔ بابائے طب بوعلی سینا (980ء تا 1037ء) کی کتاب "القانون فی الطب"(Canon Medicina) کے نام سے سترھویں صدی عیسوی تک یورپ کے طبی اداروں میں پڑھائی جاتی رہی۔ ابن سینا کی دقت نظر کا اندازہ اس سے کیجیے کہ وہ درد کی 15 کیفیتیں بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دق (T.B) ایک متعدی (Infectious) مرض ہے اور بیماریوں کے پھیلنے میں ہوا اور پانی کا بڑا دخل ہے۔ اس نے تحلیل نفسی کی شکل میں علم نفسیات کی ابتدا کی۔ ابن سینا کا رسالہ ''معدنیات'' تیرھویں صدی عیسوی تک یورپ میں ارضی معلومات کا واحد سرچشمہ تصور ہوتا تھا۔[1]

مسلمانوں معالجوں نے جراحی (سرجری) پر بہت توجہ دی اور کئی آلات جراحی ایجاد کیے۔ اس شعبے میں اندلس کے طبیب و جراح ابوالقاسم خلف بن عباس زہراوی نے، جس کا تعلق مدینۃ الزہراء (قرطبہ) سے تھا، کئی طبّی آلات ایجاد کیے۔

مسلمان طبیبوں کے زیرِ استعمال طبّی اصطلاحات یورپی زبانوں میں بھی رائج ہو گئیں۔ ''صُداع'' کے معنی شروع میں سر درد کے تھے، لاطینی میں اس کا استعمال اول اول انھی معنوں

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 1

میں کیا گیا مگر بعد میں اس کے معنی ''سر درد کا علاج'' کے ہو گئے۔ عربی کے بعض الفاظ جن کا ترجمہ ناممکن تھا، ان کو متغیر کر دیا گیا، جیسے درج ذیل طبی اصطلاحات انگریزی میں مستعمل ہیں:

زعفران (Saffron)	اکسیر یا الاکسیر (Elixir)
یاسمین (Jasmine)	قند (Candy......شکر یا چینی کو فارسی میں قند کہتے ہیں)
قہوہ (Coffee)	گلاب (Julep عربی میں ''جُلاب'')
تمر ہند (Tamarind ہندی کھجور یعنی املی)	شراب (Syrup)
شربت (Sherbet)	حِنا (Henna مہندی)
سُکّر (Sugar شکّر)	اسفناخ یعنی پالک (Spinach)
سمسم (Sesame تل)	طلق (Talc) [1]

[1] ''مسلمانوں کے شاندار سائنسی کارنامے'' از محمد زکریا ورک، ص 98

مسلمان کیمیادان، ماہرینِ طبیعیات اور ریاضی دان

یہ بات مسلمہ ہے کہ مسلمان کیمیا (Chemistry) کے علم کے موجد تھے۔ کیمیا کا لفظ ہی اس بات کی شہادت ہے، چنانچہ علم کیمیا میں بہت سی اصطلاحات عربی سے ماخوذ ہیں، مثلاً:

الانبیق (Alembic)[1]	الکحل (شراب Alcohol[2]
القلی (Alkali) (اردو میں الکلی بھی مستعمل ہے)	کافور (Camphor)
براق (Borax)	جرہ (Jar)[3]

مسلمانوں نے اشیاء کا ثقلی وزن (Sp.Wt.) معلوم کرنے کا طریقہ معلوم کیا۔ تصعید (Sublimation) اور قلمیں بنانے کے طریقے نکالے۔ بارود (گن پاؤڈر) ایجاد کیا۔ اہلِ یورپ کیمیا پر جابر اور الرازی کی عربی کتب کے تراجم کے بعد اس علم سے متعارف ہوئے۔ اسلامی دور میں تاجر اور سائنسدان اشیاء کا وزن معلوم کرنے کے لیے دو اکائیاں استعمال کرتے تھے، یعنی درہم اور اوقیہ۔ عربی کتابوں کے تراجم کے ساتھ جب یہ وزن کی اکائیاں یورپ پہنچیں تو

---

1. عرق کشید کرنے کا آلہ جو قرع (کدو) کی شکل ہونے کے باعث قرع انبیق (Retort) کہلاتا ہے۔
2. الکحل کا ماخذ ہندی لفظ "کُحل" (روح شراب) تھا۔ ہندی "کُہل" یا "کُحل" عربی میں اَلکُحل اور پھر یورپ میں جا کر Alcohol بن گیا۔ اب جدید عربی میں انگریزی وغیرہ سے معرب کر کے الکحول کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔
3. "مسلمانوں کے شاندار سائنسی کارنامے" از محمد زکریا ورک، ص 98

اوقیہ اونس(Ounce) اور درہم ڈرام(Dram) بن گئے۔ جابر کی کتاب الکیمیا کا لاطینی ترجمہ رابرٹ آف چیسٹر نے 1187ء میں کیا۔[1]

جابر بن حیان (120ھ تا 198ھ/737ء تا 813ء) بہت بڑا کیمیا دان تھا۔ اس کی تصانیف کتب المئة و الإثنا عشر کتاب السبعین، کتب الموازین اور کتب الخمس مئة فن کیمیا گری پر ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 7) اس نے تیزابوں کی تیاری میں کمال حاصل کیا اور ماء الملوک (Aqua Regia) بھی تیار کیا جو نمک کے تیزاب اور شورے کے تیزاب کا آمیزہ ہے۔ چونکہ اس تیزاب میں سونا حل ہو جاتا تھا اور سونا زیادہ تر بادشاہوں کے استعمال میں آتا تھا، اس لیے اسے ماء الملوک یا آب سلطانی کہا گیا۔ اس نے اونٹ کی لید سے امونیا گیس تیار کی تھی۔

علم طبیعیات میں ابوالہیثم (م 430ھ/1039ء) ایک بڑا نام ہیں۔ ان کی کتاب المناظر علم بصریات (Optics) میں اپنی نوعیت کا پہلا کام ہے۔ اس میں آنکھ کی اندرونی ساخت کا مکمل بیان موجود ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 1) آنکھ کا ''عدسہ'' جس میں سے روشنی منعطف ہو کر پردۂ چشم پر پڑتی ہے، اسے ابن الہیثم ہی نے یہ نام دیا تھا کیونکہ یہ عدس (مسور) کے دانے کی طرح محدب (Convex) ہے۔ 978ھ/1572ء میں کتاب المناظر کا لاطینی ترجمہ ہوا تو عدسہ Lens میں بدل گیا کیونکہ لاطینی میں مسور کا یہی نام ہے۔

محمد بن موسیٰ الخوارزمی (متوفی 230ھ/844ء) نے ریاضی میں تین کتابیں الحساب الہندی، الجمع والتفریق اور الجبر والمقابلہ تصنیف کیں۔ ریاضیات میں اس کی اہم ترین تصنیف حساب الجبر والمقابلہ (Processes of Calculations for Integration and Equation) ہے۔ یہ اطلاقی حساب کا مقدمہ ہے جس کی بنا متعدد حل شدہ مثالوں پر رکھی گئی ہے، مثلاً (لا^2+10لا=39)۔ خلیفہ المامون کے ایما پر الخوارزمی نے افلاک اور کرۂ ارض کے نقشوں

---

1. ''مسلمانوں کے شاندار سائنسی کارنامے'' از محمد زکریا ورک، ص 99

کی ایک اٹلس ''صورۃ الارض'' بھی تیار کی جس کا نسخہ سٹراس برگ (فرانس) میں محفوظ ہے۔ [1]

صفر کی ایجاد بھی محمد الخوارزمی کا کارنامہ بتایا جاتا ہے۔ دو درجی مساوات اور الجبرے کی ایجاد کے پس منظر میں ایک دلچسپ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ ایک روز ایک دیہاتی محمد الخوارزمی کے پاس آیا اور یہ پیچیدہ سوال ان کے سامنے رکھا: ''میرے پاس کچھ اشرفیاں تھیں۔ میں نے اشرفیوں کی تعداد کو اتنے ہی گنا کیا، پھر اصل تعداد کا دس گنا اشرفیاں ان میں اور شامل کر دیں۔ یوں میرے پاس کل 39 اشرفیاں ہوگئیں۔ بتائیں میرے پاس شروع میں کتنی اشرفیاں تھیں؟''

محمد الخوارزمی نے عام حسابی طریقے سے اس کا حل نکلتا نہ دیکھا تو 39 خانے بنائے اور ان کے ذریعے عدد مربع (9) اور اس کی مدد سے اشرفیوں کی اصل تعداد (3) معلوم کر لی، پھر اسے کلیے کی شکل دینے کے لیے یہ صورت اختیار کی:

فرض کیا اشرفیوں کی اصل تعداد $= \text{لا}$

لا کا لا گنا $= \text{لا} \times \text{لا} = \text{لا}^2$

لا کا دس گنا $= \text{لا} \times 10 = 10\,\text{لا}$

$$\text{لا}^2 + 10\,\text{لا} = 39$$

$$\text{لا}^2 + 10\,\text{لا} - 39 = 0$$

$$[\text{لا} + 13] \times [\text{لا} - 3] = 0$$

$$\text{لا} + 13 = 0$$

یا $\text{لا} - 3 = 0$

$$\text{لا} = 3$$

پس اشرفیوں کی مطلوبہ تعداد $=3$

یوں دو درجی مساوات حل کرنے کا کلیہ ہاتھ آ گیا۔ یہ گویا موجودہ الجبرے کی ابتدا تھی۔ [2]

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 9 [2] ریاضی برائے نہم دہم (1964ء)

جغرافیہ کی تحقیق وتدوین میں مسلمانوں کا حصہ

عباسی عہدِ حکومت کے آغاز سے عربوں کے ہاں بہت وسعت کے ساتھ علم جغرافیہ سے شناسائی پیدا ہوئی۔ خلیفہ مامون الرشید کو جغرافیہ وفلکیات سے دلچسپی تھی۔ اس کے عہد میں زاویہ سمت الراس (Azimuth) کی ایک قوس کی پیمائش کی گئی جس کے نتیجے میں طول بلد کے ایک درجے کا اوسط فاصلہ $56\frac{2}{3}$ عربی میل قرار پایا جو ایک بہت صحیح تخمینہ تھا۔ علاوہ ازیں الصورۃ المامونیہ کے نام سے دنیا کا نقشہ تیار کیا گیا جو بطلیموس اور مارینوس کے نقشوں سے بہتر تھا۔ ابن خردازبہ نے 231ھ /846ء میں ''المسالک والممالک'' لکھ کر عربی میں جغرافیہ نگاری کے اسلوب کی طرح ڈالی اور بابائے جغرافیہ کہلایا۔ اس نے بطلیموس کی کتاب جیوگرافیا (Geographia) کا یونانی یا سریانی سے عربی میں ترجمہ کیا۔[1]

ابوالحسن علی بن الحسین المسعودی (م245ھ/956ء) کی عظیم گم شدہ تصنیف کتاب اخبار الزمان میں جغرافیہ سے بحیثیت مقدمۂ تاریخ بحث کی گئی ہے۔ اس کی فقط پہلی جلد وی آنا میں محفوظ ہے اور ایک قلمی نسخہ برلن میں ہے۔ مسعودی نے اس کا خلاصہ اپنی تصنیف ''مُروج الذھب و معادن الجواھر'' میں دیا ہے۔ اس میں قرطبہ کے ایک نوجوان کی کہانی بھی ہے جس نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ بحرِ محیط (بحرِ اوقیانوس) کا سفر کیا اور کثیر مالِ غنیمت لے کر لوٹا۔ اُس نے ملتان اور منصورہ (سندھ) کی سیاحت بھی کی اور کھمبایت (گجرات) کے

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 7 عنوان ''جغرافیہ'' ص:284 تا 288

واسکوڈے گاما کا بحری سفر
(1497-98ء)
لزبن ... راس امید ... کالی کٹ
واسکوڈے گاما کے
بحری سفر کا راستہ
اہم شہر
ساحل
دریا
بحر اوقیانوس شمالی
بحرِ محیط یا بحرِ ظلمات
(بحرِ اوقیانوس)
بحر اوقیانوس جنوبی
بحر ہند
براعظم افریقہ
براعظم ایشیا
براعظم یورپ
صحرائے اعظم
برازیل
براعظم جنوبی امریکہ
انگلستان
فرانس
روس
چین
ترکستان
ہندوستان
عرب
بحیرۂ عرب
بحیرۂ روم
بحیرۂ اسود
بحیرۂ کیسپین
سلطنت عثمانیہ
صفوی بادشاہت
عراق
فارس
عمان
یمن
عدن
جدہ
مصر
شام
دمشق
بیت المقدس
اسکندریہ
قاہرہ
طرابلس
الجزائر
افریقیہ
مراکش
طنجہ
پرتگال
لزبن
اندلس
(اسپین)
اٹلی
صقلیہ
یونان
قسطنطنیہ
بصرہ
ہرمز
سوڈان
حبشہ
نیل ازرق
جھیل وکٹوریہ
دریائے کانگو
مالی
دریائے نائیجر
مالندی
ممباسہ
سوفالا
موزمبیق
مڈغاسکر
جنوبی افریقہ
راس امید
کالی کٹ
سراندیپ (لنکا)
دکن
خلیج بنگال
بنگال
دریائے گنگا
سورت
گجرات
بلخ
جزیرہ نیوفاؤنڈلینڈ
(شمالی امریکہ)

راستے لنکا تک سفر کیا، پھر بحیرۂ چین پہنچا اور وہاں سے زنجبار ہو کر عُمان چلا آیا۔ [1]

ابو عبداللہ محمد بن احمد المقدسی (م 390ھ/1000ء) نے جغرافیہ کی حدود میں وسعت پیدا کی۔ وہ اپنی تصنیف "أحسن التقاسیم فی معرفة الأقالیم" میں ہر اقلیم کی طبعی خصوصیات، کانیں، زبانیں، نسلیں، رسوم، مذاہب اور فرقے، کردار، اوزان و پیمائش کے پیمانے، علاقائی تقسیم، راہیں اور فاصلے وغیرہ زیرِ بحث لاتا ہے۔ ابن حوقل، اصطخری اور مقدسی نے پہلی بار جغرافیائی اصطلاح میں ملک کا تصور پیش کیا اور ہر ملک کی حد بندی کی، نیز دنیا کا ایک گول نقشہ تیار کیا جس میں بلادِ اسلامیہ اور غیر مسلم دنیا کے خطے ظاہر کیے۔ [2]

ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی (م 440ھ/1048ء) بیک وقت سیاح، ریاضی دان، ماہرِ فلکیات، جغرافیہ دان اور مورخ، معدنیات، طبقات الارض اور خواص الادویہ کا ماہر اور آثار قدیمہ کا عالم تھا۔ اس کی تصنیف "کتاب تحقیق ماللهند" اس دور کے ہندوستان کی معاشرت، ہندومت اور ہندوؤں کے علوم و فنون کی تفصیلات سے عبارت ہے۔ یہ کتاب علاقائی جغرافیہ نگاری میں ایک حقیقی اضافہ ہے۔ اس کی شاہکار تصنیف "القانون المسعودی" (سلطان مسعود غزنوی سے منسوب) ریاضی و ہیئت اور جغرافیہ پر ہے۔ البیرونی نے قلعہ نندنہ (ٹلہ بالاناتھ ضلع جہلم) پر زمینی قطر کی پیمائش کر کے اس طریقے کی تصدیق کی جس طریقے سے مامون رشید نے زمین کا قطر دریافت کیا تھا۔ دریائے سندھ کے طاس کا کسی زمانے میں زیرِ آب ہونا اور بعد میں مٹی اور ریت سے پُر ہو کر زرخیز میدانوں میں تبدیل ہو جانا اسی کی دریافت ہے۔ البیرونی نے بحیرۂ روم میں بحرِ ہند کی کشتیوں کے تختے پائے جانے کی بنیاد پر رائے قائم کی تھی کہ دریائے نیل کے منابع کے جنوب کی جانب تنگ آبناؤں کے ذریعے

---

[1] مُروج الذہب، المسعودی، 1: 258 تا 259۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 7، ص 289 تا 294

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 7 عنوان "جغرافیہ" ص: 291-292

بحرِ ہنداور بحرِ محیط (اوقیانوس) باہم ملے ہوئے ہیں۔اس طرح گویا اس نے جنوبی افریقہ کے جنوبی ساحل کے گرد جہاز رانی کا امکان ظاہر کیا مگر مسلمان اس کا عملی ثبوت بہم نہ پہنچا سکے۔ پرتگالیوں کی آمد (1498ء) تک یہ نظریہ مسلّم رہا۔اس زمانے میں النہروالی نے اشارتاً کہا تھا کہ پرتگالی یہ بحری راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔[1]

ابو عبداللہ شہاب الدین الرومی معروف بہ یاقوت حموی (م 626ھ / 1229ء) نے اپنی تالیف معجم البلدان میں مواضع اور مقامات کے متعلق نہ صرف جغرافیائی معلومات فراہم کی ہیں بلکہ ان کے بارے میں تاریخی مواد بھی جمع کر دیا ہے۔ نیز شعراء، علماء اور محدثین کے اجمالاً ذکر کے ساتھ ساتھ جابجا اپنے ذاتی مشاہدات شامل کر کے کتاب کی اہمیت بڑھا دی ہے۔ وہ بغداد کے تاجر عسکر بن ابراہیم حموی کا غلام تھا، اس لیے حموی کہلایا۔ اس نے حلب (شام)، تبریز، مصر، مرو، خوارزم، اربل (عراق)، موصل اور یمن کی سیاحت کی تھی۔

خلیفہ منصور عباسی کے زمانے میں سنسکرت کی کتاب سوریہ سدھانت کا ترجمہ ہوا جو ہندوستان کی جغرافیائی اور فلکیاتی معلومات پر مشتمل ہے۔اس کی بنیاد پر الفزاری نے کتاب الزیج اور محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے السند ہند الصغیر لکھیں۔ ابن حوقل، یعقوبی، ابن رستہ، ابن الفقیہ، الفرغانی، قدامہ، اصطخری اور بلخی بھی عباسی عہد کے مشہور جغرافیہ دان تھے۔ابن رستہ نے مواد کی ترتیب میں مکہ اور مدینہ کو مقدم رکھا۔ ابن الفقیہ ہمدانی نے اپنی کتاب ''البلدان'' میں سلیمان تاجر کا سفر نامۂ ہندو چین بھی شامل کیا ہے۔ ایک گمنام مصنف کی کتاب ''حدود العالم'' جو 372ھ / 982ء میں لکھی گئی، جغرافیۂ عالم پر قدیم ترین فارسی تصنیف ہے۔ ''رسائل أخوان الصفاء'' کا چوتھا رسالہ (372ھ) بھی علم جغرافیہ کے بارے میں ہے۔[2]

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن ادریس معروف بہ شریف الادریسی (م 560ھ / 1165ء) اندلس

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 5 اور جلد 7 عنوان ''جغرافیہ'' ص:295-296

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 7 عنوان: ''جغرافیہ'' ص:285-290

کے حمودی خاندان کا شہزادہ تھا۔ اُس نے پلرمو (صقلیہ یا سسلی) میں مسیحی حکمران راجر ثانی کی سرپرستی میں چاندی کے ایک بڑے قرص پر دُنیا کا نقشہ تیار کیا جس کی تشریح ''الکتاب الرُّجاری'' یا ''نزهة المشتاق فی اختراق الآفاق'' میں کی۔ ادریسی نے ولیم اول کے لیے جغرافیے کی اس سے بھی بڑی کتاب ''الممالك'' لکھی جس کا صرف ایک اقتباس کتاب خانۂ حکیم اوغلو علی پاشا (استنبول) میں محفوظ ہے۔ [1]

شہاب الدین احمد بن ماجد نے افریقہ کے مشرقی ساحل کی بندرگاہ ملندی سے کالی کٹ (ہندوستان) تک واسکوڈے گاما کی رہنمائی کی (903ھ/1498ء)۔ ابن ماجد نے سمندروں کے متعلق 30 کتابیں لکھیں۔ اس کی اہم ترین تصنیف کتاب ''الفوائد فی أصول علم البحر و القواعد'' ہے۔ ترک جہازران پیری محی الدین رئیس (م962ھ/1554ء) نے 1513ء میں دنیا کا نقشہ دو حصوں میں تیار کیا۔ اس کی تیاری میں اس نے 1508ء تک کے پرتگالی اکتشافات اور کولمبس کے اکتشافات سے بھی مدد لی۔ مصطفیٰ بن عبداللہ معروف بہ کاتب چلپی (م1067ھ/1657ء) کی جغرافیائی تصنیف اہم ترین اور جامع ہے۔ اس نے جرہارڈ مرکیٹر کی کتاب Atlas Minor کا ترجمہ ''لوامع مع النور فی ترجمة أطلس مینور'' کے نام سے کیا۔ [2]

[1] اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ جلد 2، ص:251

[2] اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد 7 عنوان ''جغرافیہ'' ص:300-305

باب 13
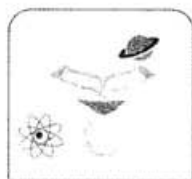
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ

کی توثیق وتجدید کی۔ ❶

قرآن مجید کی سورۃ المائدۃ آیت نمبر 44 میں فرمایا گیا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾

''ہم نے توریت نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت و نور ہے۔ یہودیوں میں اسی توریت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء علیہم السلام اور اللہ والے اور علماء فیصلے کرتے تھے، اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے نگران بنائے گئے تھے۔''

مزید برآں اسی سورۂ مبارکہ کی آیت 46 اور 47 میں مزید ارشاد ہوا:

﴿وَقَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿46﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿47﴾﴾

''اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرنے والے تھے۔ اور ہم نے انھیں انجیل عطا فرمائی جس میں نور اور ہدایت تھی اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب توریت کی تصدیق کرتی تھی اور ہدایت اور نصیحت تھی متقی لوگوں کے لیے۔ اور انجیل والوں کو بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انجیل میں نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق فیصلے کریں، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلے نہ کریں وہی فاسق ہیں۔'' ❷

---

❶ آل عمران 3:50 ❷ المائدة 5:46-47

بائبل الہامی نہیں، انسانی تصنیف ہے

[یہ مضمون نومسلم سکالر گلزار احمد (سابق پادری گلزار مسیح) نے خصوصی فرمائش پر لکھا]

لفظ بائبل(Bible) یونانی زبان کے لفظ ببلوس(Bublos) یا بائبلوس(Biblus) سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کتابوں کا مجموعہ۔ ابتدا میں بائبل دو زبانوں میں لکھی گئی: یونانی(Greek) اور عبرانی(Hebrew) میں۔

بائبل کو تقریباً1600سال کے عرصے میں40 مصنفین نے مرتب کیا۔ ان افراد کا تعلق دنیا کے مختلف حصوں سے تھا۔ آخری مصنف پہلے مصنف کی وفات کے1450 برس بعد پیدا ہوا تھا۔ کیتھولک چرچ کے نزدیک بائبل72 کتابوں کا مجموعہ ہے جبکہ پروٹسٹنٹ چرچ اسے 66 کتابوں پر مشتمل مانتا ہے اور اسے دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، یعنی عہد نامہ قدیم (Old Testament) اور عہد نامہ جدید(New Testament)۔ کیتھولک چرچ کے نزدیک عہد نامہ قدیم میں 45اور عہد نامہ جدید میں27 کتابیں ہیں، جبکہ پروٹسٹنٹ چرچ عہد نامہ قدیم کو 39اور عہد نامہ جدید کو27 کتابوں کا مجموعہ مانتا ہے۔ عہد نامہ قدیم کی پہلی پانچ کتابیں تورات (Torah) کہلاتی ہیں۔ پرانا عہد نامہ عبرانی زبان میں لکھا گیا تھا جس میں کتاب دانی ایل (دانیال) اور کتاب عزرا (عُزیر) کے کچھ حصے آرامی زبان میں تھے۔ نیا عہد نامہ مکمل طور پر یونانی زبان میں لکھا گیا۔420ء میں کیتھولک چرچ کو کچھ صحیفے ملے جنھیں وقت کے پوپ کے فرمان کے مطابق محفوظ کرلیا گیا مگر اس سے پہلے ان کا ترجمہ عبرانی اور یونانی سے لاطینی زبان

بائبل کے صفحات کا عکس

(Latin) میں کیا گیا۔ پوپ کا یہ حکم بھی تھا کہ آج کے بعد ان قدیم صحیفوں کو ہاتھ نہیں لگایا جائے گا، چنانچہ اس فرمان کے مطابق آج تک کوئی انھیں چھو نہیں سکا۔ اس وقت قدیم ترین بائبل کے تین نسخے موجود ہیں:

❶ نسخہ ویٹیکن: یہ چوتھی صدی عیسوی کا نسخہ ہے اور روم (اٹلی) میں محفوظ ہے۔

❷ سینائی نسخہ: یہ بھی چوتھی صدی عیسوی کا نسخہ ہے اور سینٹ پیٹرز برگ (روس) میں محفوظ ہے۔

❸ نسخہ اسکندریہ: یہ پانچویں صدی عیسوی میں مرتب ہوا اور لندن میں محفوظ ہے۔

عہد نامہ جدید کی کتب 50ء کے بعد لکھی گئیں۔ متی، مرقس، لوقا، یوحنا، چاروں 50ء تا 115ء

کے دور میں لکھی گئیں۔ اس دوران میں مقدس برناباس (حواری) نے ایک انجیل لکھی جو 55ء کے زمانے کی ہے۔ [1]

اگرچہ بائبل میں تحریف ہو چکی ہے اور اس میں مختلف مقامات پر تضاد پایا جاتا ہے، لیکن اگر ہم اس سے حوالہ پیش کرتے ہوئے اس امر کا اطمینان کر لیں کہ وہ قرآن مجید سے متصادم نہیں ہے تو اس صورت میں ہمیں حوالہ دینے میں متأمل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ خود قرآن مجید میں بائبل کے متعلق حکمت اور دانائی کے الفاظ موجود ہیں۔

مسلمان یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر ایک آسمانی کتاب نازل کی تھی جو انجیل کہلاتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ آج اس کے بعض اجزاء عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ الوہی تعلیمات کی صورت میں عہد نامہ جدید میں شامل ہوں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اس بائبل پر ایمان رکھتے ہیں جو آج ہمارے سامنے ہے کیونکہ یہ اصل کتب کا مجموعہ نہیں جو اللہ نے نازل کی تھیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے ان میں ترمیمات، تحریفات اور اضافے کر ڈالے۔ یہ بات اس کمیٹی نے بھی تسلیم کی جو بائبل مقدس (ترمیم شدہ معیاری ایڈیشن) پر نظر ثانی کے لیے قائم کی گئی تھی۔ یہ کمیٹی 32 علماء پر مشتمل تھی جو اس کے رکن تھے۔ انھوں نے تعاون کرنے والے فرقوں کے پچاس نمائندوں پر مشتمل مشاورتی بورڈ کے تاثرات اور مشورے اپنی رپورٹ میں شامل کیے۔ کمیٹی نے بائبل مقدس کے مقدمے میں کہا: ’’بعض اوقات یوں لگتا ہے کہ متن میں سے کچھ حصے حذف کر دیے گئے ہیں لیکن کسی نسخے میں بھی حذف شدہ حصے قابل اطمینان طور پر بحال نہیں کیے گئے۔ اصل متن کی انتہائی امکانی تشکیل جدید کے لیے فاضل علماء نے جو بہترین قیاس پیش کیے ہیں، اب ہمیں انھی پر اکتفا کرنا ہے۔‘‘ کمیٹی نے مقدمے میں یہ بھی لکھا: ’’عبارات کا اضافہ کیا گیا ہے جن سے قدیم

[1] بائبل کی تاریخ (انگریزی) از پادری برکت مسیح

مستند نسخوں میں اہم تبدیلیوں، اضافوں اور تحریفات کا پتہ چلتا ہے۔"[1]

بائبل کی تحریفات پر مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے وزٹ کیجیے:

www.islam-guide.com/bible

- حضرت عیسیٰ مسیح اور اسلام کے حوالے سے مزید معلومات کے لیے وزٹ کیجیے:

www.islam-guide.com/jesus

- پروفیسر ساجد میر کی معرکہ آرا کتاب "عیسائیت" (شائع کردہ دارالسلام) کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔

[1] متی 34/9: مرقس 16/3، 4/7، لوقا 32/24، 51 وغیرہ

باب 14
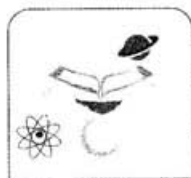
اسلام اور انسانی صحت

اسلام روحانی وجسمانی صحت کا ضامن ہے

آج کا انسان جسمانی اور نفسیاتی امراض میں گھر گیا ہے۔ یہ بیماریاں ان معاشروں میں بکثرت ہیں جو مادیت میں غرق ہیں اور فضائل و اخلاق سے بہت دور ہیں۔ وہاں ایڈز، منشیات کی لت، دل کا دورہ اور شوگر جیسی مہلک بیماریاں عام ہو رہی ہیں۔ ایک جائزے کے مطابق 10 فیصد امریکی عوام نفسیاتی امراض میں مبتلا ہیں، 85 فیصد لوگ ذہنی و دماغی الجھنوں کا شکار ہیں اور شفا خانوں میں 50 فیصد بیڈ ایسے مریضوں کے لیے خاص ہیں جو ذہنی و دماغی امراض میں مبتلا ہیں۔

مذہب اسلام پوری انسانیت کے لیے ہدایت و رحمت کا دین ہے، ایک کامل و مکمل نمونۂ حیات ہے، انسان کی زندگی کو راحت بخشنے والا اور مصائب و آلام سے چھٹکارا دلانے والا دین ہے اور دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے، چنانچہ قرآن وحدیث میں امراض اور ان کے اسباب و علاج مذکور ہیں۔ اسلام کی عبادات انسان کی رُوحانی و جسمانی صحت کا سامان بھی فراہم کرتی ہیں۔

اسلامی عبادات صحت بخش ہیں

نماز اسلام کا پہلا رکن ہے اور اسی پر دین کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ یہ دوسرے خصائص کے ساتھ ظاہری و باطنی آلودگیوں سے پاکیزگی کی علامت ہے۔ پاکیزگی غسل یا وضو کے طریقے سے حاصل ہوتی ہے۔ نماز برائیوں اور منکرات کو روکنے والی ہے۔ اس میں رُوح

کی نشاط اور دل کا سکون و اطمینان موجود ہے۔ نبی ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کرتے: ''اے بلال! نماز کے ذریعے سے ہمیں راحت وسکون پہنچاؤ۔'' ماہر اطباء لکھتے ہیں کہ نماز جسمانی اعضاء کو طاقتور اور نظام ہضم کو مضبوط بناتی ہے۔ طویل سجدے ہائی بلڈ پریشر کو کم کرتے ہیں اور رات کی عبادتیں زیادہ موثر ہوتی ہیں۔

❁ اسلام کا تیسرا رکن روزہ دوسری خصوصیات کے ساتھ ساتھ نظام ہضم کو راحت بخشتا ہے اور آج کے ترقی یافتہ دور میں یہ متعدد بیماریوں سے نجات پانے کا ذریعہ بھی ہے، چنانچہ جسمانی موٹاپا، معدے کی خرابی، ذیابیطس اور دیگر جسمانی خرابیوں میں روزہ بہت ہی کارآمد ہے۔ اسی لیے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے اور سال میں ایک مہینے یعنی رمضان کے روزے فرض کیے گئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

''اے مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔''[1]

دوسری طرف کھانے پینے میں بے جا اسراف سے منع کیا گیا ہے:

﴿وَّكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾

''کھاؤ، پیو اور بے جا نہ اڑاؤ۔''[2]

روزہ رکھنے سے شہوت کا ازالہ ہوتا ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ ان اصحاب کو جو شادی کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، روزے کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔

اسی طرح دیگر اسلامی تعلیمات کی پیروی کر کے انسان مختلف امراض سے اپنے آپ کو

---

[1] البقرة 183:2 [2] الأعراف 31:7

محفوظ رکھ سکتا ہے، اسے چاہیے کہ کھانے پینے میں ایسی اشیاء سے پرہیز کرے جو صحت کے لیے مضر ہوں۔ قرآن کریم نے جامع انداز میں محرّمات یعنی حرام اشیاء کو بیان کیا ہے:

﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○﴾

"اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے، حرام کیا۔ ہاں، جو ناچار ہو جائے (بشرطیکہ) اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور حد (ضرورت) سے باہر نہ نکل جائے، اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔"[1]

منشیات حرام اور مہلک ہیں

اسلام نے شراب اور ہر نشہ آور شے کو حرام قرار دیا اور اس چیز کو ناجائز بتایا جو صحت انسانی کے لیے مضر ہو۔ ارشاد باری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○﴾

"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور آستانے اور فال کے تیر (یہ سب) ناپاک شیطانی اعمال میں سے ہیں، لہٰذا تم ان سے بچتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ۔"[2]

نبی ﷺ کا ارشاد ہے: «كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ، وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ»

"ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔"[3]

یہ اسلامی تعلیمات کی برکات ہیں کہ دیندار حضرات دماغی ونفسیاتی الجھنوں کا کم شکار ہوتے ہیں اور انھیں بیماریاں بہت کم لاحق ہوتی ہیں۔ دیگر لوگوں کی نسبت ان میں قوت

---

[1] البقرة 173:2 [2] المائدة 90:5 [3] صحیح مسلم، باب بیان أن کل مُسْکِرٍ خمرٌ.....، حدیث:2003

مدافعت زیادہ ہوتی ہے۔ درحقیقت ذہنی اور نفسیاتی الجھنوں کا خاص سبب تنہائی، بیکاری کا احساس اور روحانی افلاس ہے۔ ظاہر ہے اسلام کی تعلیمات واحکامات نفسیاتی امراض کا علاج ہیں۔ انسان اگر اللہ کی کاریگری اور زمین وآسمان میں اس کی خلاقیت اور عجائبات پر غور کرے تو بہت سی نشانیاں ملیں گی اور اسے ذہنی وقلبی سکون حاصل ہوگا۔ ارکان اسلام پر ایمان اور زندگی، موت اور قضا وقدر پر یقین رکھنے والا شخص نفسیاتی قلق اور دماغی الجھنوں سے نجات پاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط﴾

''کوئی شخص مر نہیں سکتا بغیر اللہ کے حکم کے، (موت کا) ایک مقررہ وقت لکھ دیا گیا ہے۔''[1]

﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ز وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○﴾

''اور ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم معیّن اندازے سے اتارتے ہیں۔''[2]

ذکر ودعا کے مثبت اثرات

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ رحم مادر میں انسان کا عمل، اس کی موت کا مقرر وقت اور اس کی روزی، نیک بختی اور بد بختی لکھ دی جاتی ہے۔ نماز میں خشوع، کامل راحت اور اطمینان کا باعث ہے۔ ایک صاحب ایمان نماز وتلاوت قرآن اور ذکر ودعا کے ذریعے سے کامل راحت وسکون حاصل کرتا ہے اور بہت سی بیماریوں سے نجات پاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ

[1] آل عمران 145:3 [2] الحجر 21:15

اِلَّا خَسَارًا ○﴾

''اور ہم قرآن میں سے جو نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔
اور ظالموں کو تو اس سے خسارہ زیادہ ہوتا ہے۔''[1]

دعاؤں سے انسان نفسیاتی و دماغی بیماریوں سے شفایاب ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ جذام اور جنون جیسی مہلک بیماریوں سے شفا پاتا ہے، چنانچہ ہر مومن کے لیے دعا لازمی ہے۔

ارشادِ باری ہے:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ○ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا﴾

''اے ایمان والو! اللہ کا خوب ذکر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرو۔''[2]

ذکرِ الٰہی میں راحت قلب کا سامان ہے، جیسا کہ فرمایا گیا:

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ○﴾

''بے شک جو لوگ ایمان لائے، ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں۔
بے شک اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔''[3]

دیندار حضرات کم بیمار پڑتے ہیں

ڈاکٹر ہارولڈ کی یہ تحقیق کہ اہل ایمان مصائب سے کم دوچار ہوتے ہیں، ایک حقیقت ہے۔
دین اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ دیندار حضرات جو رات دن کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول رہتے ہیں اور مصائب و آلام میں تقویٰ و صبر سے کام لیتے ہیں، انھیں بیماریاں بہت کم لاحق ہوتی ہیں۔ اگر بیماریاں آتی بھی ہیں تو یہ ان کا امتحان ہوتا ہے، اللہ کی طرف سے ایک

---

[1] بنی إسرائیل 82:17 [2] الأحزاب 33:41-42 [3] الرعد 13:28

آزمائش ہوتی ہے جس پر وہ صبر وشکر کے دامن کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

صبر اور تقویٰ کا انعام نہایت عظیم ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۣ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝﴾

''البتہ تمھارے اموال اور جانوں میں تمھاری آزمائش ہوگی اور تم ان لوگوں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکوں سے بہت تکلیف دہ (باتیں) سنو گے۔ اور اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔''[1]

قرآن کریم اس پر بھی زور دیتا ہے کہ تقویٰ دشواریوں کو دور کرتا ہے اور انسان بہت سے مصائب وآلام سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝﴾

''جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اسے مشکلات سے نکلنے کا راستہ بتا دیتا ہے۔''[2]

ایک امریکی یونیورسٹی کی علمی تحقیقی رپورٹ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ''دیندار حضرات میں شرح بیماری کم ہے اور ان کے اندر قوت مدافعت دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ ہائی بلڈ پریشر کا شکار عمومی طور پر 65 سال کی عمر والے حضرات ہوتے ہیں لیکن دیندار حضرات میں یہ تناسب 40 فیصد کم ہے۔'' واضح رہے کہ فشار الدّم (بلڈ پریشر) عمومی طور پر دل و دماغ پر اثرانداز ہوتا ہے اور ان حالات میں دماغی رگوں کے پھٹنے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ ڈاکٹر ہارولڈ کہتے ہیں: ''ہمیں پورا یقین ہے کہ اسلام میں نماز اور دیگر شعائر کی ادائیگی کے احکام مثبت اور درست احکام ہیں جن کے بہتر اور صحت افزا اثرات جسم انسانی پر نمودار ہوتے ہیں اور عام لوگوں کے مقابلے میں دیندار حضرات بیماریوں کا کم شکار ہوتے ہیں۔''

---

[1] آل عمران 186:3 [2] الطلاق 2:86

راحت وسکون اور رضائے الٰہی کا حصول مومن بندے کا شعار ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ ، أَنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خيراً لَهُ ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ

''مومن بندے کی تو حالت ہی عجیب ہے۔ بے شک اس کی ہر حالت اس کے لیے خیر ہے۔ اور یہ سوائے مومن کے کسی کے لیے نہیں ہے۔ اگر کوئی خوشی کی بات ہو تو شکر کرتا ہے، یہ اس کے لیے خیر ہے، اور اگر مصیبت آئے تو صبر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔'' [1]
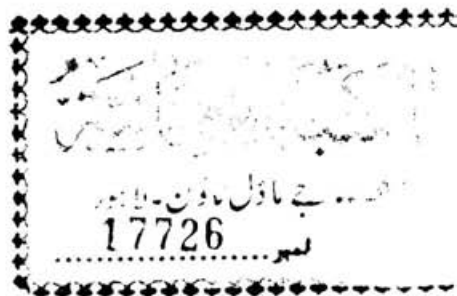
[1] صحیح مسلم، باب الزهد : المؤمن أمره كله خير، حديث: 2999

اختتامیہ

حقیقت یہ ہے کہ اگر آج انسانی معاشرہ اوہام وخرافات چھوڑ کر صحیح اور راست دین اسلام کا پیروکار بن جائے، ہدایت اور نور ایمان اس کے اندر آ جائے اور قول وعمل کے ذریعے سے تمام معاملات میں دین کا اتباع کرے اور اخلاق فاضلہ اور اعلیٰ اقدار کا پیکر بن جائے تو اس کی تمام مشکلات خود بخود دور ہو جائیں اور جسمانی اور نفسیاتی امراض اور اجتماعی اور معاشی دشواریاں یکسر ختم ہو جائیں اور بھلائی اور سعادت کے راستے کھل جائیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾

''اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین سے نعمتوں کے دروازے کھول دیتے۔''[1]

[1] الأعراف 96:7

تلاش حق سیریز

تلاشِ حق میں سرگرداں لوگوں تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیے
انتہائی مستند، جامع اور دل پذیر کتابوں کا سیٹ، اردو میں پہلی بار

خود پڑھیے اور دوسروں کو ہدیہ دیجیے!

* توحید اور ہم
* رحمتِ عالم ﷺ
* قرآن کی عظمتیں اور اس کے معجزے
* اسلام کی امتیازی خوبیاں
* اسلام کے بنیادی عقائد
* اسلام میں بنیادی حقوق
* اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات
* اسلام پر 40 اعتراضات کے عقلی و نقلی جواب
* اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں؟
* میں توبہ تو کرنا چاہتا ہوں لیکن!
* جنت میں داخلہ، دوزخ سے نجات

اسلام واحد سچا اور خالص دین ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے چنا ہے مگر اہل باطل کا وتیرہ ہے کہ وہ اپنے جھوٹے نظریات کو فروغ دینے کے لیے اسلام کے بارے میں مسلسل منفی پروپیگنڈہ کرتے چلے آ رہے ہیں جس میں جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے کئی گنا تیزی آ گئی ہے۔ ان حالات میں بہت ضروری ہو گیا ہے کہ اسلام کی ٹھیک ٹھیک تعلیمات جدید اسلوب اور جدید زبان میں دنیا کے سامنے پیش کی جائیں اور کتاب وسنت کے ان بیانات ومباحث کو دنیا کے سامنے رکھا جائے جن کی چودہ سو سال بعد سائنس من وعن تصدیق وتوثیق کر رہی ہے۔

اس ارفع مقصد کے پیش نظر دار السلام نے ''اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات'' شائع کر کے ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔ اس میں اسلام کی حقانیت پر حجت کے لیے قرآن وحدیث کے بیانات کے بارے میں جدید سائنسی انکشافات سے استشہاد کیا گیا ہے اور لوگوں کو اسلام کا صاف شفاف اور اصلی چہرہ دکھایا گیا ہے۔ نیز مغربی کلیسا اور مستشرقین کے مسموم اور مذموم پروپیگنڈے کا نہایت احسن انداز میں رد کیا گیا ہے۔ اس متنوع اور جامع علمی مواد کی حامل کتاب میں اسلام کا مختصر تعارف، سیرت رسول ﷺ کے چند پہلو، مسلمانوں کے علمی کارنامے اور بعض غیر مسلموں کے قبول اسلام کے ایمان افروز واقعات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس طرح ایک غیر مسلم اسلام میں داخل ہو سکتا ہے!

ISBN-9960-9825-4-8

PRINTED IN CHINA - 15